تفسیر ابنِ کثیر

تالیف رأس المفسرین

علامہ عماد الدین ابن کثیر

مترجم مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

شمع بک ایجنسی

یوسف مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فہرست

تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۱۳ تا ۱۸

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنیوالا اور بہت مہربانی فرمانیوالا ہے۔

نفس کی شرارتوں سے وہی بچتا ہے جس پر اللہ کا رحم ہو: پھر زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں نفس میں تو طرح طرح کے بدخیالات اور ناجائز تمنائیں آتی ہی ہیں اور وہ برائی کرنے پر اکساتا ہی رہتا ہے لہذا نفس کے دھوکے اور پھسلائے میں آکر میں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے پھندے میں لانا چاہا (مگر وہ نہ آئے) کیونکہ نفس برائی پر ابھارتا تو ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچالے (اس کو نہیں ابھارتا) بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا ہی ہے یہی بات زیادہ مشہور اور قابل قبول ہے اور واقعہ کے سیاق و سباق سے بھی یہی بات زیادہ مناسبت رکھتی ہے اور معنوی لحاظ سے بھی یہی زیادہ مطابق معلوم ہوتی ہے اور اسی کو امام ماوردیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے تو اس کے بارے میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں اس قول کی پوری حمایت و تائید کی ہے لیکن بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے یعنی ﴿ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ ﴾ سے لیکر ﴿ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک ﴾ جس کا مطلب یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تاکہ عزیز مصر جان لے کہ اس کی پیٹھ پیچھے اسکی بیوی کے بارے میں میں نے اس کی کوئی خیانت نہیں کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو سوائے اس قول کے اور کوئی قول بیان ہی نہیں کیا چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بادشاہ نے شہر کی عورتوں سے انکے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور زلیخا نے بھی اقرار کر لیا کہ حق بات یہی ہے میں نے ہی ان کو پھسلانے کی کوشش کی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ صرف اس لئے کرایا تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ کیا اس دن بھی نہیں کی جب اس عورت نے آپکا ارادہ کیا اور آپ نے اس عورت کا (واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی نشانی (دلیل) نہ دکھائی دیتی تو اس وقت ضرور آپ اس کا ارادہ کر لیتے۔" مگر ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ تقوے پر قائم رہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ "میں اپنے نفس کو بری نہیں کہتا۔ نفس تو برائی کی ترغیب دیتا ہی ہے"۔ مجاہدؒ سعید بن جبیرؒ عکرمہؒ ابن ابی الہذیلؒ ضحاکؒ حسنؒ قتادہؒ اور سدی سب اسی کے قائل ہیں لیکن پہلا قول (یعنی اس کا زلیخا کا کلام ہونا) ہی زیادہ قوی اور ظاہر ہے کیونکہ پچھلے کلام کا آخری حصہ عزیز کی بیوی زلیخا ہی کا ہے جو وہ سب کے سامنے بادشاہ سے بیان کر رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس جگہ موجود نہ تھے (بلکہ جیل میں تھے) اس تمام گفتگو کے بعد بادشاہ نے انکو بلوایا تھا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝

بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کیلئے مقرر کر لوں پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ تو ہمارے ہاں

آج سے ذی عزت اور امانتدار ہے۔ (یوسف علیہ السلام نے) کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

اپنی قابلیت کو بوقت ضرورت بیان کرنا: جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے جب وہ آپ سے ملا آپ کی صورت دیکھی آپ کی باتیں سنیں آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بیساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں اس پر آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ ان جان لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے اس خواب کی بنا پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانتداری کا سچائی کا سلیقہ مندی کا اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ اسی وقت اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ۧ

اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو ملک کا قبضہ دے دیا۔ کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے۔ ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ یقیناً ایمانداروں اور پرہیزگاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے۔

حضرت یوسف مصر کے حاکم بن گئے: زمین مصر میں یوں حضرت یوسف کی ترقی ہوئی اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ یا اس قید اور تنہائی کو دیکھئے یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑلی او قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقوے والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت و سلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ الغرض شاہ مصر ریان ابن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی۔ پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اسی نے آپ کو خرید کیا تھا۔ آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطفیر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ اس تمہارے ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں کنواری پایا پھر ان کے بطن سے آپ کو دو لڑکے ہوئے افراثیم اور میشا۔ افراثیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع علیہ السلام

کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئیں جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ شان باری تعالیٰ کے قربان جس نے اپنی فرماں برداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ جب انھیں ان کا اسباب مہیا کر دیا۔ تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمھارے باپ سے ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے ناپ بھی پورا کر دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنیوالوں میں۔ پس اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو میری طرف سے تمھیں کوئی ناپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ انھوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کر کے کوشش پوری کریں گے۔ اپنے خدمتگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انہی کی بوریوں میں رکھ دو کہ جب لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں۔

برادران یوسفؑ مصر میں: کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلہ اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا۔ یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے۔ اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمت الٰہی تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلہ تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے پس خود لوگ ان کی اولادیں اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے جسے ہم سچ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے تو بیک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اسلئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا اور یہ تو ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا آج وہی عزیز مصر بن بیٹھا ہے اور ادھر

حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سنکر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے۔ آپ نے پوچھا تمھارے سوا ان کے اور لڑکے بھی ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا وہ تو ہلاک ہو گیا اسی کا ایک بھائی اور ہے اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارات کی جائے اور اچھی جگہ ٹھرایا جائے۔ اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب کے آؤ تو لیتے آنا۔ دیکھو میں نے تم سے تو خوش سلوکی کی ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دونگا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دونگا۔ انھوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سنکر لالچ دکھا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تا کہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدیؒ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اسلئے کہ آپ نے تو انہیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا ہو کہ اب گھر میں کیا ہوگا جسے لیکر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں گے تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا۔ اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔ کہا کہ مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے۔ جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا۔ پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان۔

برادران یوسفؑ کی واپسی: بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تا وقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیئے ہم آپ اس کی نگہبانی کرلیں گے۔ ﴿نَكْتَلْ﴾ کی دوسری قرات ﴿يَّكْتَلْ﴾ بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم اس کے ساتھ کرو گئے جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچکر کوئی بات

بنادی ﴿ حافظا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ حفظا ﴾ بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ اور نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ﴿ ارحم الراحمین ﴾ میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچے کا ہے وہ دور کر دیگا مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملادے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا اس پر کوئی کام مشکل نہیں نہ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو روکتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۗ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۗ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۗ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو انھوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جوان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا۔ کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیئے۔ دیکھئے تو یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے خاندان کو رسد لادیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچادو گے بجز اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول قرار دیدیا تو اس نے کہا کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

یوسفؑ نے غلہ بھی دیا قیمت بھی واپس کر دی: یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کا مال متاع ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر جب انھوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنی سب چیزیں جوں کی توں واپس شدہ پائیں۔ تو اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہیئے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے۔ اور بدلے کا غلہ پورا پورا دیدیا ہے۔ اب تو آپ بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے۔ یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ نہ کرے تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو چنانچہ بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ تعالیٰ وکیل ہے اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۗ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

رکوع ۸

اور کہنے لگا اے میرے بچو تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئیے۔ جب وہ انہی راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے۔ کچھ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے۔ ہاں یعقوب علیہ السلام نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو سرانجام دے لیا وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

حضرت یعقوبؑ کی بیٹوں کو وصیت: چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوب صورت تنومند طاقتور مضبوط دیدار و نوجوان تھے۔ اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو ہو کر جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے گھوڑے سوار کو یہ گرادیتی ہے پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیر نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادے کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو ٹال سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہیے چنانچہ بیٹوں نے باپ کی حکم برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے اللہ کا علم ان کے پاس تھا۔ ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾

یہ سب جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھالیا اور کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف علیہ السلام) ہوں پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر۔

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو پہچان لیا: بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انہیں لیکر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانے میں ٹھیرایا۔ بڑی عزت تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا۔ اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے۔ اب تمھیں چاہیئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو۔ میں کوشش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾

پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی کا پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک آوازے دینے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو۔ انھوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ تمھاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا۔ اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔

منادی کی ندا قافلے والوں تم چور ہو: جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اس میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھدیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آرہا ہے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے رک گئے۔ ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی ہے۔ جواب ملا کہ شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا۔ سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں آپ کا ضامن ہوں۔

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿۷۴﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ ۚ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۷۶﴾

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کیلئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ انھوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر جھوٹے ہو۔ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے۔ ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پس یوسف علیہ السلام نے ان کی خرجیوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کی خرجی کی تلاش سے پہلے پھر اس جام کو اپنے بھائی کے شلیتے سے نکالا۔ ہم نے یوسف علیہ السلام کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی۔ اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا۔ مگر یہ کہ منظور الٰہی ہو۔ ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے۔

برادران یوسفؑ کے نزدیک چور کی سزا: اپنے اوپر چوری کی تہمت سنکر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے

لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات و خصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں نہ ایسے ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیئے۔ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اسکی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے۔ ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی۔ حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا اور جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلنا ہی تھا۔ نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی کہلوا لیا تھا۔ جس کے درجے اللہ تعالیٰ بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ کی قرات میں ﴿ فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيْمٌ ﴾ ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

کہنے لگے اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا۔ کہا کہ تم گھٹیا درجے کے ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

یوسفؑ کی طرف چوری کی نسبت کی حقیقت: بھائی کے شلیتے میں سے جام نکلتا دیکھ کر بات بنادی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمرپٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا بہن صاحبہ سے درخواست کی لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا اسی اثناء میں ایک دن انہوں نے وہی کمرپٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا پھر تلاش شروع کی گھر بھر چھان مارا نہ ملا۔ شور مچا آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں لی گئیں کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی۔ ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے اور پھوپھی نے اس طرح اپنا شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام

کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو۔ اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾

کہنے لگے کہ اے عزیز مصر اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو ہم یقیناً ناانصاف ہو جائیں۔

بنیامین کی قید اور بھائیوں کا منت سماجت کرنا: جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں۔ اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی چور کو روکا جائیگا نہ کہ شاہ کو ناکردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَايْــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔـلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمھیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست قصور کر چکے ہو۔ پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد صاحب خود مجھے اجازت نہ دیں۔ یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصل کر دے وہی بہترین حاکم ہے۔ تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ اباجی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم آپ جانتے تھے ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمالیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جسکے ساتھ ہم آئے ہیں۔ واللہ ہم بالکل سچے ہیں۔

برادران یوسف کا مایوسی کے بعد مشورہ: جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچا دیں گے اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے الزام ثابت ہو چکا۔ ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے۔ اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں اب انہیں منہ دکھانے کا قابل نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کرلیں۔ پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو (حضرت) یوسف کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے۔ پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سمجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لیکر جاؤں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا انھوں نے روکا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم ابا جی کے پاس جاؤ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کرلیں گے چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے۔ ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمالیجئے یا جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے کہ ہم نے صداقت امانت حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی پس اب صبر ہی بہتر ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے۔ وہی علم و حکمت والا ہے۔ پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا۔ بیٹوں نے کہا واللہ تم ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل جاؤ یا ختم ہی ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو۔

حزن یعقوب علیہ اسلام: بھائیوں کی زبانی یہ خبر سنکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے پیراہن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ تعالیٰ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر

میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقع لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضامندی کے ساتھ واپس لوٹیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے اس کی قضا و قدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں ﴿ اِنَّ اللّٰہِ ﴾ پڑھنے کی ہدایت صرف اسی امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر ﴿ یا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ ﴾ کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گیں رہا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے رب تو تو ایسا کر کہ ان تینوں ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے جواب ملا کہ اے داؤد (حضرت) ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا اس نے بھی صبر کیا۔ تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا۔ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں و اللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیسؒ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب وہب وغیرہ سے و اللہ اعلم۔

بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کیلئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے میرے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انھیں سمجھانا شروع کیا کہ اباجی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں وہ بھلائیوں والا ہے مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپکی بینائی کیسے جاتی رہی اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا

وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقیناً رحمت رب سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ اے عزیز ہم اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہیں۔ ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں پس آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔

حکم یعقوبؑ کہ یوسفؑ اور بنیامین کو تلاش کرو: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور (حضرت) یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں ﴿ تَحَسُّ ﴾ کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور برائی کی ٹٹول کے لئے ﴿ تَجَسُّسُ ﴾ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہی جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے تم تلاش بند نہ کرو اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے پھر مصر پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے اب ردی واہی ناقص بے کار کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لیکر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جاسکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو سچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے۔ ہماری خورجیاں پر کر دیجئے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں ﴿ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ ﴾ کے بدلے ﴿ فَاَوْقِرْ رِكَابَنَا ﴾ ہے یعنی ہمارے اونٹ غلہ سے لاد دیجئے اور ہم پر صدقہ کیجئے۔ ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا حضرت مجاہدؒ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِىْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

یوسف علیہ السلام نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت میں کیا کیا کیا؟ انھوں نے کہا شاید تو ہی یوسف ہے۔ جواب دیا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیک کار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے۔ اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطاکار تھے۔ جواب دیا آج تم پر کوئی خفگی بھرا الزام نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

برادران کی حضرت یوسف سے تیسری ملاقات: جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے۔ اپنے تمام دکھ رونے لگے۔ اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا نہ رہا گیا اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا۔ اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ﴾ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے تئیں ظاہر کرنے کا حکم الٰہی نہ تھا اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دیدی اور کشادگی عطا فرمائی۔ جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ اب بھائی چونک پڑے۔ کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی۔ کچھ اس قسم کے سوالات کچھ حالات کچھ اگلے واقعات سب سامنے آگئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ بچھڑنے کے بعد ملا دیا۔ تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا۔ تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطاکاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن کے بعد تمہیں یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا۔ میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر یہ الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمائے وہ ﴿ ارحم الراحمین ﴾ ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾

میرا یہ کرتا تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آجائیں۔ اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ۔ وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی قمیض کا اعجاز: چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لیکر تم ابا کے پاس جاؤ۔ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی انشاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائیگی پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آرہی ہے لیکن تم تو مجھے سترا بہترا کم عقل بوڑھا کہہ کر میری اس بات کو باور نہیں کرنے کے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا جو بحکم الٰہی ہوا نے حضرت یعقوب علیہ السلام

کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو پہنچادی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسی (۸۰) سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ وہ آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا۔ کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتا ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گئے۔ کہنے لگا کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ وہ کہنے لگے اباجی آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصوروار ہیں۔ کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی: کہتے ہیں کہ پیراہن یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہودا لائے تھے اس لئے کہ انھوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا جسے خون آلود کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ اب بدلے کیلئے یہ کرتا بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ اب بیٹے نادم ہو کر اپنی خطا کا اقرار کر کے باپ سے استغفار طلب کرتے ہیں باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرمادیگا۔ اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالیا کرتا ہے۔ میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کرونگا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمرؓ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ تو نے پکارا میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجالایا یہ سحر کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کرونگا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آجائے لیکن یہ حدیث غریب ہے بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے واللہ اعلم۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ ۭ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْ

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر میں آؤ۔ اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے تب کہا کہ اباجی یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا۔ میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنیوالا ہے۔ اور ہے بھی وہ بہت علم و حکمت والا۔

قافلہ یعقوبؑ مصر میں: بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تئیں ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ بھائیوں نے یہی کیا۔ اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا اس کے جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو انشاء اللہ پر امن اور بے خطر رہو گے۔ اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انھیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریرؒ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدیؒ کا قول بالکل ٹھیک ہے کہ جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا۔ اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے ﴿ ایوا ﴾ اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے ﴿ اوی الیہ اخاہ ﴾ میں ہے اور حدیث میں بھی ہے ﴿ من آوی محدثا ﴾ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آجانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر با آرام رہو سہو۔ مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے وہ حضرت یقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی کے باقی سال آنحضرت ﷺ کی دعا کی وجہ سے ہٹ گئے جب کہ قحط سالی سے تنگ آکر ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریرؒ اور امام محمد بن اسحٰقؒ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں۔ یہی بات ٹھیک بھی ہے۔

آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا اباجی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک

کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہؒ وغیرہ کے قول کا ما حصل مضمون یہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے یہ سبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان! مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس رب کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا لیجئے اباجی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے۔ ﴿ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاوِيْلُهٗ﴾ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ یہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ﴾ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا۔ فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں اسکے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوادی تھی اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے افعال اقوال قضا و قدر مختار و مراد میں وہ با حکمت ہے سلیمانؒ کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا عبد اللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے۔ حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی برس کے بعد ملے۔ تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ رب کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گذری۔ ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول قتادہؒ ترپن برس کے بعد باپ بیٹے ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تریسٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے تھے۔ عبد اللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے یعنی مرد عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ سے اوپر اوپر تھی۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں

میر اوالی اور کار ساز ہے تو مجھے مسلمان مار اور نیکوں میں ملادے۔

دعائے یوسفؑ اور موت کی دعا کرنے کی حقیقت: نبوت مل چکی بادشاہت عطا ہو گئی دکھ کٹ گئے ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما۔ جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبر داری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں ﴿صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.﴾ بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملادے تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کیلئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے۔ یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مار اور نیک کاروں میں ملا اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو چنانچہ قتادہؒ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ملک مال عزت آبرو خاندان برادری کی بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں ممکن ہے اس سے مراد ابن عباسؓ کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے جیسے کہ یہ دعا ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ﴾ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں کوئی کسی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو بہت ممکن ہے اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے کہ اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت دیدے۔ بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہر گز نہ کرے۔ اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں وعظ نصیحت کی اور ہمارے دل گرمادیئے۔ اس وقت ہم میں سب سے زیادہ رونے والے (حضرت) سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش میں مر جاتا۔ آپ نے فرمایا سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تیرے حق میں بہتر ہے۔ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہر گز ہر گز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جبکہ فرعون انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا کیا اے اللہ ہم پر صبر بہادے اور ہمیں اسلام کی حالت میں

موت دے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دردزہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان و دل سے بھلا دی گئی ہوتی۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انھیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں۔ اور حمل ٹھہر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بد عورت ہے نہ ماں بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسٰی کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ اے اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بری جانتا ہے۔ موت کو بری جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے لیے برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے۔ الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی کہ الہ العالمین مجھے تو اپنی طرف قبض کر لے یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاریؒ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو گیا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ اے اللہ اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں اس جگہ ہوتا۔ کیونکہ فتنوں بلاؤں زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنوں میں ڈال رکھا ہو گا۔

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے جن سے بہت قصور سرزد ہو چکے تھے استغفار کیا تو اللہ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے اباجی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے ہم نے بھائی یوسف علیہ السلام پر جو ظلم توڑے ہیں ظاہر ہیں۔ اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرما جائیں لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ اباجی کے پاس چلیں اور ان سے التجا کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لیے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کے لیے آپ کے پاس نہیں آئے تھے۔ اباجی اور اے بھائی صاحب ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسے ڈر کیوں رہے ہو؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا ہم نے بھائی پر کیسے ظلم و ستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرما دی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے ہم دل سے معاف کر چکے تب لڑکوں نے کہا آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ جواب دیا کہ یہی آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گذرے۔ اسی وقت آپ کھڑے ہو گئے قبلے کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے بڑی ہی خشوع، خضوع سے جناب باری میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب دعا کرتے تھے حضرت یوسف آمین کہتے تھے کہتے ہیں کہ

بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔ آخر بیس سال تک جبکہ بھائیوں کا خون خوف الٰہی سے خشک ہونے لگا تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزنداں کی بشارت سنائی گئی۔ بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ یہ قول حضرت انسؓ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں یزید رقاشی صالح مری سدیؒ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم و اسحاق کی جگہ میں دفن کرنا چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا﴿ عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالسَّلَامُ ﴾۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں تو توان کے پاس نہ تھا جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے گو تو لاکھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے۔ توان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا۔ یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے۔

انبیاء کو وحی کے ذریعے واقعات کی خبر دی جاتی ہے: حضرت یوسف کا تمام و کمال کا قصہ بیان فرما کر کہ کسطرح بھائیوں نیانکے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح عروج و ترقی پر پہنچایا۔ اب اپنے نبی سے فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہمارے طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔ تو اس وقت کچھ ان کے پاس تھوڑے ہی تھا جب وہ حضرت یوسف کے ساتھ کھلا داؤ فریب کر رہے تھے۔ کنویں میں ڈالنے کے لیے سب مستعد ہو گئے۔ صرف ہمارے بتلانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ حضرت موسیٰ کے قصے میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملا اعلیٰ کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتلایا گیا۔ یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گذشتہ واقعات تو اس طرح لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے ہی سامنے گزرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پر ہیں جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مومن بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کریگا تو وہ تجھے راہ الٰہی سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور مخلوق الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھا رہے ہیں اسمیں آپکا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے مخلوق کے نفع کے لیے ہے۔ یہ تو تمام جہاں کے لیے سراسر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں۔ نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ
مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں۔ ان میں اکثر لوگ باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کوئی عام عذاب آ جائے یا ان پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبر ہی ہوں۔

شرک خفی کی حقیقت: بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں وحدانیت کی بہت گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اسقدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے یہ گردش والا سورج چاند یہ درخت اور یہ پہاڑ یہ کھیتیاں اور سبزیاں یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ زور سے چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کو اس قدر بھی کام نہیں آ سکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے رب کی جو احد ہے جو صمد ہے جو فرد ہے جو واحد ہے جو لاشریک ہے جو قادر و قیوم ہے جو باقی اور کافی ہے ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے پھر شرک سے دست برداری نہیں آسمان وزمین پہاڑ اور درخت کا انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہیں کہ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں جو بھی شریک ہیں ان کا خود مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے کہ ہم حاضر ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بس بس یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کی جائے۔ بخاری و مسلم میں ہے ابن مسعودؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا رب کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اس آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل بھی اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ﴿ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں۔ یہ نماز کو بڑے ہی سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا چنانچہ حضرت حذیفہؓ ایک بیمار کے پاس گئے اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک ہوئے جاتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ کی عادت تھی جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنکھارتے تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی

طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑا کرنے کو آئی تھی۔ میں نے آپ کی کھنکھار کی آواز سنتے ہی اسے چارپائی تلے چھپادیا۔ آپ آئے میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کر میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا عبد اللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے خود میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک تعویذات اور ڈورے دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کیسے فرماتے ہیں میری آنکھ دکھ رہی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم جھاڑا کرادیتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ نے سکھایا ہے۔ ﴿ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُ كَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ﴾ مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کے لیے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈورا دھاگا لٹکا لیں تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا میں ڈورا دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ کا فرمان ہے جو شخص جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ مسند میں ہے جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے بے نیاز و بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں (مسلم)۔ مسند میں ہے قیامت کے دن جبکہ اول آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کریگا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کر لے اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی اس وقت اللہ تبارک وتعالے فرمائے گا کہ اے ریاکارو تم جاؤ اور جن کے دکھاوے سنانے کے لیے تم نے عمل کئے تھے انہی سے اپنا اجر طلب کرو اور دیکھو کہ وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص کوئی بدشگونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا۔ صحابہ نے دریافت کیا حضور پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا ﴿ اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ یعنی اے اللہ سب بھلائیاں سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شگونیوں والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ لوگوں شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن حرب اور حضرت قیس بن مضارب کھڑے ہو گئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمرؓ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا لو دلیل لو ہمیں حضرت محمد ﷺ نے ایک دن خطبہ سنایا اور فرمایا لوگو شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے بچاؤ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ ﴾۔

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ شرک تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو پکارا جائے۔ اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا اَعْلَمُ ﴾ (مسند ابو یعلی) ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح شام اور سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھ ﴿ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ ﴾۔ اور روایت میں ہے کہ حضور نے مجھے یہ دعا پڑھنی سکھائی۔ اسکے آخر میں یہ الفاظ ﴿ وَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءً اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ ﴾ فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف جاتا رہا کہ اگر منظور الٰہی ہو تو چاروں طرف سے عذاب الٰہی انہیں اس طرح آگھیرے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ ﴾ الخ۔ یعنی مکاریاں اور برائیاں کرنے

والے کیا اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے عذاب لاوے کہ انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں لیٹتے بیٹھتے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ کسی بات میں عاجز نہیں یہ تو صرف اس کی رحمت و رافت ہے کہ گناہ کریں اور پنپیں۔ اور فرمان الٰہی ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے کھٹکے ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آ جائیں یا دن دھاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے ہوئے عذاب آ دھمکیں۔ اللہ کے مکر سے بے خوف نہ ہونا چاہیئے۔ ایسے لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸

تو کہہ میری راہ یہی ہے اللہ کی طرف میں اور میرے فرمانبردار بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے بعد۔ اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔

اللہ کی وحدانیت کی دعوت: اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنہیں تمام جن و انس کی طرف بھیجا ہے حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک میرا طریق میری سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت عام کر دو۔ پورے یقین دلیل اور بصیرت کے ساتھ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں۔ میرے جتنے پیروکار ہیں وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں۔ شرعی نقلی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اس کی تعظیم تقدیس تسبیح تہلیل بیان کرتے ہیں۔ اسے شریک سے نظیر سے عدیل سے وزیر سے مشیر سے اور ہر طرح کی کمزوری اور کمی سے پاک مانتے ہیں نہ اس کی اولاد مانیں۔ نہ بیوی نہ ساتھی نہ ہم جنس وہ ان تمام بری باتوں سے پاک و بلند و بالا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے۔ لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹

تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں سب شہری مرد ہی تھے۔ جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے کیا زمین میں چل پھر کر انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

نبوت و رسالت مردوں میں ہی رہی ہے: بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہ قول ہے۔ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ہوئی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ کی بیوی حضرت سارہ موسیٰ کی والدہ اور عیسیٰ کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہاں کی عورتوں پر اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ

اس کے لیے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنا حکم کسی کی نبوت کے لیے دلیل نہیں۔ اہل سنت جماعت کا سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف و افضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن میں فرمایا ہے ﴿ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ﴾ پس اگر وہ نبیہ ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہو چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی رکھتے تھے وہ ایسے جثے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں۔ ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کیے۔ انہیں اور ان کے ساتھ جنھیں ہم نے چاہا نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ الخ۔ یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ یاد رہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے کج طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بستیوں کے دور والے پرے کنارے کے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے ﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا ﴾ جنگلوں میں رہنے والے بدو کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قتادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم و حلم زیادہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اس نے اسے بہت کم سمجھا۔ آپ نے اور دیا اور دیا یہاںتک کہ اسے خوش کر دیا پھر فرمایا میرا تو جی چاہتا ہے کہ سوائے قریش اور انصاری اور ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ ایک حدیث میں حضور کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے خلط ملط ہو نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔ یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں؟ کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں جیسے فرمان ہے ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا ﴾ الخ۔ یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے۔ ان کے کان سن لیتے ان کی آنکھیں دیکھ لیتی۔ کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہو تا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الٰہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی۔ اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الٰہی ہے ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ﴾ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے۔ اس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے۔ ان پر لعنت برسے گی اور ان کے لیے برا گھر ہو گا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی جیسے صلوہ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحہ الاولی اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا۔ فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی۔ بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا۔

انبیاء کی حد سے زیادہ مخالفت کا انجام : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر پورے موقعہ پر اترتی ہے۔ دنیا کے جھنکے جب زوروں پر ہوتے ہیں مخالفت جب تن جاتی ہے اختلاف جب بڑھ جاتا ہے دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے انبیاء اللہ کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے معاً اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچتی ہے۔ ﴿ کُذِبُوْا﴾ اور ﴿ کُذِّبُوْا﴾ دونوں قرائتیں ہیں حضرت عائشہؓ کی قرات ذال کی تشدید سے ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ لفظ ﴿ کُذِبُوْا﴾ ہے یا ﴿ کُذِبُوْا﴾ ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا ﴿ کُذِّبُوْا﴾ ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کونسی بات تھی یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایماندار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہو گی۔ اب مدد الٰہی آئی اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ ﴿ کُذِبُوْا﴾ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھوٹ کہا گیا؟ ابن عباسؓ کی قرات میں ﴿ کُذِبُوْا﴾ ہے۔ آپ اس کی دلیل میں آیت ﴿ حَتّٰی يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ﴾ پڑھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انبیاء اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے۔ یاد رکھو مدد الٰہی بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے آپ کو یقین کامل تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ آخری دم تک کبھی اللہ نہ کرے آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ الٰہی غلط ثابت ہو گا یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء کرام علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلانہ رہے ہوں۔ ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آکر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی ﴿ کُذِّبُوْا﴾ پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو میں نے رسول اللہ کی زوجہ صدیقہ عائشہ سے سنا ہے کہ وہ ﴿ کُذِبُوْا ﴾ پڑھتی تھیں۔ یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قرات تو تشدید کے ساتھ ہے دوسری تخفیف کے ساتھ ہے۔ پھر اس کی تفسیر میں ابن عباس سے تو وہ مروی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مانے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا نجات بخشی۔ اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتلایئے اس لفظ کو کیا پڑھیں۔ مجھ سے تو اس لفظ کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مان کر دیگی۔ اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے۔ یہ سنکر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا۔ اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔ مسلم بن یسارؒ نے بھی آپ کا یہ جواب سنکر اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جسطرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ مجاہد کی تو قرات ذال کے زبر سے ہے یعنی ﴿ كَذَبُوْا ﴾ ہاں بعض مفسرین فاعل ﴿ وَظَنُّوْا﴾ کا فاعل مومنوں کو بتلاتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت الٰہی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ انکو جھوٹے وعدے

دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر بھی قول صدیقہ کی طرفداری کرتے ہیں اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں واللہ علم۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے۔ یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی۔ اور ہدایت اور رحمت ہے ایماندار لوگوں کے لیے۔

ماضی کے واقعات باعث عبرت و نصیحت ہیں: نبیوں کے واقعات مسلمانوں کی نجات کافروں کی ہلاکت کے قصے عقلمندوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں انہیں سچا تا ہے اور جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اسے چھانٹ دیتا ہے۔ جو باتیں ان کی باقی رکھنے کی تھیں انہیں اور جو احکام منسوخ ہو گئے انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال و حرام محبوب و مکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات واجبات مستحبات محرمات مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے۔ اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا کے صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں انکی اصلاح کرتا ہے مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں۔ اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جبکہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے آمین۔ الحمد اللہ سورہ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

تفسیر سورۂ رعد مکیہ

سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

الٓمٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ۗ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱﴾

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے

یہ ہیں قرآن کی آیتیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اللہ کی طرف سے نازل کردہ تمام باتیں حق ہیں: سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری

تشریح سورۃ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ مراد کتاب سے توراۃ انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفتیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ ﴿ اَلْحَقُّ ﴾ خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے یعنی ﴿ اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ﴾ لیکن ابن جریر کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی اس کی حقانیت واضح ہے۔ لیکن ان کی ضد ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے۔ وہی کام کی تدبیر کرتا ہے وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔

آسمان اور عرش کی پیدائش: کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند وبالا اور قائم کر رکھا ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ تعالیٰ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچسو سال کی راہ پر ہے۔ ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اسی کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے۔ پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین حدیث شریف میں ہے ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت ﴿ وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ ﴾ سے بھی یہی ظاہر ہے پس ﴿ تَرَوْنَهَا ﴾ اس نفی کی تاکید ہو گی۔ یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو یہ ہے کمال قدرت امیہ بن ابوالصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیلؓ کے ہیں جن میں ہے۔

وَاَنتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلٍ مَنَ وَّ رَحْمَۃٍ بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُّنَا دِیًا
فَقُلْتَ لَہٗ فَاذْھَبْ وَھَارُوْنَ فَادْعُوَا اِلَی اللّٰہِ فُرعَوْنَ الَّذِیْ کَانَ طَاغِیًا
وَقُوْلَا لَہٗ ھَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ ھٰذِہٖ بِلَا وَتَدٍ حَتّٰی اسْتَقَلَّتْ کَمَا ھِیَا
وَ قُوْلَا لَہٗ اَنْتَ رَفَعْتَ ھٰذِہٖ بِلَا عَمَدٍ اَوْ فَوْقَ ذٰلِکَ بَانِیَا
وَ قُوْ لَا لَہٗ ھَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ وَ سْطَھَا مُنِیْرًا اِذَا مَا جَنَّکَ الَّیْلُ ھَا دِیًا
وَ قُوْ لَا لَہٗ مَنْ اَنْبَتَ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی فَیُصْبِحُ مِنْہُ الْعُشْبُ یَھْتَزُّ رَابِیًا
وَ قُوْ لَہٗ مَنْ یُرسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَۃً فَیُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَا حِیًا
وَ یَخْرُجُ مِنْہُ حَبُّہٗ فِیْ رُؤُسِہٖ فَفِیْ ذَاکَ اٰیَاتٌ لِّمَنْ کَانَ وَاعِیًا

یعنی تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے نبی موسیٰ کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمادیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند وبالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت تشبیہ تعطیل تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر اور بلند وبالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج برابر اپنی جگہ چل رہا ہے۔ اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے۔ یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچکر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں۔ اس لیے کہ اسکے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں۔ اور یہ بات آسمان متدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آسکتی۔ جو بھی غور کرے گا اسے سچ مانے گا۔ آیات واحادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ ﴿ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃُ۔ ﴾ صرف سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لیے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں۔ پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولی مسخر ہوئے جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور روایت میں تصریح بھی موجود ہے۔ فرمان ہے ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ﴾ یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں وہی خلق وامر والا ہے وہی برکتوں والا ہے۔ وہی رب العالمین ہے۔ وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْھٰرًا ؕ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝۳ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھادیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں۔ اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیے ہیں رات کو دن سے چھپادیتا ہے۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو دو شاخے نہیں۔ سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

عالم سفلی کے انواع واقسام: اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا۔ یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے۔ زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر اللہ تعالیٰ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل وصورت مختلف رنگ مختلف ذائقوں کے پھل پھول درخت اس سے سیر اب ہوں۔ جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے کھٹے میٹھے وغیرہ رات دن برابر ایک دوسرے کے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں پھر قدرت کو دیکھے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ دوسرے کی سفید یہ زرد یہ سیاہ یہ پتھریلی یہ نرم یہ میٹھی یہ شور ایک ریتلی ایک صاف غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لاشریک ایک وہی اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا ﴿ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ ﴾ کو اگر ﴿ جَنّٰتٌ ﴾ پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہیئے اور ﴿ اَعْنَابٍ ﴾ پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ آئمہ کی جماعت کی دونوں قراتیں ہیں۔ ﴿ صِنْوَانٌ ﴾ کہتے ہیں ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔ ﴿ غَيْرُ صنوان ﴾ جو اس طرح نہ ہو ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو ﴿ صِنْوُ الْاَبِ ﴾ کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ حضور نے حضرت عمر سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے براءؓ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخدار درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی ﴿ صنوان ﴾ اور غیر ﴿ صنوان ﴾ ہے۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کے لیے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا تس پر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے کوئی میٹھا ہے کوئی کھٹا ہے۔ حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف رنگ کا اختلاف بو کا اختلاف مزے کا اختلاف پتوں کا اختلاف ترو تازگی کا اختلاف ایک بہت میٹھا ایک سخت کڑوا۔ ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بد مزہ۔ رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ کسی کا سفید کسی کا سیاہ۔ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف۔ حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لیے عبرتیں ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے عقلمندوں کے لیے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی ووافی ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤

اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔ یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں۔ جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اتنی بڑی نشانیوں کے باوجود انکار قیامت: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے اتنی اتنی نشانیاں دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ پھر قیامت کے منکر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ یعنی جس نے آسمان اور زمین بغیر تھکے پیدا کر دیا کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے۔ اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

جو تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی تمیناً ان سے پہلے سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں۔ بے شک تیرا رب البتہ بخشش والا ہے لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

عذاب کا وقت مقرر ہے: یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر عذاب الٰہی جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو دعوی کرتا ہے کہ تجھ پر ذکر الٰہی اترتا ہے ہمارے نزدیک تو تو پاگل ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں۔ جب وہ وقت آئیگا اسوقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و مہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ ﴾ دو آیتوں تک اور ایک جگہ ہے ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌ ﴾ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اسکی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار اسے خوف کھا رہے ہیں اور اس سے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ قیامت سے پہلے ہی ہمارا معاملہ نمٹا دے۔ اور آیت میں ہے کہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ بوجہ اپنے کفر و انکار کے عذاب الٰہی کا آنا محال سمجھ کر اس قدر نڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذابوں کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کسطرح وہ عذاب الٰہی میں پکڑ لیے گئے۔ یہ تو کہئے کہ اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا ورنہ روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے۔ دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت درد دکھ دینے والے ہیں چنانچہ فرمان ہے ﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ﴾ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہدے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگار پر سے نہیں ہٹائے جاسکتے۔ اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا اور بخشنے اور مہربانی کرنے والا ہے اور آیت میں ہے نبی عبادی میرے بندوں کو خبر کر دے کہ

میں غفور و رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں امید و بیم خوف و لالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگزر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابو حسان رمادیؒ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری سرزد ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ﴾ نازل فرمائی ہے۔ ابو حسان فرماتے ہیں اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦ ع

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا۔ بات یہ ہے کہ تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے۔ اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔

ہدایت اللہ کا کے اختیار میں نبی ذمہ تبلیغ ہے: کافر لوگ از روئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جسطرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی ان باتوں سے مغموم و متفکر نہ ہو جایا کر تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے۔ تو ہادی نہیں۔ ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہو گی۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے یہ تیرے بس کی بات نہیں ہر قوم کے لیے رہبر اور داعی ہے یا یہ مطلب کہ ہادی میں ہوں تو ڈرانے والا ہے اور آیت میں ہے۔ ﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ ہر امت میں ڈرانے والا گذرا ہے اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے۔ پس پیشوا رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پا سکیں۔ اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا منذر تو میں ہوں اور حضرت علیؓ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو اے علی ہادی ہے میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔ حضرت علی سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ جنید کہتے ہیں وہ حضرت علی خود ہیں۔ ابن جریر نے حضرت علی کے ہادی ہونے کی روایت لی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ⑨

مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی۔ ہر چیز اس کے پاس انداز سے ہے۔ چھپے کھلے کا وہ عالم ہے۔ سب سے بڑا اور سب سے بلند و بالا۔

رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کی حقیقت سے صرف اللہ آگاہ ہے: اللہ کے علم سے کوئی چیز

پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادائیں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا ان کے حمل کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر کا؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ ﴾ الخ وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو الخ اور فرمان ہے ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ ﴾ الخ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیروں میں۔ ارشاد ہے ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ ﴾ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا۔ خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمان رسول اللہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق عمر اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے اے اللہ مرد ہو گا یا عورت؟ شقی ہو گا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ دیتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کی بات اللہ کے سوا اور نہیں جانتا۔ پیٹ کیا بڑھتے ہیں اور کیا گھٹتے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہو گی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے

پیٹ کیا گھٹاتے ہیں اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینہ لیتی ہے کوئی نو کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاکؒ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا۔ جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بے غم بے کھٹکے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو زمین پر نکلتے ہی چلاتا ہے۔ اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بھی بے طلب و بے جستجو بے رنج و غم بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی۔ اب تو بالغ اور عقلمند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔ حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے۔ آپ کا تشریف لانا میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہہ دو کہ صبر کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں الخ۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا وہ ہر

ایک سے بلند ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز لاچار ہے۔ تمام سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾

تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور با آواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر و یکساں ہیں اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو بحکم الٰہی اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا۔ اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

اللہ کا علم تمام مخلوق کو محیط ہے: علم اللہ تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے۔ چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم اللہ تعالیٰ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ﴾ الخ اتاریں۔ یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے جو اپنے گھر کے تہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو وہ اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو وہ علم اللہ میں برابر ہیں جیسے آیت ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ﴾ الخ۔ میں فرمایا ہے اور آیت ﴿ مَاتَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ ﴾ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے۔ پھر رات کے الگ دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے اور دن کے ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوائے پاخانے اور جماع کے وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔

پس جب اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ ﴿ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے و اللہ اعلم۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں۔ ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمانؓ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمایئے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے۔ جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید توبہ و استغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے۔ تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے۔ اللہ ہمیں اس سے چھوڑائے یہ تو بڑا برا ساتھی ہے اسے اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہیں۔ یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ ﴾ الخ۔ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے۔ جب تو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں۔ جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیرے آنکھوں پر ہیں۔ پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ موکل ہیں۔ ادھر بہکانے کے لیے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور ہر رات کو اس کی اولاد کی۔ مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے۔ لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا (مسلم) یہ فرشتے بحکم الٰہی اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ بعض قراءتوں میں ﴿ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ کے بدلے ﴿ بِاَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ہے۔ کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لیے ہر نرم و سخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک لئے جاؤ ابو امامہؓ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا کی اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی کے پاس آیا۔ انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے۔ سنو اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے اور کہا گیا ہے کہ بحکم الٰہی امر الٰہی سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الٰہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت

مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عمیر ابن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علیؓ نے ہمیں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾

وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لیے دکھاتا ہے۔ اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ گرج اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ وہی آسمان بجلیاں گراتا ہے۔ اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ سخت قوت والا ہے۔

آسمانی بجلی کی گرج چمک: بجلی بھی اس کے حکم میں ہے۔ ابن عباسؓ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت و نفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے۔ وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد ابن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اور اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے۔ اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا ایک بیل جیسا ایک گدھا جیسا ایک شیر جیسا۔ وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے ﴿ اللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ ﴾ (ترمذی) اور روایت میں یہ دعا ہے ﴿ سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ ﴾۔ حضرت علیؓ گرج سن کر پڑھتے ﴿ سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ ﴾۔ ابن ابی زکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج کڑک سن کر کہے ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ﴾ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبد اللہ بن زبیرؓ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ ﴾ اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لیے بڑی ڈراوے کی چیز ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ وہ کڑاکا بھیجتا ہے جسے چاہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ اس لیے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں پر فلاں پر۔ ابو یعلی راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا۔ اس

نے کہا کون رسول اللہ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے آپ اسے نہ بلوائیں آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو۔ اس نے جا کر پھر بلایا۔ لیکن اس فرعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آکر پھر حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا۔ اب کی تیسری مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آگیا کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا کر لے گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا۔ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا کہ بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ قتادہ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار کیا۔ اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ آیت اتری۔

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سرداران عرب مدینے میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ کا شریک کر لیں۔ آپ نے انہیں اس سے مایوس کر دیا تو عامر ملعون نے کہا واللہ میں سارے عرب کے میدان کو لشکر سے بھر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا۔ پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک دن انہیں موقعہ مل گیا۔ ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار تولے پیچھے سے آگیا۔ لیکن اس محافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے۔ اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تو تمام ہو گیا۔ عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لیے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہو گا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے۔ مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں گا آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے۔ پھر ان میں سے لڑیگا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آئیے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے۔ اس کے ساتھ چلے۔ ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا۔ حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ اربد نے موقع پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے۔ حرہ راقم میں آکر ٹھہرے۔ لیکن سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا۔ راقم میں ہی تھے جو اربد پر بجلی گری۔ اسکا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگا بھاگ چلا۔ لیکن خریم میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کو ہوتی ہے۔ افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا۔ گھوڑا منگوایا۔ سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا۔ پس ان کے بارے میں یہ

آیتیں ﴿ اللّٰہُ یَعْلَمُ ﴾ سے ﴿ مِنْ وَّالٍ ﴾ تک نازل ہوئیں۔ ان میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر ابد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ الخ کے ہے۔ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو آپ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ بہت قوی ہے۔ پوری قوت و طاقت والا ہے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اسی کو پکارنا حق ہے۔ جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ اسکے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں۔ ان منکروں کی جتنی پکار ہے۔ سب گمراہی میں ہے۔

مشرکوں کی ایک مثال: حضرت علی بن ابو طالبؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے دعوت حق ہے۔ اس سے مراد توحید ہے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد ﴿ لا اله الا الله ﴾ ہے۔ پھر مشرکوں کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ کفار جنھیں پکارتے ہیں اور جن سے امید رکھتے ہیں۔ وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کر سکتے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہ نہیں سکتا۔ پس باسط بمعنی ﴿ مقابض ﴾ ہے۔ عربی شعر میں بھی ﴿ قابض ماء ﴾ آیا ہے۔ پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے ایسے ہی یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں۔ لیکن رہیں گے محروم ہی۔ دین دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ انکی پکار بے سود ہے۔

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ

اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام۔

ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہیں۔ ان کی پرچھائیں صبح شام ان کے سامنے جھکتی رہتی ہے۔ اصال جمع ہے اصیل کی اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ﴾۔ یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق الٰہی کے سائے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١٦﴾

پوچھ کہ آسمان اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہدے اللہ! کہدے کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو؟ جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے کہدے کیا اندھا اور دیکھتا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے کیا جنھیں یہ شریک الٰہی ٹھہرا رہے ہیں انھوں نے بھی رب کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں مخلوق مشتبہ ہو گئی ہو کہدے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔

حق اور باطل کی ایک مثال اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں یہ مشرکین بھی اسی کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر بھی اللہ ہی ہے باوجود اس کے دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں۔ پس یہ اور اللہ تعالیٰ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے یہ تو اندھیروں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بندہ نور میں ہے جتنا فرق اندھے میں اور دیکھتے میں جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا ان کا مشرکین کے مقرر کردہ شریک الٰہی ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہو گئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں اللہ تعالیٰ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کے مثل کا کوئی نہیں وہ وزیر سے شریک سے اولاد سے بیوی سے پاک ہے۔ اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے یہ تو مشرکین کی پوری بیوقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا یہاں تک کہ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت کے بغیر کر ہی نہیں سکتے سورۃ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں۔ اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے پس جبکہ سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں۔ پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہے۔ وہی عبادتوں کے لائق ہے اس کے سوا کوئی اور عبادتوں کے لائق نہیں۔ لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا بلکہ مخالفت کی رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا یہ رب کا ظلم نہیں۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا

يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۥ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ﴿۱۷﴾

اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اپنی اپنی سمائی کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھا لیا اور اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں۔ زیور یا ساز و سامان کے لئے اسی طرح کے جھاگ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔

حق کی پائیداری باطل کی بے ثباتی: حق و باطل کے فرق حق کی پائیداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالے بادلوں سے بارش برساتا ہے چشموں دریاؤں نالیوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ یہ مثال ہے دلوں کی اور ان کے تفاوت کی کوئی آسمانی علم بہت زیادہ لیتا ہے کوئی کم پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتے ہیں ایک مثال تو یہ ہوئی دوسری مثال سونے چاندی لوہے تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے سونے چاندی زیور کے لئے لوہا تانبا برتن بھانڈے وغیرہ کے لئے ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں۔ تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے آخر چھٹ جاتا ہے اور حق نتھر آتا ہے جیسے پانی نتھر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور اس پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا اللہ تعالے لوگوں کو سمجھانے کے لئے کتنی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے۔ کہ یہ سوچیں سمجھیں جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں بعض سلف کی سمجھ میں جب کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم اللہ تعالیٰ کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ کا عمل بے سود ہوتا ہے یقین پورا فائدہ دیتا ہے ﴿ زَبَدٌ ﴾ سے مراد شک ہے جو نکمی چیز ہے یقین کار آمد چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتی ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور زیور وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح تانبا لوہا وغیرہ رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں ہدایت و حق پر جو عامل رہے وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی اسی طرح باطل اور شک اور ریاکاری والے اعمال اللہ کے ہاں کار آمد نہیں ہو سکتے قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا اور اہل حق کو حق نفع دے گا سورۂ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں ایک پانی کی ایک آگ کی۔

سورۂ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں ایک ﴿ سراب ﴾ یعنی ریتے کی دوسری سمندر کی تہ کی اندھیروں کی ریتا موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائیگا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ وہ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں پانی چاہیے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریتلے میدان دوسری آیت میں فرمایا ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ﴾ بخاری و مسلم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس ہدایت و علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ زمین کے ایک حصہ نے تو (پانی کو قبول) گھاس چارہ بکثرت اگایا بعض زمین جاذب تھی اس نے پانی کو روک لیا پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا پانی ان کے پینے کے پلانے کے کھیت کے کام آیا اور ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا۔ نہ اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیدا وار

ہوئی پس یہ مثال ہے اس کی جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں پس وہ مثل سنگلاخ سخت زمین کے ہے اور حدیث میں ہے میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزیں روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر کر جان دینے لگے وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن اس پر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو لیکن تم میری نہیں سنتے نہیں مانتے مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو پس حدیث میں بھی پانی کی اور آگ کی دونوں مثالیں آچکی ہیں۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کے لئے بھلائی ہے۔اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو جب بھی وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دیدیں یہی ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔

نیک کام کا اچھا جبکہ برے کام کا برا بدلہ: نیکوں بدوں کا انجام بیان ہو رہا ہے اللہ رسول کو ماننے والے احکام کے پابند خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلے پائیں گے ذوالقرنین نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم ان سے نرمی کی باتیں کریں گے اور آیت میں فرمان الٰہی ہے۔ نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے۔اور زیادتی بھی۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر بروز قیامت نہ فدیہ ہو گا نہ بدلہ نہ عوض نہ معاوضہ ان سے سخت باز پرس ہو گی ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا حساب میں پورے نہ اتریں گے عذاب ہو گا جہنم ان کا ٹھکانا ہو گا جو بدترین جگہ ہو گی۔

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ تیری طرف تیرے رب کے جانب سے جو اتارا گیا ہے حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو۔ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا سراسر حق مانتا ہو سب پر ایمان رکھتا ہو۔ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو۔ سب خبروں کو سچ جانتا ہو۔ سب حکموں کو مانتا ہو۔ سب برائیوں کو بد

جانتا ہو آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو۔ بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں۔ اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو نہ سچا جانتا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی خوش نصیب ہیں۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھداروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں۔ اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھٹکا رکھتے ہیں۔ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں۔ اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اسے چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے رہتے ہیں۔ ان ہی کے لیے عاقبت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے لئے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہوتی رہے صبر کے بدلے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا۔

مومن بندوں کی نیک صفات: ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں۔ اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں جھگڑوں میں گالیاں بکیں۔ باتوں میں جھوٹ بولیں امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا فقیر محتاج کو دینے کا بھلی باتوں کے نباہنے کا جو حکم الٰہی ہے یہ اس کے عامل ہیں رب کا خوف ان میں رچا ہوا ہے۔ نیکیاں کرتے ہیں فرمان الٰہی سمجھ کر۔ بدیاں چھوڑتے ہیں نافرمانی الٰہی سمجھ کر۔ آخرت کے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں اس لیے برائیوں سے بچتے ہیں۔ نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کے راستے نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الٰہی کا لحاظ رکھتے ہیں حرام کاموں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف گو نفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں۔ اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع سجدہ کے وقت خشوع خضوع شرعی طور پر بجا لاتے ہیں جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقراء محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں۔ دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم سہہ لیتے ہیں اور خود سلوک کرتے ہیں تعلیم قرآن ہے ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ﴾ الخ بہت اچھے طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گہرا

دوست بن جائے گا۔ صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے اچھا انجام ہے۔ وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لیے۔ ضحاکؒ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے۔ جس میں انبیاء ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے آئمہ ہوں گے اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے۔ اور ان کے اردگرد اور جنتیں ہیں۔ وہاں یہ اپنے اور چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔ ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایماندار اور نیک کار تھے۔ ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے۔ جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھادے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچادے گا۔ جیسے ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ الخ۔ جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں الخ۔ ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لیے ہر ہر دروازے سے ہر ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تاکہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔ نبیوں صدیقوں شہیدوں کا پڑوس فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔

مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور اس کے رسول ﷺ کو فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیوی لذتوں سے دور تھے۔ جو تکلیفوں میں مبتلا تھے۔ جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آگئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکم الٰہی ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو۔ فرشتے کہیں گے اے اللہ ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں۔ جناب باری تعالیٰ جواب دے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری ہی عبادت کی تھی۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا دنیوی راحتوں سے محروم رہے۔ مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ کوئی مراد پوری نہ ہونے پائی اور یہ صابر شاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی بہ شوق ان کی طرف دوڑیں گے۔ ادھر ادھر کے ہر دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارکباد پیش کریں گے طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے۔ انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھی لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز قیامت اللہ تعالے اپنے سامنے بلائیگا۔ وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے۔ میری راہ میں ستائے جاتے تھے میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں۔ آؤ بغیر حساب و عذاب کے جنت میں چلے جاؤ اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے۔ یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی۔ اللہ رب العزت فرمائیگا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا۔ میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے۔ سلام کریں گے اور مبارکباد پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا۔ خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ اور سے وہ اور سے یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا کہ انہیں آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا وہ آئیگا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال کے سرے پر شہداء کی قبروں پر آتے اور کہتے ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ اور اسی طرح ابو بکر عمر عثمان بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اس کی سند ٹھیک نہیں۔)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝۲۵

جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم ربانی ہے انہیں توڑتے رہتے ہیں۔ اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان پر لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔

برے بندوں کی صفات: مومنوں کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے۔ رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بد نصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور نہ احکام ربانی کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ بولنا وعدوں کے خلاف کرنا۔ امانت میں خیانت کرنا۔

ایک حدیث میں ہے۔ جھگڑوں میں گالیاں بکنا۔ اس شان کے لوگ رحمت الٰہی سے دور ہیں۔ ان کا انجام برا ہے۔ یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ باتوں میں جھوٹ وعدہ خلافی امانت میں خیانت اللہ کے عہد کو توڑ دینا اللہ تعالیٰ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا ملک میں فساد پھیلانا اور یہ جب دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶ۧ

اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے۔ حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے۔

دنیا کی حقیقت: اللہ تعالیٰ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے۔ یہ سب کچھ حکمت وعدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے۔ سمجھنے لگے کہ یہاں کی کشادگی کوئی حقیقی اور بھلی چیز ہے۔ حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور شروع ہے آہستہ پکڑ ہو گی۔ لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں۔ یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز۔ آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبوئے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے۔ (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرئے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے۔ جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بیکار اور ناچیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری دنیا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝۲۷ۖ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾

کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام بھی کئے ان کے لیے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے۔

جنتی نازونعمت میں: مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو تہس نہس اڑا دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں۔ زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں۔ لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا کروں گا۔ جو کسی کو نہ ہوئی ہو۔ اگر چاہو تو یہ کر دوں اور اگر چاہو تو ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ سچ ہے ہدایت ضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں۔ بے ایمانوں کے لیے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں۔ جن پر کلمہ عذاب صادق آ چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے۔ ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے فرماتا ہے ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا ﴾ الخ یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کے لیے خوشی اور نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کا انجام اچھا ہے۔ یہ مستحق مبارکباد ہیں یہ بھلائی کے سمیٹنے والے ہیں۔ انکا لوٹنا بہتر ہے۔ ان کا عمل نیک ہے۔ مروی ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور مراد اس سے جنت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت کی جب پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری تعالیٰ نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے۔ ﴿ لئو لئو ﴾ کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بحکم الٰہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اسی کی جڑوں سے جنتی شہد اور شراب اور پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے طوبیٰ نامی جنت کا ایک درخت ہے۔ سو سال کے راستے کا۔ اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے ڈبل مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہو گا۔ اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔ صحیح بخاری شریف میں آیت ﴿ وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ کی تفسیر میں بھی یہی ہے۔ اور حدیث میں ہے ستر سال یا سو سال اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو

سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سو سوار اس کی ایک ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ (ترمذی) آپ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کر لے۔ سفید سرخ زرد سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں طوبیٰ کو حکم ہو گا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ ابن جریر نے اس جگہ ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے۔ وہب کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن ختم نہ ہو گا۔ اس کی تر و تازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے۔ اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں۔ اس کے خوشے عنبریں ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی کافور ہے۔ اس کا گارا مشک ہے۔ اس کی جڑ سے شراب کی دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی۔ یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ جو ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی۔ جن کے چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوئے ہوں گے۔ بال ریشم جیسے نرم ہوں گے جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے۔ جن پر سونا جڑاؤ ہو رہا ہو گا۔ جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الٰہی میں تمہارا ابلاوا ہے۔ یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی رفتار سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے ملکر چلیں گے۔ اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے۔ پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے۔ یوں ہی رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا۔ یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے ﴿ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ اِلَیْكَ السَّلَامُ وَ حَقٌّ لَكَ الْجَلَالُ وَالْاِ اكْرَامُ ﴾ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا ﴿ اَنَا السَّلَامُ وَ مِنِّی السَّلَامُ ﴾ تم پر میری رحمت سابق ہو چکی اور محبت بھی میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے۔ میری فرمانبرداری کرتے رہے۔ جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آگئے۔ جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دونگا پس یہ مانگیں گے۔ کم سے کم سوال والا کہے گا کہ اے اللہ تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔

میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کچھ نہ مانگا۔ اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو۔ چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔ ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہو گا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہو گا ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہو گا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں ان خیموں سے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آرہا ہو گا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرویا ہوا ہو اور وہ اوپر سے نظر آرہا ہو۔ ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہو گی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر۔ اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائیگا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی و اللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الٰہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی اللہ وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالاخانوں میں جو نرے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جن کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ جن

کے تخت یاقوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے جن کے منبر نور کے ہوں گے جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلی علیین میں ان کے محل ہوں گے۔ یاقوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں کے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یاقوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے۔ ان پر چھتیں ﴿ لئو لئو ﴾ کی ہوں گی۔ ان کے برج مرجان کے ہوں گے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لیے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ کا ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیز فرش بچھے ہوں گے۔ یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے۔ دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ انکا شاندار استقبال کریں گے مبارکباد دیں گے مصافحہ کریں گے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعامات ربانی وہاں موجود پائیں گے۔ اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑدار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائیگا میرے پیارے بندو تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ اے اللہ ہم خوب خوش ہو گئے بہت ہی رضامند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے۔ تو بھی ہم سے خوش رہ اللہ تعالے فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے دکھاتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو بآرام رہو تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں اس وقت وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں یہ اسی کا فضل ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدردان ہے یہ سیاق غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالے اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ وہ مانگتا جائے گا اور کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ یہ مانگے گا اور پائیگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے گی جتنی کی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے الخ خالد بن معدانؒ کہتے ہیں جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے اس میں تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

اسی طرح ہم نے تجھے اس امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں کہ تو انہیں ہماری طرف سے جو وحی تجھ پر اتری ہے پڑھ کر سنائے یہ

اللہ رحمٰن کے منکر ہیں تو کہدے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا در حقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔

آقا علیہ السلام کی حوصلہ افزائی: ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام الٰہی پڑھ کر سنائے اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے بھی پیغام الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا اسی طرح تو بھی جھٹلایا گیا تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہیے ہاں ان جھٹلانے والوں کو انکا انجام دیکھنا چاہیے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں یہی فرمان آیت ﴿ تَا للّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا ﴾ الخ میں اور آیت ﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ ﴾ الخ میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے اپنے والوں کی کس طرح مدد فرمائی؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ تیری قوم کو دیکھ کہ رحمٰن سے کفر کر رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں حدیبیہ کی صلح کے لکھنے کے وقت اس پر اڑ گئے کہ ہم ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ لکھنے نہیں دیں گے ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے پوری حدیث بخاری میں موجود ہے قرآن میں ہے ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾ اللہ کہہ کر اسے پکارو یا رحمٰن کہہ کر اسے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نہایت پیارے نام ہیں جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے میرے بھروسے اسی کے ساتھ ہیں اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرا دی جاتیں پھر بھی انہیں ایمان نہ آتا۔ بات یہ ہے کہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلجمعی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دیدے کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے ارد گرد گھومتی رہے گی تاوقتیکہ وعدہ الٰہی آپہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

قرآن کریم کی صفات جلیلہ: اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر اگلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات و انسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا کر لا سکے یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں۔ تو معاملہ اللہ تعالیٰ کی سپرد کر وہ مالک کل ہے تمام کاموں کا مرجع وہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئی کی گمراہی کسی کے قبضے میں نہیں یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی آسمانی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے مسند میں ہے حضرت

داؤد پر قرآن اسقدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن کو ختم کر لیتے۔ سوا اپنے ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لانے کی۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشا ہی نہیں اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر اس سے واضح اس سے صاف اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ تعالیٰ کی یہ وحی ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا۔ نہ اسکے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو۔ نہ اس سے علماء کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فصل ہے دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ اسے توڑ دے گا۔ جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا اگر آپ یہاں کے پہاڑ یہاں سے ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جسطرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرا دیجئے یا جسطرح (حضرت عیسیٰ) مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی کر دیجئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کیساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو تمہارے اس قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تاکہ تم سب کو آزمالے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ ﴿یَا یْئَسْ﴾ کے بدلے دوسری جگہ ﴿ یَتَبَیَّنْ ﴾ بھی ہے۔ ایماندار ان کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے ﴿وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو انکی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں اور آیت میں ہے ﴿ اَفَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے۔ ﴿ تَحُلُّ ﴾ کا فاعل ﴿ قَارِعَةٌ ﴾ ہے۔ یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے۔ لیکن ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد ﷺ یہانتک کہ وعدہ الٰہی آ پہنچے۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت ﷺ کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ ربانی سے مراد فتح مکہ ہے لیکن حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے۔ وہ کبھی ٹلنے والا نہیں۔ انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

یقیناً تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کے ساتھ مسخراپن کیا گیا تھا۔ اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی؟

انبیاء کے ساتھ مذاق کے باوجود پھر بھی مہلت ملی: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج وفکر نہ کریں آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی۔ آخر ش بے طرح پکڑ لیا تھا اور کھوجڑا کھو دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت لیے رہیں لیکن آخرش اپنی بد عملیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظلم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو ظالم حیران رہ جاتا ہے۔ پھر آپ نے آیت ﴿ و کذلک اخذ ربک ﴾ کی تلاوت کی۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

آیا وہ اللہ جو کہ خبر لینے والا ہے ہر شخص کی اس کے کئے ہوئے اعمال پر ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہہ کہ ذرا ان کے نام تو لو کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو بات اصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے مکر بھلے سجھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں۔ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

عالم ماکان ومایکون اللہ کی ذات ہے: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے۔ ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے۔ ہر نفس پر نگہبان ہے۔ ہر عامل کے خیر وشر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے۔ ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔ ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے۔ ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے کھلی چھپی ہر بات کو وہ جانتا ہے تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ ان صفتوں والا رب کیا تمہارے ان جھوٹے معبودوں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لیے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دلالت کلام موجود ہے اور وہ فرمان الٰہی ﴿ وجعلو اللہ شرکاء ﴾ ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ ان کے حالات تو بیان کرو تاکہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر اللہ تعالیٰ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ اگر وجود ہوتا تو علم اللہ تعالیٰ سے باہر نہ ہوتا۔ کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں۔ یا صرف اٹکل پچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہیں تم نے ہی آپ ان کے نام گھڑ لیے تم نے ہی انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ان کی پوجاپاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی ربانی دلیل ہے نہ اور کوئی دلیل ہے۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں۔ دن رات اسی میں مشغول ہیں

اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿ وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ ﴾ الخ ان کے شیطانوں نے ان کی بے ڈھنگیاں ان کے سامنے زینت دار کر دی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے طریقہ بدی سے روک دیے گئے ہیں۔ ایک قرات اسکی ﴿ صَدُّوْا ﴾ بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسنا شروع کر دیا اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے۔ رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ﴾ جسے اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں رکھتا اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا۔ پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے؟

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔ انہیں غضب الٰہی سے بچانے والا کوئی بھی نہیں اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں اس کے میوے ہمیشگی والے ہیں اور اسکے سائے بھی۔ یہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا۔ اور کافروں کا انجام کار دوزخ ہے۔

جہنم کے عذاب اور جنت کے نظارے: کفار کی سزا اور نیک کار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہونگے۔ اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے درجہا بدتر ہیں۔ ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔ یہاں کے عذاب فانی ہیں وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آسکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴾ آج اس جیسے نہ عذاب کسی کے نہ اس جیسی قید و بند کسی کی۔ فرمان ہے ﴿ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴾ قیامت کے منکروں کے لیے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی۔ وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے ہائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے ایک ہی موت کیا مانگتے ہو۔ بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے کہ وہ انکا بدلہ ہے۔ اور ان کا ہمیشگی کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اسکے چاروں طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں۔ پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے۔ اور شراب کی نہریں ہیں۔ جس میں صرف لذت ہی لذت ہے۔ نہ بدمزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور ساتھ ہی رب کی رحمت مالک کی مغفرت۔ اس کے پھل ہمیشگی والے ہیں اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی چیز کو گویا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں اگر لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابو یعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگہاں آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا

کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ کہ آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی۔ اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا اسے کھاتی اور پھر بھی ذارسا بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔ اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا الگ جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی (مسلم وغیرہ۔) ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت ہوگی پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہوگا (مسند و نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم ربانی زندہ رہ کر اڑ جائے گا۔ قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہونگے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سائے جھکے ہوئے شاخیں نیچی سایے بھی ہمیشگی والے ہوں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہونگی اور بہترین لمبے چوڑے سایے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سایے تلے تیز سواری والا سوار سو سال تک تیز دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ قرآن میں ہے سایے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے۔ یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقوی اشعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی بامراد ہیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے بس میں آنے والے نہیں ہو۔ واللہ اگر اطاعت الٰہی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں؟ جسکے پھل اور جسکے سائے ہمیشگی والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تجھ پر اتارا جاتا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقے اس کی بعض باتوں کے منکر ہیں تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اسکے ساتھ شریک نہ کروں میں اسکی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب

رجوع کرتا ہوں۔ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے۔ اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کرلی اس کے بعد کے تیرے پاس علم آچکا ہے تو نہ اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا۔

نزول قرآن سے خوش ہونے والے لوگ: جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو قرآن کے تجھ پر اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اسکی صداقت موجود ہے جیسے آیت ﴿ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾ میں ہے کہ اگلی کتابوں کو اچھے طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدے کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں پس وہ شاداں ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں تو اے نبی اعلان کر دے کہ مجھے صرف واحد رب کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت اس کی توحید کے ساتھ کروں یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا اسی راہ کی طرف اسی رب کی عبادت کی طرف میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں اسی اللہ کی طرف سبکو بلاتا ہوں اور اسی اللہ تعالیٰ کی طرف میرا لوٹنا ہے جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے۔ عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح ظاہر مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا۔ نہ اس کے آگے سے باطل نہ اس کے پیچھے سے آکر اس میں مل سکے۔ یہ حکیم و حمید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے اے نبی ﷺ تیرے پاس علم ربانی آسمانی وحی آچکی ہے اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے تجھے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہو گا سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ ﷺ کے علم کے بعد جو گمراہی والے راستوں کو اختیار کریں ان علماء کے لیے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا کسی رسول سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے نابود کر دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔

معجزات کا صدور رسولوں کے اختیار میں نہیں: ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول اللہ ﷺ ہیں ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ بیوی بچوں والے تھے اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ﴿ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں میری طرف وحی الٰہی کی جاتی ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور

نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا نکاح کرنا مسواک کرنا اور مہندی۔ پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں یہ اللہ عزوجل کے قبضے کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے ہر ایک کا مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے ہر شئی کی ایک مقدار معین ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹائے جو چاہے باقی رکھے سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا جو چاہا بدل دیا سوائے شقاوت سعادت حیات ممات کے کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصورؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہدؒ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے؟ کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے مٹادے اور نیکوں میں کر دے آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا تھا تو میں نے ان سے پھر یہی بات دریافت کی آپ نے ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلتہ القدر میں سال بھر کی روزیاں تکلیفیں مقرر ہو جاتی ہیں پھر جو اللہ تعالیٰ چاہے مقدم موخر کرتا ہے ہاں سعادت شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شقیق بن سلمہؒ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹادے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹادے اور جو چاہے باقی رکھے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹادے تو جو چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ حضرت ابن مسعودؓ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعبؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈ بھیڑ آسمان و زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان تریسٹھ بار اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے ام الکتاب اسی کے پاس ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر ذکر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس ذکر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ الخ کلبی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا اس سے مراد ہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابو صالح نے ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ بن ربابؓ نے ان سے نبی ﷺ نے پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں جمعرات کے دن ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں آیا میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں ایک میں کی زیادتی

ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب وہی ہے فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانے تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کے لیے ثابت رہتی ہے یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے فرمانبر داری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور اطاعت الٰہی پر مرتا ہے یہ ہے جس کے لیے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ بخشے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا متغیر نہیں کرتا ناسخ اسی کے پاس ہے اور ادل بدل بھی۔ بقول قتادہؒ یہ آیت مثل آیت ﴿ مَا نَنسَخْ ﴾ کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کردے جو چاہئے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دیکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا پھر تو محمد ﷺ بالکل بے بس ہیں کام سے فراغت حاصل ہو چکی ہے پس انہیں ڈرانے کے لیے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں نو پید کردیں ہر رمضان میں نو پید ہوتی ہے پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی تکلیف بھی دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں جس کی اجل آجائے چل بستا ہے نہ آئی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کرلے۔ ابن جریرؒ بھی اس قول کو پسند فرماتے ہیں حلال حرام اس کے پاس ہے۔ کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے۔ کتاب خود رب العالمین کے پاس ہی ہے ابن عباسؓ نے کعبؓ سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں ام الکتاب سے مراد ذکر ہے

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دیکھا دیں یا تجھے ہم فوت کرلیں تو تجھ پر صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہی ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں وہ جلد حساب لینے والا ہے

نبی کے ذمہ تبلیغ حساب اللہ کے ذمہ ہے: تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے تو صرف انہیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ آپ بڑی سزاوں میں داخل کر دے گا ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈر اور ویران بنتے جارہے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جارہی ہیں خرابیاں آتی جارہی ہیں لوگ مرتے جارہے ہیں زمین اجڑتی جارہی ہے خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو انسان کو چھپر ڈالنا بھی محال ہو پڑتا۔ مقصد انسانوں کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علماء فقہاء اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔ عرب شاعر کہتا ہے ۔

﴿الْأَرْضُ تَحْيَا إِذَا مَا عَاشَ عَالِمُهَا　　مَتَى يَمُتْ عَالِمٌ مِنْهَا يَمُتْ طَرَفٌ﴾

﴿کَالْاَرْضِ تَحْیَا اِذَا مَا الْغَیْثُ حَلَّ بِھَا　وَاِنْ اَبٰی عَادَ فِیْ اَکْنَافِھَا التَّلَفُ﴾

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے اس کی موت اس زمین ویرانی اور خرابی ہے جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے لہلہانے لگتی ہے اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرنا ہے جیسے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا مَا حَوْلَکُمْ مِّنَ الْقُرٰی ﴾ الخ یہی قول ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے

وَقَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلِلّٰہِ الْمَکْرُ جَمِیْعًا ؕ یَعْلَمُ مَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَیَعْلَمُ الْکُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں جو شخص جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کے لیے ہے۔

کافروں کی تدبیریں ناکام اللہ کا ارارہ کامیاب : اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا انھیں نکالنا چاہا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے وہ مکر میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل دل کے کھٹلے اس پر ظاہر ہیں ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا ﴿الْکُفَّارُ﴾ کی قرات ﴿ الْکَافِرُ﴾ بھی ہے ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے ان کا یا مسلمانوں کا؟ ﴿ الحمد اللہ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا و آخرت ان ہی کی سنورتی ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ﴿۴۳﴾

یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں تو جواب دے کہ مجھ اور تم میں اللہ گواہی دینے والا بس ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے

رسالت و نبوت کے منکر: کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں رسالت کے منکر ہیں تو غم نہ کر۔ کہہ دیا کر کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے میری نبوت کا وہ خود گواہ ہے میری تبلیغ پر تمہاری تکذیب کو وہ شاہد ہے میری سچائی اور تمہاری تہمت پر وہ دیکھ رہا ہے علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبد اللہ بن سلامؓ ہیں۔ یہ قول مجاہدؒ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لیے کہ یہ آیت مکہ میں اتری ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلامؓ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں اس سے زیادہ ظاہر ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہود و نصارۃ کے حق گو عالم مراد ہیں ہاں ان میں حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بھی ہیں اور حضرت سلمانؓ اور تمیم داریؓ وغیرہ۔ مجاہدؒ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس سے مراد بھی خود اللہ تعالیٰ ہے حضرت سعیدؒ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلامؓ لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت کو من عندہ پڑھتے تھے یہی قرات مجاہدؒ اور حسن بصریؒ سے بھی مروی ہے ایک حدیث مرفوع میں

بھی یہی قرات ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے۔ اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیشین گوئی کر دی تھی جیسے فرمان رب ذیشان ہے ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں زکواۃ کے ادا کرنے والے ہیں ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ رسول نبی امی ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں جس کا ذکر اپنی کتاب تورات انجیل میں موجود پاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے علماء یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراھیم واسمعیل علیہ السلام کی مسجد میں جا کر عید منائیں مکے پہنچے آنحضرت ﷺ یہیں تھے یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبد اللہ بن سلام ہیں کہا ہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے فرمایا آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ کہو ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ آپ ﷺ نے پوری سورت پڑھ سنائی. ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گئے مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ سورۂ رعد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ ابراھیم

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

یہ عالیشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائے انکے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے منکروں کے لئے تو سخت عذاب کی خرابی میں ہے۔ جو آخرت کے مقابلے میں دینوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں۔ اور راہ الٰہی سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

مومن روشنی اور کافر تاریکی میں: حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اے نبی ﷺ یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ تمام رسولوں سے افضل و بالا۔ جہاں اتری وہ جگہ دنیا تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ اس کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لا سکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ کہ گمراہیوں کو ہدایت سے برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے۔ ایمانداروں کا حمایتی خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھنس دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے۔ اصل ہادی اللہ ہی ہے۔ رسولوں کے ہاتھوں جس کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے وہ راہ پا لیتے ہیں اور غیر مغلوب پورے غالب زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں۔ اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ان کی رہبری ہو جاتی ہے۔ اللہ کی دوسری قرات اللہ بھی ہے۔ پہلی قرات بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے جیسے آیت ﴿ **قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعان الذی له ملک السموات والأرض** ﴾ میں جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں۔ رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ راہ الٰہی جو سیدھی اور صاف ہے اسے ٹیڑھی ترچھی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسی جہالت وضلالت میں رہیں گے لیکن راہ الٰہی نہ ٹیڑھی ہوئی نہ ہو پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔ اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے۔ وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں بھیجا جاتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی غایت درجہ کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول کو اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے ہے اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے اس کا ہر کام حکمت سے ہے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس قوم کی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی۔ اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔ آنحضرت محمد ﷺ کی رسالت عام تھی۔ ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے۔ جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مہینے بھر کی راہ سے صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے۔ مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ بنایا گیا ہوں۔ قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی اعلان کر دو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں (ﷺ)۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَ

ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾

یاد کر جب ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے۔

موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف: جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کا تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ﴾ الخ۔ میں ہے انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے۔ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت ضلالت سے ہٹا کر علم وہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون جیسے ظالم جابر کی غلامی سے آزاد کیا۔ ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر ﴿ منّ وسلوی ﴾ اتارا اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ﴿ اَيّٰمِ اللّٰهِ ﴾ کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی ہے۔ لیکن ابن جریر میں یہ روایت ابی بن کعبؓ سے مرفوعاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذلیل عذابوں سے چھڑوانا اس میں ہر صابر وشاکر کے لئے عبرت ہے جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں۔ اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کا تمام کام عجیب ہے اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے شکر کرتا ہے اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۸﴾

ع ۱۲

جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بڑے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑا احسان تھا۔ جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے۔ موسیٰ نے کہا اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔

بنی اسرائیل پر اللہ کے احسانات: فرمان الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں۔ مثلاً فرعونیوں سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ تمام

نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے۔ صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس جملہ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا در اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہیں و اللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمالیا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت جلالت اور کبریائی کی جیسے آیت ﴿ وَاِذْتَاذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ ﴾ الخ۔ میں پس اللہ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہو گی۔ حدیث میں ہے بندہ بوجہ گناہ کے اللہ تعالیٰ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک سائل گزرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی وہ بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بہ خوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ " اللہ کے رسول کا عطیہ ہے" آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم دیا اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے لونڈی سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوادو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوقات بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکر گزاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے۔ ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾۔ تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے ﴿ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ﴾ انہوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً" بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخر انسان جن سب مل کر بہترین تقوے والے دل شخص کے جیسے بن جائیں تو اس سے میر املک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کمی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٩﴾

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد و ثمود کی اور ان کے بعد والوں کی؟ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے۔ لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لے گئے اور صاف کہہ دیا جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے ہم اس سے خاطر جمع نہیں۔

موسیٰ کا وعظ بنی اسرائیل کو: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے۔ کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ غارت کئے گئے ابن جریرؒ کا یہ قول ذرا تامل طلب ہے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا ہے اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات میں تھے ہی نہیں۔ تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان

کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے۔ اور یہ دونوں واقعات بھی تورات میں تھے و اللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے۔ ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں نسب کے بیان کرنیوالے غلط گو ہیں۔ بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیرؒ کا بیان ہے کہ معد ابن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لے گئے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہے کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر ﴿ فی ﴾ معنی میں ب کے ہو۔ جیسے بعض عرب کہتے ہیں ﴿ اَدْخَلَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ یعنی فی الْجَنَّةِ ﴾ شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے اور بقول مجاہدؒ اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے ﴿ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ﴾ یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں و زمین کا بنانے والا ہے۔ وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے۔ اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے وہ کہنے لگے کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو۔ جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ بے حکم الٰہی ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں۔ ایمانداروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں۔ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سجھائی ہیں۔ و اللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے توکل کرنے والے کو یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں۔

قوم کی اندائوں پر انبیاء کا اللہ پر توکل: رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے قوم نے اللہ کی عبادت میں شک و شبہ کا اظہار کیا۔ اس پر رسولوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے۔ انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان و زمین کیسے پیدا ہو گئے۔ موجود کے لئے موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اس عالم کا نو پید مطیع و مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں۔ اس لئے پیغمبر الٰہی انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو مقدر وقت ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے۔ ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں؟ تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہی ہے اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اس کے جواب میں پیغمبران الٰہی نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن رسالت و نبوت اللہ کا عطیہ ہے۔ وہ جسے چاہے دے انسانیت رسالت کے منافی نہیں اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں میں دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھا دیں گے۔ مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ تعالیٰ ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ تعالیٰ دامن توکل تو ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دیس بدر کر دیں گے۔ یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے۔ اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میرے وعدے سے خوف زدہ رہیں۔ آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے۔ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ انڈیلے گا۔ پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا۔ ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں۔ پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے۔

اہل جہنم کی خوراک: کافر جب تنگ ہوئے کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالے سے ڈرانے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔ مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کر دو یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ گو مکر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کے داؤں میں تھا اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا۔ مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنادیا۔ وہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقیاں دیں۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا۔ اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ دین الٰہی لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں۔ تمام روئے زمین کے دینوں پر دین اسلام چھا گیا۔ کلمہ رب بلند و بالا ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمد للہ۔ یہاں تک فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارے لشکری ہی غالب رہیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ﴾ الخ۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئینگے اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو صبر و سہار کرو۔ زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے۔ انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ ﴾ الخ ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں۔ بنو اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور انکی کی کرائی تیاریاں سب یکمشت خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرمادیا گیا کہ زمین تمہارے قبضے میں آئے گی۔ یہ وعدے ان کے لیے ہیں جو قیامت کے دن کے میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴾ یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں۔

رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسولو ں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے دوسری طرف سرداران کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر۔ یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے۔ لو اب وہ آ گئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ۔ نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں۔ اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں۔ حق سے عناد رکھتے ہوں۔ قیامت کے روز فرمان ہو گا کہ ہر ایک کافر سرکش بھلائی سے روکنے والے کو جہنم میں داخل کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لیے مقرر کی گئی ہوں الخ۔ اس وقت ان بدلوگوں کا کیا ہی براحال ہو گا جب کہ انبیاء علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ ورآء یہاں پر معنی میں ﴿اَمَامَه﴾ (سامنے) کے ہے جیسے آیت ﴿ وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ ﴾ میں ہے۔ ابن عباسؓ کی قرات ہی ﴿وكان امامهم ملكٌ﴾ ہے۔ غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہو گی جس میں جا کر پھر نکلنا نہ ہو گا۔ قیامت کے دن تک تو صبح و شام وہ پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانا بن گئی۔ پھر وہاں اس کے لیے پانی کے بدلے آگ جیسی پیپ

ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رِستا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴾ پس ایک گرمی میں حد سے زیادہ گزرا ہوا۔ صدید کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو جہنمیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو ﴿ طِيْنَةُ الْخَبَالِ ﴾ بھی کہا جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی۔ منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا۔ اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریادرسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی۔ جو چہرہ جھلسا دے گا۔ جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا فرشتے لوہے کے گھن مار مار کر پلائیں گے بدمزگی برائی بدبو حرارت گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں اعضاء میں جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے۔ لیکن موت نہ آئے گی۔ رگ رگ پر عذاب لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آ نہیں چکتی۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لیے کافی سے زیادہ لیکن وہاں تو موت کو موت آ گئی ہے تاکہ سزائے دوام ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور بھر پیٹ کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا کبھی حمیم پینے کا کبھی آگ میں جلنے کا کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان الٰہی ہے ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ الخ یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔ آج جہنم کے اور ابلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا۔ پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھدبدیاں لے رہا ہو۔ اسے پکڑو اور اسے بیچ جہنم میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ مزا چکھ۔ تو تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور کرم والا تھا۔ یہی ہے وہ جس سے تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ سورۃ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جائیں گے کیسے بدلوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت۔ دوسری آیت میں ہے سرکشوں کے لیے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے۔ اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ اور لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اِۨشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝١٨

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو بھی انھوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔

بے سود اعمال کی مثال: کافر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے

اعمال ایسے تھے جیسے بغیر پائے کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔ پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال قیامت کے دن جبکہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہونگے کہ اب بھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملا۔ لیکن کچھ نہ پائیں گے مایوس رہیں گے۔ حسرت سے منہ تکنے لگیں گے۔ جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر کر دے۔ اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے جیسے اس بکھری اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال وہ تو وہاں ہونگے ہی نہیں۔ ان کے آنے سے پہلے ہی ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ ہو گئے۔ فرمان الٰہی ہے ﴿ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ ﴾ الخ یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس آگ بگولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی بھلسا دے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ایمان والو اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو۔ جیسے وہ جو ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن مینہ کے پانی نے اسے دھو دیا۔ اب وہ بالکل صاف ہو گئی۔ یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے۔ ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں۔ سخت حاجت مندی کے وقت ثواب کم پائیں گے یہی دور کی بدنصیبی ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٩﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿٢٠﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں۔

کائنات رنگ و بو کا خالق: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جب میں نے آسمان و زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں بے شک قادر ہیں۔ سورۃ یٰسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا۔ اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہدے کہ وہی اللہ تعالیٰ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی نے سبز درخت سے تمہارے لیے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان و زمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے۔ وہی بڑا خالق اور بہت بڑا عالم ہے اسکے ارادے کے بعد اسکا صرف اتنا حکم بس ہے کہ ہو۔ اسی وقت وہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے۔ اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے۔ اس پر یہ کام بھی بھاری نہیں۔ تم اس امر کے خلاف کرو گے تو یہی ہو گا۔ جیسے فرمایا اگر تم منہ موڑلو گے تو وہ تمہارے بدل اور قوم لائیگا جو تمہاری طرح کی نہ ہو گی۔ اور آیت میں ہے اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہو گی اور اس سے محبت رکھنے والی ہو گی۔ اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسری لائے۔ اللہ اس پر قادر ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾

سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری رہنمائی کرتے۔ اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا نہیں۔

میدان محشر میں تمام مخلوق: صاف چٹیل میدان میں ساری اللہ تعالیٰ کی مخلوق نیک و بد اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہو گی۔ اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے۔ پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ سبقت کر گیا۔ عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور بے قراری نفع دے اور نہ صبر و سہار۔ عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمن ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے دھوتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے۔ آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں۔ خوب روئیں پیٹیں گے چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا۔ تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں۔ اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی نہیں دیکھا گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا۔ اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہو گی جیسے آیت ﴿ وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ ﴾ الخ جب کہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصے سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ وہ متکبر لوگ کہیں گے ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں۔ اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ ﴾ الخ فرمائے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔ جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا انہیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اپنے کئے ہوئے کاموں کا عذاب چکھو اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے ﴿ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا ﴾ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پالنہار تو انہیں دوہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر۔ یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے۔ فرمان ہے ﴿ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو ایماندار بن جاتے۔ یہ بڑے چھوٹوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤں گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ

سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں۔ اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے۔ ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہا اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی۔ پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے۔ میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک ربانی مانتے رہے۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں ہمیشگی ہو گی اپنے رب کے حکم سے۔ جہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہو گا۔

قیامت کے دن شیطان کا خطاب: اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہو گا۔ مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے اور برحق تھے۔ رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی۔ میرے وعدے تو دھوکے تھے۔ میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لیے سبز باغ دکھایا کرتا تھا۔ میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور اور غلبہ تم پر نہ تھا۔ تم خواہ مخواہ میری ایک آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا۔ رسولوں کے سچے وعدے ان کی بادلیل آواز ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کا خلاف اور میری موافقت کی جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔ مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا۔ گناہ تمہارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا۔ نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الٰہی نہیں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ﴾ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں۔ بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ ﴾ الخ یقیناً وہ لوگ ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائینگے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لیے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیرو کار بن گئے ایسے ظالموں کے لیے المناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہو گا تاکہ وہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک

حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہو گی۔ مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں۔ اب ہماری سفارش کے لیے کون کھڑا ہو گا؟ حضرت عیسیٰ حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے حضرت عیسیٰ فرمائیں گے نبی امی ﷺ کے پاس پہنچو۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئینگے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک و تعالیٰ اجازت دے گا۔ اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تر اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہو گی۔ میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا۔ میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک جسم نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو سفارشی بنا کر لے چلیں۔ اور اس کے لیے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اس نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا اس لیے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے۔ یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہو گا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکسان بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا۔ اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے۔ ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بیزاری سے بھی زیادہ بیزاری اللہ تعالیٰ کی تم سے اس وقت تھی جبکہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعبی فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا۔ یہ آیتیں ﴿ هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ تک اسی بیان میں ہیں۔ اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا ﴿ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے۔ جہاں چاہیں جائیں آئیں چلیں پھریں کھائیں پئیں۔ ہمیشہ ہمیش کے لیے وہیں رہیں کہیں نہ آزردہ ہوں نہ دل بھرے نہ طبیعت بھرے نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں۔ وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہو گا جیسے فرمان ہے ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لیے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغہ انہیں سلام علیک کہیں گے الخ۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے اور آیت میں ہے وہاں تحیۃ اور سلام ہی سنائے جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾ ان کی پکار وہاں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کا بیان ہو گا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہو گا اور ان کی آواز اللہ رب العالمین کی حمد ہو گی۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان

میں ہیں۔ جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرمارہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا۔ اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں۔

کلمہ طیبہ اور شجرہ طیبہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ جما ہوا ہے۔ اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کھجور کا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابو بکرؓ ہیں حضرت عمرؓ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپکا ہو رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا تھا جب کہ آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں یوں چپکا رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ حضور (ﷺ) مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچنے کی ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے ہر وقت اپنا پھل لائے۔ یعنی صبح شام ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ بعد میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جاڑے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل اچھے بہت اور عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لیے مثالیں واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی جس کی کوئی اصل نہیں جو مضبوط نہیں۔ اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انسؓ سے بھی آیا ہے اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی۔ جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے۔ کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۝۲۷ۧ

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں ناانصاف لوگوں کو رب بہکا دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے کر گزرے۔

قبر کا سوال وجواب اور عذاب وثواب: صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ہیں۔ یہی مراد اس آیت کی ہے۔ مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے۔ ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے پناہ چاہو۔ بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے۔ اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اسکے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضامندی کی طرف چل۔ وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر بھی وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے۔ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں۔ آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان کے تیسرے آسمان تک۔

اس طرح ساتوں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کی کتاب ﴿ **علیین** ﴾ میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی نداء دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی لپیٹیں اسے آنے لگتی ہیں۔ اس کی قبر بقدر درازگی نظر وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے آپ خوش ہو جائیے۔ اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ اے اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل عیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں

اور کافر بندہ جب دینا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسمانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے۔ جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں۔ اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کی طرف چل۔ اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اسے جہنمی بورے میں

لپیٹ لیتے ہیں۔ اس میں ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی۔ اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے۔ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلیں۔ نہ وہ جنت میں جا سکیں۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کی کتاب ﴿ سجین ﴾ میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پس اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے آیت ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِااللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو شرک کرے۔ گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرندا چک لے جائیں گے یا آندھی کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھاتے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو۔ وہاں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا بھپارہ پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراونی صورت والا برے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے اعمال بد کا مجسمہ ہوں۔ تو یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ وغیرہ)

مسند میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان و زمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اور آسمانوں کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں۔ ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ اور برے شخص کے بارے میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا گونگا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گھن ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے یہ مٹی ہو جاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اسے پھر وہی گھن مارتا ہے۔ یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں اسی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں یہ تیرا ٹھکانا تھا لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔ حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سرسبزی سے بھری رہتی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری پہنچا دوں۔ وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھا دی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔ مومن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اسکے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا

ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور توحید کی اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے لیکن اسے کہا جاتا ہے کہ ابھی یہیں آرام کرو۔ اس کے آخر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے کہا یارسول اللہ ﷺ! جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لیے دیکھیں گے تو حواس قائم رہیں گے۔ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ یا راحت و آرام اور پھل پھول رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی نکل بری بنکر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لیے اور لہو پیپ کھانے کے لیے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کے لیے اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لیے دروازے نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لیے دروازہ نہیں کھلیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لیے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک اسے اللہ عزوجل کے پاس پہنچاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لیے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی۔ اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مومن کی روح کیلئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں ایک ایک کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے منومنوں کی ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال جواب نہ کرو۔ ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا۔ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑو اس کے ذکر کو وہ اپنی ماں ہاویہ میں گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں۔ آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جابین میں اور کافروں کی روحیں برہوت نامی حضر موت کے قید خانے میں جمع رہتی ہیں اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنا دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے سو رہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دولہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ اسے اس خوابگاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں۔ پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔

اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اور اسی پر تیری موت ہے اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو۔ اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے زکوۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتے ہیں نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات صلہ رحمی بھلائی لوگوں سے احسان وغیرہ اس کی پیروں کی طرف ہوتا ہے جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف سے زکوۃ روکتی ہے بائیں طرف سے روزہ پیروں کی طرف سے

اور نیکیاں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو پہلے میں نماز ادا کرلوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی ابھی ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کیا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں۔ یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے۔ ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا اور اسی پر انشاء اللہ دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اسکی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے یعنی مٹی کی طرف۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مومن اپنے روح کے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو زندہ ہے تو خیر اور اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مومن کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اس سے سوال و جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا۔ کیا تو نے آپ کے زمانے کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے جو نہ کبھی سنے نہ رحم کرے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آکر سلام کرتے ہیں۔ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مار مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مومن کہتا ہے کہ میرے نبی محمد بن عبد اللہ ہیں۔ کئی دفعہ اس سے سوال کرتے ہیں اور یہ یہی جواب دیتا ہے۔ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی اور جنت کا ٹھکانا دیکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں دنیا میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابو عبد اللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہؓ کی جماعت کے پاس آکر حضور ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے وضو نے آکر اسے چھڑا لیا۔ میرے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہیں لیکن ذکر اللہ نے آکر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے اس کی نماز نے آکر اسے بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے

ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاء علیہ السلام حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اسے اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھایا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے کہ اسکا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں۔ اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو۔ چنانچہ وہ بولنے چالنے لگتے ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پہ سایہ بن گئی۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ میں اور اس میں حجاب ہے۔ اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوف الٰہی نے آ کر اسے اسکے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا اللہ تعالیٰ سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اسے اوندھا کر دیا گیا ہے کہ جہنم میں ڈال دیں لیکن اسی وقت خوف اللہ تعالیٰ سے اس کا رونا آیا اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اتر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا۔ اسی وقت لا الہ الا اللہ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا قرطبیؒ اس حدیث کو وارد کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ) اس بارے میں حافظ ابویعلی موصلیؒ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے۔ جس میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا میں نے آسانی سختی سے ہر طرح آزما لیا ہے ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا۔ تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام و عیش دوں۔ ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔ سفید ریشمی کپڑے میں اعلے مشک بہ تکلف لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سب آتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک اذخر اس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچے کو لوگ بہلاتے ہیں اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں۔ روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت و رحمت کرتا ہے اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہو گی بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ انہیں کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ ان کی روح کو طیب فرشتے فوت کرتے ہیں۔ اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے آرام و آسائش ہے۔ یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الٰہی کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں۔ اس پر روتے ہیں۔ اسی وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں۔ انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو رخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکریو تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں (ہر ایک اسے جداگانہ بشارت ربانی سناتا ہے۔ یہاں تک اس کی روح عرش الٰہی کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اس وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے۔ یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا۔ سرہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پائنیتوں سے آتی ہے یہاں سے اس کا نمازوں کے لیے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے غرض چاروں طرف سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کے لیے روک ہو جاتی ہے۔ اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ وہ واپس چلا جاتا ہے اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا۔ اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ صحابہؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے گا؟ آپ نے اسی آیت ﴿ یثبت اللہ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبین تھے۔ وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا اب تو وہ اس کیلئے اس کی قبر کو اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اس کے سر کی طرف سے اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں۔ وہ دو سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظریں اٹھا۔ یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے اللہ تعالیٰ کے دوست چونکہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس وقت جو سرور راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے

کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے ہمیشہ کے لیے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابد الاباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ اس کے لیے ستتر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں۔ جہاں سے باد صبا کی لپیٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عزو جل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندے کے لیے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور میرے اس دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے روزی میں برکت دے رکھی تھی۔ اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آ تا کہ میں اس سے انتقام لوں۔ اور اس وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے نہایت بد اور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہو۔ بارہ آنکھیں ہوتی ہیں۔ جہنم کا خار دار لباس ساتھ ہوتا ہے۔ پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لیے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خار دار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم پر مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں۔ پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اسکی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ دشمن الٰہی اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے۔ فرشتہ موت پھر اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس کے چہرے اور کمر پر کوڑے برسانے لگتے ہیں۔ آخر یہاں تک کہ روح سینے پر چڑھ آتی ہے پھر حلق پر پہنچتی ہے پھر فرشتے اس جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں اے لعین و ملعون روح چل ﴿ سینک ﴾ میں اور بھلتے پانی میں اور کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خنکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے اللہ تجھ سے سمجھے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لیے جا رہا تھا خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔ شیطانی لشکر دوڑتا ہے شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں دائیں میں گھس جاتی ہیں۔ کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں۔ اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی جن کی آواز گرج جیسی جن کے دانت درندے جیسے جن کے سانس آگ کے شعلے جیسے جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے۔ جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام و نشان بھی نہیں جن کا نام ہی منکر نکیر ہے۔ جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہہ باندھنے کی جگہ اس کا کفن آ پڑتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا۔ پھر اس زور سے ہتھوڑا اسے مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں۔ پھر لوٹ کر اس سے کہتے ہیں اپنے اوپر کو دیکھ۔ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں و اللہ اگر تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہو گی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے دشمن الٰہی چوں کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کے کام کئے ہیں اب تیری یہ

جگہ ہے۔ و اللہ اس وقت اس کا دل رنج و افسوس سے بیٹھ جاتا ہے۔ جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں اس کے لیے ستتر دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بھی بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انسؓ کے نیچے کا راوی ہے اس کی غرائب و منکرات بہت ہیں اور آئمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے۔ و اللہ اعلم۔ ابو داؤد میں ہے حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی طلب کرو اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔ حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ﴾ الخ کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے۔ وہ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی۔ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ یعنی دوزخ ہے جس میں یہ سب جائیں گے۔ جو بدترین ٹھکانا ہے۔ انہوں نے اللہ کے ہمسر بنالیے کہ لوگوں کو راہ الٰہی سے بہکائیں۔ تو کہدے کے خیر مزے کرلو۔ تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے۔

نعمت کی ناقدری کی سزا: صحیح بخاری میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ معنی میں ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ﴾ ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا الخ۔ بوار کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ ﴿ بَارَ یَبُوْرُ بَوْرًا ﴾ بوراً کے معنی ہالکین کے ہیں۔ مراد ان لوگوں سے بقول ابن عباسؓ کفار اہل مکہ ہیں اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ایہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے۔ لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباسؓ کا اول ہی ہے گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار کو شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لیے نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت و نعمت کی قدر دانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباسؓ کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے۔ ﴿ ابن الکواء ﴾ کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا مراد اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ و اللہ اعلم۔ میرے علم میں اگر کوئی آج مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو گو سمندروں پار ہو لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبد اللہ بن الکواء کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنو امیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا اور احد میں ابو سفیان۔ اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمرؓ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔ ابن عباس نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔

میرے ماموں اور تیرے چچا میری ممیال والے تو بدر کے دن ماپید ہو گئے اور تیرے چچاوالوں کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے۔ انہوں نے خود شرک کیا دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھاپی لو پہن اوڑھ لو۔ آخری ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے پھر سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔ دنیاوی نفع گو وہ لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف۔ اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

میرے ایماندار بندوں سے کہدے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید فروخت ہوگی نہ دوستی اور محبت۔

اللہ کا حکم نماز وزکوۃ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنا حق ماننے کا اور مخلوق خدا سے احسان وسلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے اور زکواۃ ضرور دیتے رہیں قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی حدود کی رکوع کی خشوع کی سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ خدا کی دی ہوئی روزی کو اس کی راہ میں پوشیدگی سے اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لیے اوروں کو بھی دینی چاہیئے تاکہ اس دن مخلصی ملے جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہوگی نہ کوئی دوستی آشنائی ہوگی۔ کوئی اپنے تئیں بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن ہے جیسا فرمان ہے ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل وانصاف ہی ہوگا۔ ﴿ خلال ﴾ مصدر ہے۔ ﴿ امراء القیس ﴾ کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے۔ دنیا میں لین دین محبت دوستی کام آجاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لیے نہ ہو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سوداگری کوئی میل وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیے میں دینا چاہے لیکن رد ہے۔ کسی کی دوستی کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دیگی۔ فرمان خدا ہے ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا ﴾ الخ اس دن کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائیگا نہ کسی کو کسی کی شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔ فرمان ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ایماندارو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیوپار ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے ہیں۔ اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔ اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ اسی نے تمہارے لیے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے۔ کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے۔ اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اللہ کی نعمتیں اور اس کی شکر گزاری: اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے۔ زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں۔ تم وہاں کا مال یہاں اور یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں۔ تم ان کا پانی پیو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو۔ نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائماً چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں ٹکر ہو نہ آگا پیچھا ہو۔ دن رات انہیں کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ اللہ عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لیے مہیا کر دی ہیں۔ تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں۔ مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے۔ تم سے تو انکی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے انکی گنتی کر سکیں لوگو صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تیرے ہی لیے سب حمد و ثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں۔ پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں۔ یااللہ تو معاف فرما۔ بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے۔ ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی۔ دوسرے میں گناہ ہوں گے تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے۔ اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گا کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اسکی نیکیاں بڑھا دے گا۔ اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرمادے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخشدیں۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ ہی کے لیے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگھٹے رونگھٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾

ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔ میرے پالنے والے خدا انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا رکھا ہے۔ میری تابعداری کرنے والا میرا ہے۔ اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔

مکہ کے لئے دعائے امن: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتداً توحید اللہ پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی جو الٰہی تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت اللہ کا گھر مکہ مکرمہ اللہ کا ہی ہے جس میں علاوہ اور بہت سی واضح نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا وہ امن وامان میں آگیا۔ اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل اللہ نے دعا کی کہ یا اللہ اس شہر کو پرامن بنا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام واسحٰق علیہ السلام جیسے بچے عطا فرمائے۔ حضرت اسماعیل حضرت اسحٰق سے تیرہ سال بڑے تھے۔ اس سے پہلے جبکہ آپ حضرت اسماعیل کو دودھ پیتا ان کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ پس اس دعا میں بلد پر لام نہیں ہے اس لیے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا بلد کو معرف باللام لائے۔ سورۃ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت وتفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعا میں اپنی اولاد کو بھی اور اپنے ماں باپ کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہکایا جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخشدے تو تو عزیز وحکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف خدا کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور علیہ السلام نے خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا یہ قول ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ ﴾ الخ تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا حکم ہوا کہ جاؤ اور کہدو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے ناراض نہ کریں گے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما۔ تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔

پھلوں کی فروانی کی دعائے ابراہیم: یہ دوسری دعا ہے۔ پہلی دعا اس شہر کو آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی۔ اسی لیے یہاں ﴿ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ متعلق ہے لفظ ﴿ المحرم ﴾ کے ساتھ یعنی اسے با حرمت اس لیے بنایا ہے کہ یہاں والے اطمینان یہاں نمازیں ادا کر سکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اگر سب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس و روم یہود و نصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کے لیے یہ دعا کی۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے ﴿ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر طرح کے وہاں موجود چو طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿38﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿39﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ﴿40﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾ ع

اے ہمارے پروردگار تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ہم ظاہر کریں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش دے جس دن حساب ہونے لگے۔

حضرت ابراہیم کی ایک اور دعا: خلیل خدا علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تو میرے ارادے اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میری چاہت ہے کہ یہاں رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسمٰعیل علیہ السلام بھی اسحٰق علیہ السلام بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا۔ پس تیرا شکر ہے یا اللہ تو مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولا میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما ﴿ وَلِوَالِدَيَّ ﴾ کی قرائت بعض نے ﴿ وَلِوَالِدِيْ ﴾ بھی کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے

کہ آپ کا والد اللہ کی دشمنی پر ہی مرا ہے جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾

ناانصافوں کے اعمال سے خدا کو غافل نہ سمجھ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ کر رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی۔ اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے۔

اللہ کی دی ہوئی مہلت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا خدا کو علم ہی نہیں اسی لیے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں۔ نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ڈھیل خود اس کی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے جس دن ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی دیدے چڑھا دیں گے۔ سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گی۔ کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔ سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے۔ دوڑے بھاگے حضور ﷺ کی حاضری کے لیے بیتابانہ آئیں گے۔ آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہو گا کہ گویا اڑے جاتے ہیں خالی پڑے ہیں خوف کے سوا کوئی چیز نہیں وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۗ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

لوگوں کو اس دن سے ہشیار کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آ جائے گا۔ اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں۔ کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے؟ کہ تمہارے لیے زوال ہی نہیں اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا کچھ کیا۔ ہم نے تو تمہارے سمجھانے کو بہت سی مثالیں بیان کر دی تھیں۔ یہ اپنی چالیں چل ہی رہے ہیں۔ اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ان کی چالیں ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

قیامت کے دن دنیا میں بھیجنے کی آرزو نامنظور: ظالم اور ناانصاف لوگ عذاب اللہ دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور

دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم حکم برداری کرلیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کرلیں۔ اور آیت میں ہے موت کو دیکھ کر کہتے ہیں ﴿ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴾ یااللہ اب واپس لوٹا دے الخ۔ یہی مضمون آیت ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ ﴾ الخ میں ہے یعنی اے مسلمانو تمہیں تمہارے مال اولاد یاد اللہ سے غافل نہ کردیں۔ ایسا کرنے والے لوگ ظاہر خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے۔ تو میں خیرات ہی کرلوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤ۔ یاد رکھو اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا چنانچہ سورۃ سجدہ کی آیت ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ میں ہے کہ کاش تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں دنیا میں ایک بار بھیجدے کہ ہم یقین والے ہوکر نیک اعمال کرلیں۔ یہی بیان آیت ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ﴾ اور آیت ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ﴾ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں قیامت کوئی چیز ہی نہیں مرکر اٹھنا ہی نہیں اب اسکا مزا چکھو یہ کہا کرتے تھے اور خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا

پھر فرماتا ہے کہ تم آپ دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلے کہ تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا۔ ان کی مثالیں ہم تم سے بھی بیان کرچکے کہ ہمارے عذابوں نے انہیں کیسے غارت کردیا۔ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چوکنا نہیں ہوتے یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا اس نے دو بچے گدھ کے لے کر پالے۔ جب وہ بڑے ہوگئے جوانی کو پہنچے طاقت و قوت والے ہوگئے تو ایک چھوٹی سے چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا۔ دوسرے سے دوسرے کو باندھ دیا۔ انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا۔ خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا۔ بھوکے گدھ وہ کھانے کے لیے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے۔ اب جبکہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں مکھی کی طرح کی نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکادی۔ اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا اس لیے جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے کے لیے نیچے اترنا شروع کردیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے۔ عبد اللہؓ کی قرات میں ﴿ كَادَ مَكْرُهُمْ ﴾ ہے۔ حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عمرؓ کی قرائت بھی یہی ہے۔ یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا۔ اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا۔ اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سمایا تھا۔ بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہوگئی اور ذلت وخواری پستی و تنزل کے ساتھ حقیر و ذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر اس حیلہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا۔ یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اسکی نظروں سے غائب ہوگئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا ذرا سی دیر بعد پھر یہی غیبی ندا سنائی دی اب تو اس کا پتہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کردیا۔ حضرت مجاہدؒ کی قراءت میں ﴿ لَتَزُوْلُ ﴾ ہے بدلے میں ﴿ لِتَزُوْلَ ﴾ کے۔ ابن عباسؓ ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مکر پہاڑوں کو زائل نہیں کرسکتے۔ حسن بصریؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریرؒ اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک و کفر پہاڑوں وغیرہ کو نہیں ہٹا سکتا کوئی ضرر دے نہیں سکتا۔ صرف اس کا وبال انہیں کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمان اللہ بھی ہے ﴿ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾ زمین پر اکڑفوں سے نہ چل نہ تو تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباسؓ کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کردینے والا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ ﴾ اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاکؒ و قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔

قیامت کے دن زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے: اللہ تعالٰی اپنے وعدے کو مقرر اور موکد کر رہا ہے کہ دنیا و آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کا خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں وہ سب پر غالب ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا۔ قیامت کے دن ان پر حسرت و مایوسی طاری ہوگی۔ اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی۔ اسی طرح آسمان بھی بدل دیے جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید ٹکیا ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نہ ہوگی۔ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا آیت ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ ﴾ کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا تھا۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لیکر سلام علیک کہا۔ میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا۔ میں نے کہا بے ادب یارسول اللہ نہیں کہتا اور آپکا نام لیتا ہے۔ اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے۔ آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے۔ یہودی نے کہا سنئیے میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اسے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کرلو۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائینگے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں۔ اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے رکون لوگ پار ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی۔ یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک اور بات پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اسنے کہا سن تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے یہودی نے کہا بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اس نے جب مجھ سے سوال کیا مجھے کوئی جواب معلوم نہ تھا لیکن اس وقت اللہ تعالٰی نے مجھے جواب سکھلایا (مسند احمد۔) ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہوگی۔ پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں اس زمین کو بدل دیا جائے گا اور زمین سفید میدے کی ٹکیا جیسی ہوگی جس میں نہ

کوئی خون بہا ہو گا اور نہ کوئی خطا ہو گی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کی آواز کانوں میں ہو گی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہو گی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہو گا۔ نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہو گا۔ اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ سے پوچھا جانتے ہو میں نے انکے پاس آدمی کیوں بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اسکے رسول کو۔ آپ نے فرمایا آیت ﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ ﴾ الخ کے بارے میں یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہو گی۔ جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ سفید ہو گی جیسے میدہ اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہو گی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہو گا ابیؓ فرماتے ہیں وہ باغات بنا ہوا ہو گا۔ محمد بن قیسؒ کہتے ہیں روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں تلے سے ہی کھالیں۔ سعید بن جبیرؒ یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی۔ اس کے پیچھے جنت ہو گی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گی لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا ہو گا۔ انسان کا پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہو گا پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی اور گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اسکی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعب کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے۔ سمندر آگ ہو جائیں گے۔ زمین بدل دی جائی گی۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عقاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا۔ اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔ پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل پڑے گی۔ پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ واحد وقہار کے سامنے روبرو ہو جائے گی۔ وہ اللہ جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے۔ سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہو گی۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگے گی۔

اہل جہنم گندھک کے لباس میں قید: زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہے اس دن اے نبی تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ ظالموں کو اور ان کے جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کر دو۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾ جبکہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں گے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿ وَاِذَا اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملائے جلائے ڈالے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی ﴿ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴾ کا لفظ ہے اصفاد کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو۔ عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد بمعنے زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے جو کپڑے انہیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے۔ یہ لفظ ﴿ قَطِرَانٍ ﴾ بھی ہے ﴿ قَطْرَان ﴾ بھی ہے ابن عباس

فرماتے ہیں پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان جہنمیوں کے لباس ہوں گے ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے۔ چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی۔ سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منہ بگڑ گئے ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو ان سے نہ چھوٹیں گے (۱) حسب پر فخر (۲) نسب میں طعنہ زنی (۳) ستاروں سے بارش کی طلبی (۴) میت پر نوحہ سنو نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی۔ گندھک کا کرتا ہو گا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دے گا بروں کی برائیاں سامنے آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بندے کے حساب کے وقت کا بیان ہو یعنی بہت جلد حساب ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسی ساری مخلوق جیسے فرمان ہے ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطہ میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا و اللہ اعلم۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾ ع

یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلمند لوگ سوچ (سمجھ) لیں۔

قرآن دنیا کے نام کھلا پیغام: ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف خدا کا کھلا پیغام ہے۔ جیسے اور آیت میں نبی ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ﴾ یعنی تاکہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو

اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں ڈرا دیئے جائیں اور اس کی دلیلیں حجتیں دیکھ کر پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت وعظ و پند حاصل کر لیں۔ سوچ سمجھ لیں۔

﴿ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴾ سورۂ ابراہیم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ حجر مکیہ

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الٰہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن۔

سورتوں کے اول میں جو حروف مقطعہ آئے ہیں ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰه﴾ تیرہواں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾

وہ بھی وقت ہوگا کہ کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے۔ تو انہیں کھاتا نفع اٹھاتا اور امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دے یہ خود بھی جان لیں گے۔ کسی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر کہ اس کیلئے مقررہ نوشتہ تھا کوئی گروہ اپنی موت سے نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے۔

قیامت کے دن کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے: کافر اپنے کفر پر عنقریب نادم و پشیمان ہوں گے اور مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی تمنا کریں گے۔ یہ بھی مروی ہے کہ کفار بدر جب جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ بھی دنیا میں مومن ہوتے یہ بھی ہے کہ ہر کافر اپنی موت کو دیکھ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرتا ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی ہر کافر کی یہی تمنا ہوگی جہنم کے پاس کھڑے ہو کر کہیں گے کہ کاش کہ اب ہم واپس دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو نہ تو اللہ کی آیات کو جھٹلائیں نہ ترک ایمان کریں جہنمی لوگ اوروں کو جہنم سے نکلتے دیکھ کر بھی اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ گناہ گار مسلمانوں کو جہنم میں مشرکوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ روک لے گا تو مشرک ان مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس اللہ کی تم دنیا میں عبادت کرتے رہے اس نے تمہیں آج کیا فائدہ دیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اور ان مسلمانوں کو جہنم سے نکال لے گا اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ کاش کہ وہ دنیا میں مسلمان ہوتے ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں کے اس طعنے پر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے آزاد کردو الخ طبرانی میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں میں سے بعض لوگ بسبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے پس لات وعزیٰ کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے لا الہ الا اللہ کہنے نے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دیگا جیسے چاند گہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا حضرت انسؓ سے یہ حدیث سن کر کسی نے کہا کیا آپ نے اسے رسول ﷺ کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ مجھ پر قصداً جھوٹ بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں بنالے باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول کریم ﷺ کی زبانی سنی ہے اور روایت میں ہے کہ مشرک لوگ اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم تو مسلمان تھے پھر تمہیں اسلام نے کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہمارے گناہ تھے جن کی پاداش میں ہم پکڑے گئے الخ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چھٹکارے کے وقت کفار کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اور ان کی طرح جہنم سے چھٹکارا پاتے پھر حضور ﷺ نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر شروع سورۃ سے ﴿ مُسْلِمِيْنَ ﴾ تک تلاوت فرمائی یہی روایت اور سند سے ہے اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا ہے عوض ﴿ اَعُوْذُ ﴾ کے اور روایت میں ہے کہ ان مسلمان گنہگاروں سے مشرکین کہیں گے کہ تم تو دنیا میں یہ خیال کرتے تھے کہ تم اولیاء اللہ ہو پھر ہمارے ساتھ یہاں کیسے؟ یہ سن کر اللہ ان کی شفاعت کی اجازت دیگا پس فرشتے اور نبی اور مومن شفاعت کرینگے اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے نکلتا جائے گا اس وقت مشرک لوگ کہیں گے کاش کہ وہ بھی مسلمان ہوتے تو شفاعت سے محروم نہ رہتے اور ان کے ساتھ جہنم سے چھوٹ جاتے یہی معنی اس آیت کے ہیں

یہ لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر قدرے سیاہی ہوگی اس وجہ سے انہیں جہنمی کہا جاتا ہوگا پھر یہ دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ لقب بھی ہم سے ہٹا دے پس انہیں جنت کی ایک نہر میں غسل کرنے کا حکم ہوگا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو آگ ان کے گھٹنوں تک پکڑے گی اور بعض کو زانو تک اور بعض کو گردن تک جیسے جن کے گناہ اور جیسے جن کے اعمال بعض ایک مہینے کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو جہنم میں اتنی مدت رہے گا جتنی مدت دنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے دنیا کے آخری دن تک جب ان کے نکالنے کا ارادہ اللہ کرے گا اس وقت یہود و نصاریٰ اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہل توحید سے کہیں گے کہ تم اللہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم اور تم جہنم میں یکساں ہیں پس اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا کہ اور کسی اور بات پر اتنا غصہ نہ آیا تھا پھر ان موحدوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی نہر کے پاس لایا جائے گا یہ ہے فرمان ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ ﴾ میں پھر بطور ڈانٹ کے فرماتا ہے کہ انہیں کھاتے پیتے اور مزے کرتے چھوڑ دے آخر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے تم کھا پی لو تمہارا مجرم ہونا ثابت ہو چکا۔ انہیں ان کی دور دراز کی خواہشیں توبہ کرنے سے اللہ کی طرف جھکنے سے غافل رکھیں گی عنقریب حقیقت کھل جائے گی۔

ہم کسی بستی کو دلیلیں پہچانے اور انکا مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے ہاں جب وقت مقررہ آ جاتا ہے پھر تقدیم تاخیر ناممکن ہے اس میں اہل مکہ کی تنبیہ ہے کہ وہ شرک سے الحاد سے پیغمبر ﷺ کی مخالفت سے باز آ جائیں ورنہ مستحق ہلاکت ہو جائیں گے اور اپنے وقت پر تباہ ہو جائیں گے۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

کہنے لگے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے اگر تو سچا ہی ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیئے گئے نہیں ہو سکتے۔ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

کافروں کی سرکشی ضد اور تکبر: کافروں کا کفرانکی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے۔ کہ وہ بطور مذاق اور ہنسی کے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن اللہ کا کلام اتر رہا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں۔ اگر سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿ لَوْ لَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ اس پر سونے کے کنگھن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟ رب کی ملاقات کے منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آ گئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے فرشتوں کو دیکھ لینے کا جب دن آ جائے گا اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی یہاں بھی فرمان ہے کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی۔ اس ذکر یعنی قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں ہمیشہ تغیر و تبدل سے بچا رہے گا بعض کہتے ہیں کہ لَهٗ کی ضمیر کا مرجع نبی ﷺ ہیں یعنی قرآن اللہ ہی کا نازل کیا ہوا ہے اور نبی ﷺ کا حافظ وہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ تجھے لوگوں کی

ایذا رسانی سے اللہ محفوظ رکھے گا لیکن پہلا معنی اولیٰ ہے اور عبارت کی ظاہر روانی بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

ہم نے اگلی امتوں میں بھی اپنے رسول برابر بھیجے لیکن جو رسول آیا اسی کا انھوں نے مذاق اڑایا۔ گنہگاروں کے دلوں میں ہم اسی طرح یہی رچا دیا کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً اگلوں کا طریقہ گزرا ہوا ہے۔

انبیاء کا مذاق نتیجہ ہلاکت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ سے پہلے کے نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں ہر امت کے رسول کی تکذیب ہوئی ہے اور اسے مذاق میں اڑایا گیا ہے ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بسبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول رچا دی جاتی۔ ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں نہ کریں اگلوں کی عادت ان کے سامنے ہے جس طرح وہ ہلاک اور برباد ہوے اور ان کے انبیاء نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں دنیا آخرت کی بھلائی نبی ﷺ کی متابعت میں اور دونوں جہاں کی رسوائی نبی ﷺ کی مخالفت میں ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

اگر ہم ان پر آسمان کا دروازہ کھول بھی دیں اور یہ وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں جب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔

باطل پرستی اس حد تک؟ ان کی سرکشی ضدہٹ خود بینی اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ کر نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے آنکھیں بہکا دی گئی ہیں جادو کر دیا گیا ہے نگاہ چھین لی گئی ہے دھوکہ ہو رہا ہے بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لیے اسے زینت والا کیا ہے اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ ہاں جو سننے کو چرانا چاہے اس کے پیچھے کھلا شعلہ لگتا ہے۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر پہاڑ لا رکھے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز باندازہ اگا دی ہے اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنا دی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔

ستارے اور شیطان: اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور و فکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لئے بہت پا سکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں پر ستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ﴾ بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں عطیہ کہتے ہیں وہ جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔ کبھی تو یہ نیچے والے کے کان میں ڈال دے اس سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں صراحۃً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں، جیسے زنجیر پتھر پر پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے۔ اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔ فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کے لئے جنات اوپر کو چڑھتے ہیں اور اسی طرح ایک پر ایک ہوتا ہے راوی حدیث حضرت صفوان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتلایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لیا اس سننے والے کا کام شعلہ کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں کہہ دے اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں دونی لیتا ہے جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان کی بات اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی، صحیح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا بالکل سچ نکلا پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا پھیلایا اس میں پہاڑ بنائے جنگل اور میدان قائم کئے کھیت اور باغات اگائے اور تمام چیزیں باندازہ اور بمناسبت اور بموزونیت ہر ہر زمین کے ہر ہر موسم کے ہر ہر ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کی خوشگواری کی ہیں۔ زمین میں قسم قسم کی معیشت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی بنا دیے جن کے روزی رساں تم نہیں ہو یعنی چوپائے اور جانور، لونڈی غلام وغیرہ پس قسم قسم کی چیزیں قسم قسم کے اسباب قسم قسم کی راحت ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے جانوروں کو تمہارے زیر دست کر دیا کہ کھاؤ بھی سواریاں بھی کرو لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو انکی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمے نہیں بلکہ انکار رزاق بھی اللہ تعالیٰ عالم پروردگار ہے۔ نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے۔ فسبحٰنہ ما اعظم شانہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۡ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

جتنی بھی چیزیں ہیں سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔ ہم بوجھل کرنے والی ہوائیں چلا کر پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پلاتے ہیں تم کچھ اس کے ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی بالاخر وارث ہیں تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔ تیرا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا بڑے علم والا ہے۔

ہر قسم کے خزانے اللہ کے پاس ہیں: تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں جتنا اور جب اور جہاں چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے یہ محض اس کی مہربانی ہے ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ ؓ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے ہاں تقسیم اللہ کے ہاتھ میں ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی حکم بن عیینہ سے بھی یہی قول مروی ہے کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اگا۔ بزار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے جب کہا ہو جا ہو گیا اس کا ایک راوی قوی نہیں ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ لائے ہیں اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تاکہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو بارداری کم از کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر سے اٹھاتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بتہ کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے ابن جریر ؒ میں بسند ضعیف ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواوں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نام اذیب ہے تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لاو اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں جیسے سورۃ واقعہ میں بیان فرمایا کہ جس میٹھے کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکر گزاری نہیں کرتے اور آیت میں ہے کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو ہم ہی برساتے ہیں ہم جہاں چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں جہاں چاہتے ہیں محفوظ کر دیتے ہیں اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا بچایا میٹھا کیا ستھرا کیا کہ تم پیو اپنے جانوروں کو پلاو اپنی کھیتیاں اور باغات بساو اپنی ضرورتیں پوری کرو ہم مخلوق کی ابتدا پھر اسکے اعادہ پر قادر ہیں سب کو عدم سے وجود میں لائے سب کو پھر معدوم ہم کریں گے پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں اول آخر سب ہمارے علم میں ہے پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانہ سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم ؑ تک کے اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانہ کے لوگ ہیں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری اس بارے میں ایک غریب حدیث بھی وارد ہے ابن جریر ؒ میں ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ وہ نگاہ نہ چڑھے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے عبدالرزاق میں ابوالجوزا کا قول اس آیت کے بارے

میں مروی ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباسؓ کا اس میں ذکر نہیں امام ترمذی فرماتے ہیں یہی زیادہ مشابہ ہے واللہ اعلم محمد بن کعبؒ کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت و علم والا ہے یہ سن کر حضرت عون نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا

انسان کی پیدائش: ﴿صلصال﴾ سے مراد خشک مٹی ہے اسی جیسی آیت ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴾ ہے یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حماء کہتے ہیں۔ مسنون کہتے ہیں چکنی کو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں تر مٹی۔ اوروں سے مروی ہے بودار مٹی اور گندھی ہوئی مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے۔ سموم کہتے ہیں۔ آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لپٹیں اس گرمی کا سترواں حصہ ہیں جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلوں سے بنائے گئے ہیں یعنی بہت بہتر آگ سے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے اس آیت سے مراد حضرت آدمؑ کی فضیلت و شرافت اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

جبکہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو خمیر کی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جبکہ میں اسے پورا بنا چکوں اور اپنی اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کر لیا۔ مگر ابلیس کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

فرشتوں کا آدم کو سجدہ اور ابلیس کا انکار: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے انکی پیدائش کا ذکر فرشتوں میں اس نے کیا۔ اور بعد پیدائش کے انکی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اس حکم کو

سب نے مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر و حسد انکار و تکبر فخر و غرور کیا۔ صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا۔ یہ خاک کا بنایا ہوا۔ میں جو اس سے بہتر ہوں اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ گو تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ابن جریر نے یہاں ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں تم اسے سجدہ کرنا انھوں نے کہا ہم ایسا نہ کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو آگ نے جلا دیا پھر اور فرشتے پیدا کئے گئے ان سے بھی یہی کہا گیا انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا اپنے انکار پر جما رہا۔ لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے واللہ اعلم۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیونکہ تو راندہ درگاہ ہے۔ تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک۔ کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا تو ان میں ہے جنہیں مہلت ملی ہے روز مقرر کے وقت تک کی۔

ابلیس راندہ درگاہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کا امر کیا جو نہ ٹلے نہ ٹالا جا سکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پھٹکارا ہوا ہے قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدل گئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی۔ دنیا میں تمام نوحے اسی ابتدا سے ہیں مردود و مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے۔ اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے پس اس کی یہ درخواست منظور کی گئی اور مہلت مل گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

کہنے لگا کہ اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے مزین کروں گا اور ان سب کو بھی بہکاؤں گا۔ بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

ابلیس کا ناپاک عہد: ابلیس کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر کہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ اس نے کہا کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی اولاد آدم کے لئے زمین میں تیری نافرمانیوں کو خوب زینت دار کر کے دکھاؤں گا اور انہیں رغبت دلا دلا کر نافرمانیوں میں مبتلا کروں گا جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا کہ سب کو ہی بہکا دوں لیکن ہاں تیرے مخلص بندے میرے ہاتھ نہیں آسکتے اور آیت میں بھی ہے کہ گو تو نے اسے مجھ پر برتری دی ہے لیکن اب میں بھی اس کی اولاد کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ چاہے کچھ تھوڑے سے چھوٹ جائیں باقی سب کو ہی لے ڈوبوں گا اس پر جواب ملا کہ تم سب کا لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اعمال کا بدلہ میں ضرور دوں گا۔ نیک کو نیک بد کو بد۔ جیسے فرمان ہے کہ تیرا رب تاک میں ہے غرض لوٹنا اور لوٹنے کا راستہ اللہ ہی کی طرف ہے ﴿عَلَیَّ﴾ کی ایک قرات ﴿عَلِیٌّ﴾ بھی ہے جیسے آیت ﴿ وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ﴾ میں ہے یعنی بلند لیکن پہلی قرات مشہور ہے۔ جن بندوں کو میں نے ہدایت پر لگا دیا ہے ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور تیرے تابعداروں پر ہے یہ استثناء منقطع ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ بستیوں سے باہر نبیوں کی مسجدیں ہوتی تھیں جب وہ اپنے رب سے کوئی خاص بات معلوم کرنا چاہتے تو وہاں جا کر جو نماز مقدر میں ہوتی ادا کر کے سوال کرتے ایک دن ایک نبی کے اور اس کے قبلے کے درمیان شیطان بیٹھا اس نبی نے تین بار کہا ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾ شیطان نے کہا اے نبی اللہ آخر آپ میرے داؤں سے کیسے بچ جاتے ہیں؟ نبی نے کہا کہ تو بتا کہ تو بنی آدم پر کس داؤں سے غالب آجاتا ہے؟ آخر معاہدہ ہوا کہ ہر ایک صحیح چیز دوسرے کو بتادے تو نبی اللہ نے کہا سن اللہ کا فرمان ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی اثر نہیں صرف ان پر ہے جو خود گمراہ ہوں اور تیری ماتحتی کریں۔ اس اللہ کے دشمن نے کہا یہ آپ نے کیا فرمایا اسے تو میں آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جانتا ہوں نبی نے کہا اور سن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب شیطانی حرکت ہو تو اللہ سے پناہ طلب کر وہ سننے جاننے والا ہے واللہ تیری آہٹ پاتے ہی میں اللہ سے پناہ چاہ لیتا ہوں اس نے کہا سچ ہے اسی سے آپ میرے پھندے میں نہیں پھنستے۔ نبی اللہ نے فرمایا اب تو بتا کہ ابن آدم پر کیسے غالب آجاتا ہے اس نے کہا کہ میں اسے غصے اور خواہش کے وقت دبوچ لیتا ہوں پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی ابلیس کی پیروی کرے وہ جہنمی ہے یہی فرمان قرآن سے کفر کرنے والوں کی نسبت ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جہنم کے کئی ایک دروازے ہیں ہر دروازے سے جانیوالا ابلیسی گروہ مقرر ہے اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان کے لئے دروازے تقسیم شدہ ہیں حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں گے عکرمہؒ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ ابن جریر سات دروازوں کے نام یہ بتلاتے ہیں (۱) جہنم۔ (۲) لظے۔ (۳) حطمہ۔ (۴) سعیر۔ (۵) سقر۔ (۶) جحیم۔ (۷) ہاویہ۔

ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے قتادہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال انکی منزلیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مثلاً "ایک دروازہ یہود کا ایک نصاریٰ کا ایک صابیوں کا ایک مجوسیوں کا ایک مشرکوں کافروں کا ایک منافقوں کا ایک اہل توحید کا لیکن توحید والوں کو نجات کی امید ہے باقی سب ناامید ہو گئے ہیں ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک ان کے لئے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کے ٹخنوں تک آگ ہو گی بعض کی کمر تک بعض کی گردنوں تک غرض گناہوں کی مقدار پر۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ

الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

پرہیز گار لوگ جنتی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ سلامتی اور امن کے ساتھ یہاں آ جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکال دیئے جائیں۔ میرے بندوں کو خبر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک والے ہیں۔

جنت میں بھائی چارہ کا ایک منظر: جہنم والوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات اور نہروں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے ہر ڈر خوف اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ نہ فنا نہ کمی۔ اہل جنت کے دلوں میں گو دنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر تمام کینے کپٹ کاوشیں دھل جائیں گی۔ ابوامامہؓ فرماتے ہیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بے کینہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لیے جائیں گے جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں تھے ان کا ادلہ بدلہ ہو جائے گا اور پاک دل صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔ اشترؒ نے حضرت علیؓ کے پاس جانیکی اجازت مانگی اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا کہ شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر میں اجازت دی؟ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان کے صاحبزادے ہوں تو بھی آپ مجھے اسی طرح روک دیں؟ آپ نے فرمایا بیشک مجھے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کر دی بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوس فرما ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ حضرت علیؓ کے اصحاب جمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ تعالیٰ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا کہ اللہ کا عدل اس سے بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ کل قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہؓ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی نے اس دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصہ ہو کر جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا ابن جرموز جو حضرت زبیرؓ کا قاتل تھا جب دربار علیؓ میں آیا تو آپ نے بڑی دیر بعد اسے داخلے کی اجازت دی اس نے آکر حضرت زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ میں مٹی۔ میں اور طلحہؓ اور زبیرؓ تو ان شاء اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے حضرت علی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے کثیر النوا کہتے ہیں میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں واللہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بری ہوں اس وقت حضرت جعفرؒ نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں' ان دونوں بزرگوں (یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ) سے تو اے کثیر محبت رکھ اگر اس میں تجھے گناہ ہو تو میری گردن پر پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی

اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے (۱) ابو بکر '(۲) عمر '(۳) عثمان '(۴) علی '(۵) طلحہ '(۶) زبیر '(۷) عبدالرحمن بن عوف '(۹) سعد بن ابی وقاص 'سعید بن زید '(۱۰) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ آمنے سامنے ہوں گے تاکہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ کے ایک مجمع میں آکر اسے تلاوت فرماکر فرمایا کہ یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے وہاں انہیں کوئی مشقت تکلیف اور ایذا نہ ہوگی بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنادوں جس میں نہ شور غل ہے نہ تکلیف و مصیبت یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ اے جنتیو! تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور ہمیشہ یہیں رہو گے کبھی نکالے نہ جاؤ گے۔ اور آیت میں ہے کہ وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھینے گی۔ اے نبی آپ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ میں ارحم الراحمین ہوں اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں۔ اسی جیسی آیت اور بھی گزر چکی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہیے حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں جنت دوزخ کی یاد کرو اس وقت یہ آیتیں اتریں۔ یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے آپ ﷺ بنو شیبہ کے دروازے سے صحابہؓ کے پاس آکر کہتے ہیں میں تو تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے پاوں پھر ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ابھی میں جا ہی رہا تھا جو حضرت جبرئیل آئے اور فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تو میرے بندوں کو ناامید کر رہا ہے؟ انہیں میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے المناک ہونے کی خبر دیدے اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر بندے اللہ تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو معلوم کر لیں تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾

رقع ارلع

انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا بھی حال سنادے۔ کہ جب انہوں نے اس کے پاس آکر سلام کہا تو اس نے کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ انھوں نے کہا ڈر نہیں ہم تجھے ایک ہوشیار دانا فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔ کہا کیا اس بڑھاپے کے دبوچ لینے کے بعد تم مجھے خوشخبری دیتے ہو؟ یہ خوشخبری تم کیسے دے رہے ہو۔ انھوں نے کہا بالکل سچی ' تجھے لائق نہیں کہ ناامید لوگوں میں شامل ہو جا۔ کہا اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بہکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم کو اسحاق کی بشارت: لفظ ضَیف واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے جیسے ذور اور سفر یہ فرشتے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل اللہ کے پاس آئے تھے۔ آپ نے بچھڑا کاٹ کر اس کا گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو آپ سے ڈر لگنے لگا فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں پھر حضرت اسحٰق کے ہونے کی بشارت سنائی جیسے کہ سورہ ہود میں ہے تو آپ نے اپنے اور اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور

کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زوردار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور ناامیدی سے دور رہنے کی تعلیم کی تو آپ نے اپنے عقیدے کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾

پوچھا کہ اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا ایسا کیا اہم کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر خاندان لوط کہ ہم ان سب کو تو ضرور بچالیں گے۔ بجز لوط کی بیوی کے کہ ہم نے اسے رکنے اور باقی رہ جانے والوں میں مقرر کر دیا ہے۔

قوم لوط کی طرف عذاب کے فرشتے: حضرت ابراہیمؑ کا جب ڈر خوف جاتا رہا ہے بلکہ بشارت بھی دی گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی انھوں نے بتلایا کہ لوطیوں کی بستیاں الٹنے کے لئے ہم آئے ہیں مگر حضرت لوطؑ کی آل نجات پالیگی ہاں اس آل میں انکی بیوی بچ نہیں سکتی وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾

جب بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے۔ تو لوط نے کہا کہ تم لوگ تو کچھ اجنبی سے معلوم ہو رہے ہو۔ انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک وشبہ کر رہے تھے۔ ہم تو تیرے پاس صریح حق لائے ہیں اور ہیں بھی بالکل سچے۔

یہ فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس گئے تو حضرت لوطؑ نے کہا تم بالکل ناشناس اور انجان لوگ ہو۔ تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم عذاب اللہ لے کر آئے تھے۔ جسے آپ کی قوم نہیں مانتی تھی اور جس کے آنے میں شک وشبہ کر رہی تھی۔ ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں اور ہم ہیں بھی سچے جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی کہ آپ نجات پائیں اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہو۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے تو آپ ان کے پیچھے رہنا اور خبردار تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جا رہا ہے وہاں چلے جاؤ۔ اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔

حضرت لوطؑ سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گذرتے ہی آپ اپنے والوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تاکہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر سکیں یہی سنت رسول ﷺ کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تاکہ کمزور اور گرے

پڑے لوگوں کا خیال رہے پھر فرمادیا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور غل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظر نہ اٹھانا انہیں اسی عذاب و سزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے۔ چلے جاؤ گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ دکھاتا جائے ہم نے پہلے ہی سے (حضرت) لوطؑ سے فرمادیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹادیئے جائیں گے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

شہری لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔ (لوطؑ نے) کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اور میری آبروریزی نہ کرو۔ وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا کے اجنبی لوگوں کی حمایت سے منع نہیں کر رکھا؟ (لوطؑ نے) کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔

قوم لوط کی خرمستیاں: قوم لوطؑ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوطؑ کے گھر نوجوان خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ اپنے بد ارادے سے خوشیاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے پیغمبر الٰہی نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ سے ڈرو میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو اس وقت خود حضرت لوطؑ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں جیسے کہ سورۃ ہود میں ہے یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا ظاہر ہو جانا پہلے ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں واو ترتیب کے لئے ہوتا بھی نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو آپ ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے نہ ہو جاؤ لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا مہمان کیوں بنایا ہم تو آپ کو اس سے منع کر چکے ہیں تب آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں وہ خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ۔ اس کا پورا بیان نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ یہ بدلوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو قضا اور عذاب الٰہی ان کے سروں پر جھوم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر انکی یہ حالت بیان فرما رہا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی بہت تکریم اور تعظیم ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں حضور ﷺ سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی ﴿ سَكْرَة ﴾ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد میں تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک بڑے زور کی آواز نے پکڑ لیا۔ بالآخر ہم نے اس شہر کو اوپر تلے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر والے پتھر برسائے۔ ہر ایک

عبرت حاصل کرنے والے کے لئے تو اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے۔ اور اسمیں ایمانداروں کے لئے بڑی نشانی ہے۔

قوم لوط کی تباہی: سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل ہلانیوالی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی اور ساتھ ہی انکی بستیاں اوپر کو انھیں آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر برسے ایسے جیسے پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر ہوں سورۃ ہود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے جو بھی بصیرت و بصارت سے کام لے دیکھے سنے سوچے سمجھے اس کے لئے تو ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں ایسے پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور عالم حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں تامل اور غور و خوض کر کے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن کی عقلمندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو۔ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے کہ وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے پہچان لیتے ہیں یہ بستی شارع عام پر موجود ہے جس پر ظاہری اور باطنی عذاب آیا الٹ گئی۔ پتھر کھائے عذاب کا نشانہ بنی اب ایک گندی اور بدمزہ کھائی کی جھیل سی بنی ہوئی ہے تم رات دن وہاں سے آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے غرض صاف واضح اور آمد و رفت کے راستے پر یہ الٹی ہوئی بستی موجود ہے یہ بھی معنی کئے ہیں کہ وہ کتاب مبین میں ہے لیکن یہ معنی کچھ زیادہ بند نہیں بیٹھتے واللہ اعلم۔ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے یہ ایک کھلی دلیل اور جاری نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے ماننے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

وَإِن كَانَ أَصْحَٰبُ ٱلْأَيْكَةِ لَظَٰلِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَٱنتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾

ایکہ بستی کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے۔ جن سے آخرش ہم نے انتقام لے ہی لیا یہ دونوں شہر کھلے عام راستے پر ہیں۔

قوم شعیب کا انجام: اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب علیہ السلام۔ ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ ان کا ظلم علاوہ شرک و کفر کے غارت گری اور ناپ تول کی کمی بھی تھی ان کی بستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا ان پر بھی ان کی پیہم شرارتوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آیا یہ دونوں بستیاں برسر شارع عام تھیں حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَٰبُ ٱلْحِجْرِ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَءَاتَيْنَٰهُمْ ءَايَٰتِنَا فَكَانُوا۟ عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا۟ يَنْحِتُونَ مِنَ ٱلْجِبَالِ بُيُوتًا ءَامِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جنھیں ہم نے اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائی تھیں لیکن تاہم وہ ان سے گردن موڑنے والے ہی رہے۔ یہ لوگ اپنے مکان پہاڑوں میں خاطر جمعی سے تراش لیا کرتے تھے۔ آخر انہیں بھی صبح ہوتے ہوتے آواز تند نے آدبوچا۔ پس کسی تدبیر و کسب نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

ثمودیوں کا المناک انجام: حجر والوں سے مراد ثمودی ہیں جنھوں نے اپنے نبی حضرت صالحؑ کو جھٹلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا جھٹلانے والا گویا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ انھوں نے نبیوں کو جھٹلایا ان کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالحؑ کی سچائی ان پر کھل گئی جیسے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان سے اونٹنی کا نکلنا جو ان کے شہروں میں چرتی چگتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک دن شہریوں کے جانور۔ مگر پھر بھی یہ لوگ گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا اس وقت حضرت صالحؑ نے فرمایا بس اب تین دن کے اندر اندر تم پر قہر الٰہی نازل ہوگا یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے ان لوگوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی راہ پر بھی اپنے اندھاپے کو ترجیح دی یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریاکاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر اور تجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے کسی خوف کے باعث یا ضرورتا یہ چیز نہ تھی جب رسول کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گذرے تو آپ نے سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جن پر عذاب الٰہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گذرو اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بنا کر چلو کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں عذابوں کا شکار تم بھی بن جاؤ آخر ان پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب الٰہی بصورت چنگھاڑ آیا اس وقت انکی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں جن کھیتوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں بڑھانے کے لیے ان لوگوں نے اونٹنی کا پانی پینا ناپسند کر کے اسے قتل کر دیا تھا وہ آج بے سود ثابت ہوے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا ہے اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے پس تو وضع داری اور اچھائی سے درگذر کر لے۔ یقیناً تیرا پروردگار ہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

مشرکوں سے چشم پوشی کا حکم: اللہ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے قیامت آنے والی ہے بروں کو برے بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں مخلوق باطل سے پیدا نہیں کی گئی ایسا گمان کافروں کا ہوتا ہے اور کافروں کی لئے ویل دوزخ ہے اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کریم کا مالک وہی ہے پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے ان کی ایذا اور جھٹلانا اور برا کہنا سہ لیجئے جیسے اور آیت میں ہے ان سے چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد بعد از ہجرت مقرر اور شروع ہوا ہے تیرا رب خالق ہے اور خالق مار ڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز نہیں کر سکتی ریزوں کو جو بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ ﴾ آسمان و زمین کا خالق کیا ان جیسوں کی پیدائش کی قدرت نہیں رکھتا؟ بے شک وہ پیدا کرنے والا علم والا ہے وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہو جانے کو فرما دیتا ہے بس وہ ہو جاتا ہے پاک ذات ہے اس اللہ کی جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

یقیناً ہم نے تجھے سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور تجھے بزرگ قرآن بھی دے رکھا ہے۔ تو ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑا جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے۔ نہ توان پر افسوس کر اور مومنوں کے لئے اپنا بازو جھکائے رہ۔

سبع مثانی سے مراد کیا ہے؟: اے نبی ہم نے جب قرآن عظیم جیسی لازوال دولت تجھے عنایت فرما رکھی ہے تو تجھے نہ چاہیے کہ کافروں کے دنیوی مال و متاع اور ٹھاٹھ باٹھ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے یہ تو سب فانی ہے اور صرف ان کی آزمائش کے لئے چند روزہ انہیں عطا ہوا ہے ساتھ ہی تجھے ان کے ایمان نہ لانے پر صدمے اور افسوس کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں تجھے چاہیے کہ نرمی خوش خلقی تواضع اور ملنساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے جیسے ارشاد ہے ﴿ لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آگئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جو تمہاری بہبودی کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر پرلے درجے کا شفیق و مہربان ہے سبع مثانی کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ابتدا کی سات لمبی سورتیں ہیں بقرہ آل عمران 'نساء' مائدہ 'انعام' اعراف 'اور یونس۔ اس لئے کہ ان سورتوں میں فرائض کا' حدود کا' قصوں کا اور احکام کا خاص طریق پر بیان ہے اسی طرح مثالیں 'خبریں اور عبرتیں بھی زیادہ ہیں بعضوں نے سورہ اعراف تک کی چھ سورتیں گنوا کر ساتویں سورت انفال اور برأۃ کو بتلایا ہے ان کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی سورت ہیں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ صرف حضرت موسیٰ کو ان میں سے دو سورتیں ملی تھیں باقی کسی نبی کو سوائے ہمارے نبی کے یہ سورتیں نہیں ملیں ایک قول ہے کہ اولاً حضرت موسیٰؑ کو چھ ملی تھیں لیکن جب آپ نے تختیاں گرا دیں تو دو اٹھ گئیں اور چار رہ گئیں ایک قول ہے قرآن عظیم سے مراد بھی یہی ہیں۔ زیاد کہتے ہیں میں نے تجھے سات جز دیے ہیں۔ حکم' منع' بشارت' ڈر اور مثالیں۔ نعمتوں کا شمار اور قرآنی خبریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد سبع مثانی سے سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں یہ سات آیتیں بسم اللہ الرحمن الرحیم سمیت ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مخصوص کیا ہے یہ کتاب کا شروع ہیں اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں خواہ فرض نماز ہو خواہ نفل نماز ہو۔ ابن جریرؒ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں اور اس بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے اس پر استدلال کرتے ہیں ہم نے وہ تمام احادیث فضائل سورۃ فاتحہ کے بیان میں اپنی اس تفسیر کے اول میں لکھ دی ہیں فالحمد للہ امام بخاری نے اس جگہ دو حدیثیں وارد فرمائی ہیں ایک میں حضرت ابو سعید بن معلیٰؓ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آئے مجھے بلایا لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ اسی وقت کیوں نہ آئے میں نے کہا یارسول اللہ میں نماز میں تھا آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ یعنی ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لو جب بھی وہ تمہیں پکاریں سن اب میں تجھے مسجد میں سے نکلنے سے پہلے ہی پہلے قرآن کریم کی بہت بڑی سورت بتلاوں گا تھوڑی دیر میں جب حضور ﷺ تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا وہ سورۃ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ کی ہے یہی سبع مثانی اور یہی بڑا قرآن ہے جو میں دیا گیا ہوں دوسری حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ ہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے پس صاف ثابت ہے کہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم سے مراد سورۃ فاتحہ ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اس کے سوا اور بھی یہی ہے اسکے خلاف یہ حدیثیں نہیں جب کہ ان میں بھی یہ حقیقت پائی جائے جیسے کہ پورے قرآن کریم کا وصف بھی اس کے مخالف نہیں جیسے فرمان ربانی ہے ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ پس اس آیت میں سارے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے اور متشابہ بھی پس وہ ایک طرح سے مثانی ہے اور دوسری وجہ سے متشابہ۔ اور قرآن عظیم بھی یہی ہے جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بناء ہے وہ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنی مسجد کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آیت مسجد قبا کے بارے میں اتری ہے پس قاعدہ یہی ہے کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز سے انکار نہیں ہوتا جب کہ وہ بھی وہی صفت رکھتی ہو۔ واللہ اعلم۔ پس

تجھے ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے بے نیاز رہنا چاہیے اسی فرمان کی بناء پر امام ابن عینیہؒ نے ایک صحیح حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! ہم میں سے وہ نہیں جو قرآن کے ساتھ تغنی نہ کرے، کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ قرآن کو لے کر اس کے ماسوا سے جو دست بردار اور بے پرواہ نہ ہو جائے وہ مسلمان نہیں۔ گو یہ تفسیر بالکل صحیح ہے لیکن اس حدیث سے یہ مقصود نہیں حدیث کا صحیح مقصد اس ہماری تفسیر کے شروع میں ہم نے بیان کر دیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں ایک مرتبہ مہمان آئے آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ تھا آپ ﷺ نے ایک یہودی سے رجب کے وعدے پر آٹا ادھار منگوایا لیکن اس نے کہا بغیر کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا واللہ میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں بھی اگر یہ مجھے ادھار دیتا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیتا تو میں اسے ضرور ادا کر تا پس آیت ﴿ لَا تَمُدَّنَّ ﴾ نازل ہوئی۔ اور گویا آپ ﷺ کی دلجوئی کی گئی ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ انسان کو ممنوع ہے کہ کسی کے مال ومتاع کو للچائی ہوئی نگاہوں سے تاکے۔ یہ جو فرمایا کہ ان کی جماعتوں کو جو فائدہ ہم نے دے رکھا ہے اس سے مراد کفار کے مالدار لوگ ہیں۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾ كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

کہدے کہ میں تو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ جیسے کہ ہم نے ان قسمیں کھانے والوں پر اتارا۔ جنہوں نے اس کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ قسم ہے تیرے پالنے والے کی ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔

قیامت کے دن سوال ہوگا: حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ ﷺ اعلان کر دیجئے کہ میں تمام لوگوں کو عذاب الٰہی سے صاف ڈرا دینے والا ہوں۔ یاد رکھو میرے جھٹلانے والے بھی اگلے نبیوں کے جھٹلانے والوں کی طرح عذاب الٰہی کے شکار ہوں گے ﴿ مُقْتَسِمِيْنَ ﴾ سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں جو انبیاء کی تکذیب اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی پر آپس میں قسما قسمی کر لیتے تھے جیسے کہ قوم صالح کا بیان قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ راتوں رات صالح اور ان کے گھرانے کو ہم عدم کے گھاٹ اتار دیں گے اسی طرح قرآن میں ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مردے پھر جیئے گے نہیں اور جگہ ان کا اس بات پر قسمیں کھانے کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کوئی رحمت نہیں مل سکتی۔ الغرض جس چیز کو نہ مانتے اس پر قسمیں کھانے کی انہیں عادت تھی اس لئے انہیں ﴿ مُقْتَسِمِيْنَ ﴾ کہا گیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میری اور اس ہدایت کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ لوگو! میں نے دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیکھو ہوشیار ہو جاؤ بچنے اور ہلاک نہ ہونے کے سامان کر لو اب کچھ لوگ اس کی بات مان لیتے ہیں اور اسی مہلت میں چل پڑتے ہیں اور دشمن کے پنجے سے بچ جاتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور وہیں بے فکری سے پڑے رہتے ہیں کہ اچانک دشمن کا لشکر آ پہنچتا ہے اور گھیر گھار کر انہیں قتل کر دیتا ہے پس یہ ہے مثال میرے ماننے والوں کی۔ اور نہ ماننے والوں کی ان لوگوں نے ان اللہ کی کتابوں کو جو ان پر اتری تھیں پارہ پارہ کر دیا جس مسئلے کو جی چاہا مانا جس سے دل گھبرایا چھوڑ دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ کتاب کے بعض حصے کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے کفار کا کتاب اللہ کی نسبت یہ کہنا ہے کہ یہ جادو ہے یہ کہانت ہے یہ اگلوں کی کہانی ہے اس کا کہنے والا جادوگر ہے مجنوں ہے کاہن ہے وغیرہ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے حج کا موسم قریب تھا اور یہ شخص ان میں بڑا اشریف

اور ذی رائے سمجھا جاتا تھا اس نے ان سب سے کہا کہ دیکھو حج کے موقع پر دور دراز سے تمام عرب یہاں جمع ہوں گے تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے اس ساتھی نے ادھم مچا رکھا ہے پس اس کی نسبت ان بیرونی لوگوں سے کیا کہا جائے یہ بتاؤ اور کسی ایک بات پر اجماع کر لو کہ سب وہی کہیں ایسا نہ ہو کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے اس سے تو تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور وہ پردیسی تمہیں جھوٹا خیال کریں گے انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس آپ ہی کوئی ایسی بات تجویز کر دیجئے۔ اس نے کہا پہلے تم اپنی تو کہو تا کہ مجھے بھی غور و خوض کا موقعہ ملے انہوں نے کہا پھر ہماری رائے میں تو ہر شخص اسے کاہن بتلائے اس نے کہا یہ تو واقعہ کے خلاف ہے لوگوں نے کہا پھر مجنوں کہنا بالکل درست ہے اس نے کہا یہ بھی غلط ہے۔ کہا اچھا تو شاعر کہیں اس نے جواب دیا کہ وہ شعر جانتا ہی نہیں کہا اچھا پھر جادوگر کہیں؟ کہا اسے جادو سے مس بھی نہیں۔ اس نے کہا سنو واللہ اس کے قول میں عجب مٹھاس ہے ان باتوں میں سے تم جو کہو گے دنیا سمجھ لے گی کہ محض غلط اور سفید جھوٹ ہے گو کوئی بات نہیں بنتی لیکن کچھ کہنا ضرور ہے اچھا بھئی سب اسے جادوگر بتلائیں۔ اس امر پر یہ مجمع برخاست ہوا اور اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ ان کے اعمال کا سوال ان سے ان کا رب ضرور کرے گا یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ سے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ہر ہر شخص قیامت کے دن تنہا تنہا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گا جیسے ہر ہر شخص چودھویں رات کے چاند کو اکیلا اکیلا دیکھتا ہے اللہ فرمائے گا اے انسان تو مجھ سے مغرور کیوں ہو گیا تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا تو نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ ابو العالیہؒ فرماتے ہیں دو چیزوں کا سوال ہر ایک سے ہو گا معبود کسے بنا رکھا تھا اور رسول ﷺ کی مانی یا نہیں؟ ابن عیینہ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہو گا حضرت معاذؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ انسان سے قیامت کے دن ہر ہر عمل کا سوال ہو گا یہاں تک کہ اس کے آنکھ کے سرمے اور اس کے ہاتھ کی گندھی ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہو گا دیکھ معاذ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے اس آیت میں تو ہے کہ ہر ایک سے اس کے عمل کی بابت سوال ہو گا اور سورۂ رحمٰن کی آیت میں ہے کہ ﴿ فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذَنۡۢبِهٖۤ اِنۡسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴾ کہ اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ ہو گا۔ ان دونوں آیتوں میں بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تطبیق یہ ہے کہ یہ سوال نہ ہو گا کہ تو نے یہ عمل کیا؟ بلکہ یہ سوال ہو گا کہ کیوں کیا؟

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ۚ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدۡ نَـعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۹۸﴾ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَـقِيۡنُ ﴿۹۹﴾

پس تو اس حکم کو جو تجھے کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔ تجھ سے جو لوگ مسخراپن کرتے ہیں۔ انکی سزا کے لئے ہم کافی ہیں۔ جو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے تو تنگ دل ہوتا ہے۔ تو اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ اور سجدے کرنے والوں میں رہ۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے۔

مخالفین کا عبرتناک انجام: حکم ہو رہا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچا دیں نہ کسی کی رو رعایت کیجیے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے مشرکوں کے سامنے توحید کھلم کھلا بیان کر دیجئے۔ خود عمل کر کے دوسروں تک بھی

پہنچایئے نماز میں قرآن با آواز بلند تلاوت کیجئے اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور ﷺ پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کر دی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم آپ ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ ﷺ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں تو ان سے مطلقاً خوف نہ کر۔ اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے ان کے شر سے بچالے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ اے رسول ﷺ جو کچھ تیری جانب اتارا گیا ہے۔ تو اسے پہنچادے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا چنانچہ ایک دن حضور ﷺ راستے سے جارہے تھے تو بعض مشرکوں نے آپ ﷺ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرئیل آئے اور انہیں چوکا مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے روسا تھے بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے بنو اسد کے قبیلے میں سے تو اسود بن عبد المطلب ابو زمعہ یہ حضور ﷺ کا بڑا ہی دشمن تھا ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ ﷺ نے تنگ آکر اس کے لئے بد دعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے بنی زہرہ میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں عاص بن وائل تھا اور خزاعہ میں سے حارث تھا یہ لوگ برابر حضور ﷺ کی ایذا رسانی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ ﷺ کو پہنچایا کرتے۔ جب یہ اپنے مظالم میں حد سے گذر گئے اور بات بات میں حضور ﷺ کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ **فَاصْدَعْ** ﴾ سے ﴿ **يَعْلَمُوْنَ** ﴾ تک کی آیتیں نازل فرمائیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ طواف کر رہے تھے جو حضرت جبرئیل آئے بیت اللہ میں آپ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ ﷺ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرئیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرئیل نے اسی کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی پکی اور اسی میں وہ مرا پھر عاص بن وائل گزرا اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کے لئے اپنے گدھے پر سوار چلا راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لی۔ حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔ ان سب موذیوں کا سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو منڈھ تھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی کمینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے انھیں اپنے کرتوت کا مزا ابھی ابھی آجائے گا اور بھی جو رسول ﷺ کا مخالف ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بکواس سے اے نبی تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال بھی نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے تم اپنے رب کے ذکر اور تسبیح اور حمد میں لگے رہو اس کی عبادت جی بھر کر کرو۔ نماز کا خیال رکھو۔ سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن ادم! شروع دن کی چار رکعت سے عاجز نہ ہو۔ میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آپڑتا تو آپ نماز شروع کر دیتے یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے اس کی دلیل سورہ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ مسکینوں کو کھلاتے نہ تھے۔ باتیں بنایا کرتے تھے۔ اور قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آگئی۔ یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کے انتقال کے بعد جب حضور ﷺ ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے ابو السائب! اللہ تعالیٰ کی تجھ پر رحمتیں ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تکریم و عزت کی۔ حضور ﷺ نے یہ سنکر فرمایا تجھے کیسے

یقین ہو گیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہو گا جس کا اکرام ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو اسے موت آچکی اور مجھے اس کے لئے بھلائی کی امید ہے اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت انسان پر فرض ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں۔ جیسی اس کی حالت ہو اسی کی مطابق نماز ادا کرے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر۔ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر بد مذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑلی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادات فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاءؑ اور خصوصاً سرور انبیاء علیہم السلام اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور ربانی علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے فالحمد اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے جو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اسی سے نیک کاموں میں مدد چاہتے ہیں۔ اسی کی پاک ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اس مالک حاکم سے دعا کرتے ہیں کہ وہ بہترین اور کامل اسلام ایمان اور نیکی پر موت دے وہ جواد ہے اور کریم ہے۔

تفسیر سورۂ نحل مکیہ

سورۃ النحل مکیۃ وھی مائۃ وثمان وعشرون آیۃ وستۃ عشر رکوعا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①

شروع اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

اللہ کا حکم آ پہنچا اب اس کی جلدی نہ مچاؤ تمام پاکی اس کے لئے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ شریک اللہ بتلاتے ہیں۔

قیامت کی جلدی نہ مچاؤ: اللہ تعالیٰ قیامت کی نزدیکی کی خبر دے رہا ہے اور گویا کہ وہ قائم ہو چکی۔ اس لئے ماضی کے لفظ سے بیان فرماتا ہے جیسے فرمان ہے لوگوں کا حساب قریب آگیا پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ موڑے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے قیامت قریب آگئی چاند پھٹ گیا پھر فرمایا اس قریب والی چیز کے اور قریب ہونے کی تمنائیں نہ کرو۔ کی ضمیر کا مرجع یا تو لفظ اللہ ہے یعنی اللہ سے جلدی نہ چاہو یا عذاب ہیں یعنی عذابوں کی جلدی نہ مچاؤ۔ دونوں معنے ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں جیسے اور آیت میں ہے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اگر ہماری طرف سے اس کا وقت مقرر نہ ہوتا تو بے شک ان پر عذاب آپڑتے لیکن عذاب ان پر آئے گا ضرور اور وہ بھی ناگہاں ان کی غفلت میں یہ عذابوں کی جلدی کرتے ہیں اور جہنم ان سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ضحاکؒ نے اس آیت کا ایک عجیب مطلب بیان کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فرائض اور حدود نازل ہو چکے۔ امام ابن جریرؒ نے اسے خوب رد کیا ہے اور فرمایا ہے ایک بھی تو ہمارے علم میں ایسا نہیں جس نے شریعت کے وجود سے پہلے اس کے مانگنے میں اس کی عجلت کی ہو۔ مراد اس سے عذابوں کی جلدی ہے جو کافروں کی عادت تھی کیونکہ وہ انہیں مانتے ہی نہ تھے جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے ﴿ یَسْتَعْجِلُ بِهَا

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ﴾ بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار ان سے لرزاں و ترساں ہیں کیونکہ وہ انہیں برحق مانتے ہیں بات یہ ہے کہ عذاب الٰہی میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح کا سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی ندا کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو اڑا دیں گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو اب تو سب کہیں گے کہ ہاں صاحب آواز تو آئی پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا اے لوگو! امر الٰہی آ پہنچا اب جلدی نہ کرو اللہ کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سمیٹنے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی بھی پلانے نہیں پایا ہوگا جو قیامت آئے گی۔ دودھ دوہنے والے پی بھی نہ سکیں گے کہ قیامت آجائے گی ہر ایک آپا دھاپی میں لگ جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریم کی شرک اور عبادت غیر سے پاکیزگی بیان فرماتا ہے۔ فی الواقع وہ ان تمام باتوں سے پاک بہت دور اور بہت بلند ہے یہی مشرک ہیں۔ جو منکر قیامت بھی ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿٢﴾

وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

وحی الٰہی کس پر: روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسے آیت ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾۔ ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے وحی نازل فرمائی حالانکہ تجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ ہاں ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا اپنے بندوں میں سے راستہ دکھا دیا یہاں فرمان ہے کہ ہم اپنے جن بندوں کو چاہیں پیغمبری عطا فرماتے ہیں ہمیں ہی اس کا پورا علم ہے کہ اس کے لائق کون ہے؟ ہم ہی فرشتوں میں سے بھی اس اعلیٰ منصب کے فرشتے چھانٹ لیتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی اللہ اپنی وحی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ہوشیار کر دیں جس دن سب کے سب اللہ کے سامنے ہوں گے کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی اس دن ملک کس کا ہوگا صرف اللہ واحد و قہار کا۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگوں میں وحدانیت اللہ کا اعلان کر دیں اور پارسائی سے دور مشرکوں کو ڈرا دیں اور لوگوں کو سمجھا دیں کہ وہ مجھ سے ڈرتے رہا کریں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤﴾

اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ اس سے بری ہے جو مشرک کرتے ہیں۔ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا کہ وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔

انسان کا اپنی پیدائش کو بھولنا اور باتیں بنانا: عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ کریم ہی ہے بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب بطور حق ہے نہ کہ بطور عبث۔ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی وہ تمام اور معبودوں اور

مشرکوں سے بری اور بیزار ہے واحد لاشریک ہے اکیلا ہی خالق کل ہے اسی لئے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔ اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری کر رکھا ہے جو ایک پانی ہے حقیر وذلیل یہ جب ٹھیک ٹھاک بنادیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آجاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے بندہ تھا چاہیے تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو درندگی کرنے لگا اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا اللہ قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور بے ضرر ہیں کافر کچھ اللہ سے پوشیدہ نہیں سورہ یسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا ہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی تم ان سے کہدو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب تو پورا ہو گیا ٹھیک ٹھاک ہو گیا لباس مکان مل گیا تو تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا۔ تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں اللہ کی راہ دیتا ہوں بس اب صدقے خیرات کا وقت نکل گیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی۔ اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم بغیر آدھی جان کے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے یقیناً تمارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

چوپائے انسان کے فائدے کے لئے: جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے جیسے اونٹ گائے بکری۔ جس کا مفصل بیان سورہ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال اون صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت کھاتے ہیں شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوھانوں والے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں؟ اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں؟ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کے مشکل تھا حج کے عمرے کے جہاد کے تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر ان پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں جیسے آیت ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ﴾ میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کے لئے کشتیاں ہم نے بنادی ہیں اور آیت میں ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ دلی حاجتیں پوری کرو اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کرایا اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم کس کس نشان کا انکار کرو گے۔ یہاں بھی اپنی یہ نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا وہ رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنادیا ہے وہ تم پر بہت ہی شفقت ورحمت والا ہے جیسے سورہ یسین میں فرمایا کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے

ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں ان کا مالک کر دیا اور انہیں ان کا مطیع بنا دیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ﴾ اس اللہ نے تمہارے لئے کشتیاں بنا دیں اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل و شکر کرو اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے ﴿دِفْ﴾ کے معنے کپڑے اور منافع سے مراد کھانا پینا، نسل حاصل کرنا، سواری کرنا، گوشت کھانا، دودھ پینا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

گھوڑوں کو خچروں کو گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔

مسئلہ گھوڑے کی حلت و حرمت کا: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لئے اور سواری کے لئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہؒ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہاء کہتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علماء کا مذہب یہی ہے۔ ابن عباسؓ سے ان تینوں کی حرمت آئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تم کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے گھوڑوں کے خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح بن یحییٰ بن مقدام ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدام بن معدیکرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید کے ساتھ صائفہ کی جنگ میں تھے میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے مجھ سے ایک پتھر مانگا میں نے دیا انھوں نے اس میں اسے باندھا میں نے کہا ٹھہرو میں خالدؓ سے دریافت کر آوں انہوں نے فرمایا ہم رسول ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی شروع کر دی حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں ندا کر دوں کہ نماز کے لئے آجائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی مچائی۔ سنو معاہد کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے گھوڑوں کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنجے سے شکار کھیلنے والا پرندہ حرام ہے حضور ﷺ کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بے شک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں نص تھی لیکن اس میں بخاریؒ و مسلم کی حدیث کے مقابلے کی قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں حضور ﷺ نے خچر اور گدھے کے گوشت سے منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔ صحیح مسلم میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ہم نے مدینہ میں حضرت ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا پس یہ سب سے بڑی اور سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے مالک شافعی احمدؒ اور ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف و خلف یہی کہتے ہیں واللہ اعلم۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشیت اور جنگلیت تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے اسے مطیع کر دیا وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ ان تینوں جانوروں پر

سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور ﷺ کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے ہاں یہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت دحیہ کلبی ؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ ﷺ اس پر سوار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

در میانہ راہ اللہ کی طرف پہنچنے والی ہے اور ٹیڑھی راہیں ہیں اور اگر وہ چاہتا تو سب کو راہ پر لگا دیتا۔

دین ودینا کی مثالیں: دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقوی کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے ظاہری لباس کا ذکر فرما کر لباس تقوی کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ حق راستہ اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر چلو اور راستوں پر نہ لگو ورنہ بہک جاو گے۔ اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاو گے فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتلائی ہے طریق حق جو اللہ سے واصل کرنے والا ہے اللہ نے ظاہر کر دیا ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی اور راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ پس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں 'حق سے یکسو ہیں' لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت نصرانیت مجوسیت وغیرہ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضے کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی۔ کہ جہنم وجنت انسان وجنات سے بھر جائے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

وہی تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے دھیان دھرنے والے لوگوں کے لئے تو اس میں بڑا ہی نشان ہے۔

پانی اثمار و فواکہ اللہ کی نعمتیں: چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر اور احسان بیان فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے جس سے تم آپ فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں میٹھا صاف شفاف خوش گوار اچھے ذائقے کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنادے اسی آب باراں سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔ سوم کے معنے چرنے کے ہیں اسی وجہ سے ابل سائمہ چرنے والے اونٹوں کو کہتے

ہیں ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے مختلف شکل وصورت کے مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننے کے لئے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان و زمین کا خالق بادلوں سے پانی برسانے والا ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں یقیناً اس میں عقل مند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے تو اس میں بڑی بھاری نشانی ہے۔

چاند سورج اور ستارے: اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لئے آتے جاتے ہیں سورج چاند گردش میں ہیں ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو ہر ایک رب کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کئے۔ پھر عرش پر مستوی ہوا۔ دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ سورج چاند ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ خلق وامر کا مالک وہی ہے۔ وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کے لئے تو اس میں اللہ کی قدرت و سلطنت تعالیٰ کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوان کان نباتات جمادات وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لئے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں جو لوگ اللہ کی نعمتوں پر غور کریں اور قدر کریں ان کے لئے تو یہ زبردست نشان ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں۔ کہ تم اس میں سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ۔ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو تو آپ دیکھے گا کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گذاری بھی کرو۔ اسی نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو۔ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو تم اسے بھی پورا نہیں کر سکتے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سمندر سے **فوائد:** اللہ تعالیٰ اپنی اور مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان کے ترو تازہ گوشت تم کھاتے ہو، مچھلی حلت کی حالت میں، احرام کی حالت میں، زندہ ہو یا مردہ ہو اللہ کی طرف سے حلال ہے لولو اور جوہر اس نے تمہارے لئے اس میں پیدا کئے ہیں۔ جنہیں تم سہولیت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہی کو کشتی بنانا رب عالم نے سکھایا۔ پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر تری کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی چیزیں اس پار آنے جانے لگیں اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم اللہ کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت واحسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو مسند بزار میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا ڈبو دوں گا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی۔ اس نے کہا میں اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ اس حدیث کا راوی صرف حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے عبداللہ بن عمروؓ سے بھی یہ روایت مرفوعاً مروی ہے۔

اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے جیسے فرمان ہے ﴿ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴾ حضرت حسنؒ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا ہے پس فرشتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے ہیں قیس بن عبادہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا کہ تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو یہ بھی اس کا کرم ہے۔ کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چو طرف بہا دیئے کوئی تیز ہے کوئی مندا کوئی لمبا ہے کوئی مختصر۔ کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے پہاڑوں پر جنگلوں میں ریتے میں پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں یہ سب اس کا فضل و کرم لطف و رحم ہے، نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت وہی رب ہے وہی معبود ہے اسی نے راستے بنا دیئے ہیں خشکی میں تری میں پہاڑ میں جنگل میں بستی میں اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل و کرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ آجا سکیں کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ جن سے تری خشکی کے رہرو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں اور بھٹکے ہوئے سیدھے رستے لگ جاتے ہیں ستارے بھی رہنمائی کے لئے ہیں رات کے اندھیرے میں انہی سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے مالکؒ سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں

پھر اپنی عظمت وکبریائی جتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی تو نہیں آسکتیں اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا نہیں اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے سنو اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں ہونے کا لیکن وہ غفور ورحیم اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے توبہ رجوع اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے بڑا ہی رحیم ہے توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ جن جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں مردے ہیں۔ زندہ نہیں انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے: چھپا کھلا سب کچھ اللہ جانتا ہے دونوں اس پر یکساں ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دیگا نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودان باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں جیسے کہ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے ہو درحقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ کے سوا ہیں جمادات ہیں بے روح چیزیں ہیں سنتے دیکھتے اور شعور رکھتے نہیں انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہو گی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ تو اس اللہ سے ہونی چاہیے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

تم سب کا معبود اللہ تعالیٰ اکیلا ہے آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔ بے شک وشبہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جسے چھپائیں اور جسے ظاہر کریں بخوبی جانتا ہے وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

وہی ذات واحد عبادت کے لائق ہے: اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں واحد ہے احد

ہے فرد ہے صمد ہے کافروں کے دل بھلی بات سے انکاری ہیں وہ اس حق کلمے کو سن کر سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں واحد کا ذکر سن کر ان کے دل مرجھا جاتے ہیں ہاں اوروں کا ذکر ہو تو کھل جاتے ہیں یہ اللہ کی عبادت سے مغرور ہیں نہ ان کے دل میں ایمان نہ عبادت کے عادی۔ ایسے لوگ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ہر عمل پر جزا اور سزا دے گا وہ مغرور لوگوں سے بے زار ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾

ان سے جب دریافت کیا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔

منکرین قرآن کا تذکرہ: ان منکرین قرآن سے جب سوال کیا جائے کہ کلام اللہ تعالیٰ میں کیا نازل ہوا؟ تو اصل جواب سے ہٹ کر بک دیتے ہیں۔ کہ سوائے گزرے ہوئے افسانوں کے کیا رکھا ہے؟ وہی لکھ لئے ہیں اور صبح شام دہرا دیئے ہیں پس رسول ﷺ پر افترا باندھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی اس کے خلاف اور کچھ کہنے لگتے ہیں دراصل کسی بات پر جم ہی نہیں سکتے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے ان کے تمام اقوال کے باطل ہونے کی۔ ہر ایک جو حق سے ہٹ جائے وہ یونہی مارا مارا بہکا بہکا پھرتا ہے۔ کبھی حضور ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں کبھی شاعر کبھی کاہن کبھی مجنون۔ پھر ان کے بڈھے گرو ولید ابن مغیرہ مخزومی نے انہیں بڑے غور و خوض کے بعد کہا کہ سب مل کر اس کلام کو موثر جادو کہا کرو۔ ان کے اس قول کا نتیجہ بد ہوگا اور ہم نے انہیں اس راہ پر اس لئے لگا دیا ہے کہ یہ اپنے پورے گناہوں کے ساتھ ان کے بھی کچھ گناہ اپنے اوپر لادیں جو ان کے مقلد ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ہدایت کی دعوت دینے والے کو اپنے اجر کے ساتھ اپنے متبع لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے لیکن ان کے اجر کم نہیں ہوتے اور برائی کی طرف بلانے والوں کو ان کے ماننے والوں کے گناہ بھی ملتے ہیں لیکن ماننے والوں کے گناہ کم ہو کر نہیں۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ﴾ یہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ہی ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے افترا کا سوال ان سے قیامت کے دن ہونا ضروری ہے پس ماننے والوں کے بوجھ گو انکی گردنوں پر ہیں لیکن وہ بھی ہلکے نہیں ہوں گے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٢٧﴾

ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا آخر ش حکم الٰہی ان کی عمارتوں کی جڑوں سے پہنچا اور ان کے سروں پر انکی چھتیں اوپر سے گر پڑیں اور ان کے

پاس عذاب وہاں سے آ گیا جہاں کا انھیں خواب وخیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے جنہیں علم دیا گیا تھا وہ جواب دیں گے کہ آج تو کافروں کو رسوائی اور برائی چمٹ گئی۔

نمرود وغیرہ کا انجام: بعض تو کہتے ہیں کہ اس مکار سے مراد نمرود ہے جس نے بالا خانہ تیار کیا تھا سب سے پہلے سب سے بڑی سرکشی اسی نے زمین میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کو ایک مچھر بھیجا جو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا بھیجا چاٹتا رہا۔ اس مدت میں اسے اس وقت قدرے سکون معلوم ہوتا تھا جب اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جائیں۔ خوب دونوں ہاتھوں کے زور سے اس کے سر پر ہتھوڑے پڑتے رہتے تھے اس نے چار سو سال تک سلطنت بھی کی تھی اور خوب فساد پھیلایا تھا بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بخت نصر ہے یہ بھی بڑا مکار تھا لیکن اللہ کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے گو اس کا مکر پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے سرکا دینے والا ہو۔ بعض کہتے ہیں یہ تو کافروں اور مشرکوں نے اللہ کے ساتھ جو غیروں کی عبادت کی انکے عمل کی بربادی کی مثال ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ ان کافروں نے بڑا ہی مکر کیا ہر حیلے سے لوگوں کو گمراہ کیا ہر وسیلے سے انہیں شرک پر آمادہ کیا چنانچہ ان کے چیلے قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ تمہارا رات دن کا مکر کہ ہم سے کفر و شرک کو کہنا الخ۔ ان کی عمارت کی جڑ اور بنیاد سے عذاب الٰہی آیا یعنی بالکل ہی کھود دیا اصل سے کاٹ دیا جیسے فرمان ہے جب لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے اور فرمان ہے ان کے پاس اللہ ایسی جگہ سے آیا جہاں کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔ ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات تباہ کرنے لگے اور دوسری جانب سے مومنوں کے ہاتھوں مٹے۔ عقل مندو! عبرت حاصل کرو یہاں فرمایا کہ اللہ ان کی عمارت کی نیو سے آ گیا اور ان پر اوپر سے چھت آ پڑی اور نادانستہ جگہ سے ان پر عذاب اتر آیا۔ قیامت کے دن کی رسوائی اور فضیحت ابھی باقی ہے اس وقت چھپا ہوا سب کھل جائے گا اندر کا سب باہر آ جائے گا سارا معاملہ طشت از بام ہو جائے گا حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کر دیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا اسی طرح ان لوگوں کو بھی میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یارومددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے کیا جواب دیں لاچار ہو جائیں گے کونسی جھوٹی دلیل پیش کریں؟ اس وقت علماء کرام جو دنیا اور آخرت میں اللہ کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودان باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾

یہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگے اس وقت انہوں نے صلح کی بات ڈالی کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے کیوں نہیں؟ اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں سے جہنم میں جاؤ' سو کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔

ظالموں کے موت کے وقت کی کیفیت: مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کے لئے آتے ہیں تو یہ اس وقت سننے عمل کرنے اور مان لینے کا اقرار کرتے ہیں ساتھ ہی اپنے کرتوت چھپاتے ہوئے اپنی بے گناہی بیان کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنا مشرک نہ ہونا بیان کریں گے جس طرح دنیا میں اپنی بے گناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو بداعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آجائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے اب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو۔ مقام برا' مکان برا' ذلت ورسوائی والا یہ ہے بدلہ اللہ کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی چرانے کا۔ مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہوئیں اور جسموں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نار جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ﴾ یہ دوزخ کی آگ کے سامنے ہر صبح شام لائے جاتے ہیں قیامت کے قائم ہوتے ہی اے آل فرعون تم سخت تر عذاب میں چلے جاؤ۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٢﴾

پرہیز گاروں سے پوچھا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے۔ ہیشگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے۔ جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جو کچھ یہ طلب کریں وہاں ان کے لئے موجود ہے پرہیز گاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے۔ ان کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں۔ کہتے ہیں کہ تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

نیک لوگ اچھا انجام: بروں کے حالات بیان فرما کر نیکوں کے حالات جو ان کے بالکل برعکس ہیں بیان فرما رہا ہے برے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب صرف اگلوں کے فسانے کی نقل ہے لیکن یہ نیک لوگ جواب دیتے ہیں کہ وہ سراسر برکت ورحمت ہے جو بھی اسے مانے اور اس پر عمل کرے وہ برکت ورحمت سے مالا مال ہو جائے۔ پھر خبر دیتا ہے کہ میں اپنے رسولوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ نیکوں کو دونوں جہان کی خوشی حاصل ہوگی جیسے فرمان ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو خواہ عورت' ہاں یہ ضروری ہے کہ ہو مومن تو ہم اسے بڑی پاک زندگی عطا فرمائیں گے اور اس کے بہترین اعمال کا بدلہ بھی ضرور دیں گے دونوں جہان میں وہ جزا پائے گا یاد رہے کہ دار آخرت دار دنیا سے بہت ہی افضل واحسن ہے وہاں کی جزا نہایت اعلیٰ اور دائمی ہے جیسے قارون کے مال کی تمنا کرنے والوں سے علماء کرام نے فرمایا تھا کہ ثواب اللہ بہتر ہے الخ قرآن فرماتا ہے ﴿ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ اللہ کے پاس کی

چیزیں نیک کاروں کے لئے بہت اعلیٰ ہیں اور جگہ ہے آخرت خیر اور باقی ہے اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا تیرے لئے آخرت دنیا سے اعلیٰ ہے پھر فرماتا ہے دار آخرت متقیوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے جنات عدن بدل ہے ﴿ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ کا یعنی ان کے لئے آخرت میں جنت عدن ہے جہاں وہ رہیں گے جس کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے برابر چشمے ہر وقت جاری ہیں جو چاہیں گے پائیں گے آنکھوں کی ہر ٹھنڈک موجود ہو گی اور وہ بھی ہمیشگی والی۔ حدیث میں ہے اہل جنت بیٹھے ہوں گے سر پر ابر اٹھے گا اور جو خواہش یہ کریں گے وہ ان پر برسائے گا یہاں تک کہ کوئی کہے گا اس سے ہم عمر کنواریاں برسیں تو یہ بھی ہو گا پرہیز گار تقوی شعار لوگوں کے بدلے اللہ ایسے ہی دیتا ہے جو ایماندار ہوں ڈرنے والے ہوں اور نیک عمل ہوں ان کے انتقال کے وقت یہ شرک کی گندگی سے پاک ہوتے ہیں فرشتے آتے ہیں سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ﴾ جن لوگوں نے اللہ کو رب مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم ڈر غم نہ رکھو جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ تھا ہم دنیا آخرت میں تمہارے والی ہیں جو تم چاہو گے پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا تم تو اللہ غفور و رحیم کے مہمان ہو۔ اس مضمون کی حدیثیں ہم آیت ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾

کیا یہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تیرے رب کا حکم آجائے؟ ایسا ہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ پس ان کے برے اعمال کے نتیجے انہیں مل گئے اور جس کی ہنسی اڑاتے تھے وہ ان پر الٹ پڑا۔

انتظار کس چیز کا ہے: اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں تو ان فرشتوں کا انتظار ہے جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے یا قیامت کا انتظار ہے۔ اور اس کے اہوال و احوال کا۔ ان جیسے ان سے پہلے کے مشرکین کا بھی یہی وطیرہ رہا یہاں تک کہ ان پر عذاب اللہ آپڑے اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے' ان کے عذر ختم کر کے' کتابیں اتار کر' رسول بھیج کر' پھر بھی ان کے انکار کے اصرار پر ان پر عذاب اتارے۔ اللہ کے رسولوں کی دھمکیوں کو مذاق میں اڑانے کے وبال میں گھر گئے اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

مشرک لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے۔ نہ اس کے فرمان کے بغیر کسی چیز کو حرام کرتے۔ یہی فعل ان سے پہلے کے لوگوں کا رہا۔ تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچا دینا ہے۔ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے سوائے تمام معبودوں سے بچو پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعضوں پر گمراہی ثابت ہو چکی تم آپ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ گو تو انکی ہدایت کا لالچی رہے لیکن اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کردے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے۔

مشیت تکوینیہ سے غلط استدلال: مشرکوں کی اوندھی کھوپڑی دیکھئے گناہ کریں۔ شرک پر اڑیں۔ حلال کو حرام کریں۔ جیسے جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام کا کرنا اور تقدیر کو حجت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور ہمارے بڑوں کے یہ کام برے لگتے تو ہمیں اسی وقت سزا ملتی۔ انھیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا دستور نہیں ہمیں تمہارے یہ کام سخت ناپسند ہیں اور انکی ناپسندیدگی کا اظہار ہم اپنے سچے پیغمبروں کی زبانی کر چکے سخت تاکیدی طور پر تمہیں ان سے روک چکے ہر بستی میں ہر جماعت ہر شہر میں اپنے پیغامبر بھیجے سب نے اپنا فرض ادا کیا بندگان الٰہی میں اللہ کے احکام کی تبلیغ صاف صاف کر دی سب سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک کی عبادت کرو اس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو۔ سب سے پہلے جب شرک کا ظہور زمین پر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو خلعت نبوت دے کر بھیجا اور سب سے آخر ختم المرسلین کا لقب دے کر رحمتہ للعالمین کو اپنا نبی بنایا جن کی دعوت تمام جن وانس کے لئے زمین کے اس کونے سے اس کونے تک تھی جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ اور آیت میں ہے کہ تجھ سے پہلے کے رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے ان کے لئے بجز اپنے اور معبود مقرر کئے تھے۔ جن کی وہ عبادت کرتے ہوں؟ یہاں بھی فرمایا کہ ہر امت کے رسولوں کی دعوت توحید کی تعلیم اور شرک سے بے زاری ہی رہی پس مشرکین کو اپنے شرک پر اللہ کی چاہت پر دلیل لانا کیسے مناسب معلوم ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی چاہت اس کی شریعت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ ازابتدا شرک کی بیخ کنی اور توحید کی مضبوطی کی ہے تمام رسولوں کی زبانی اس نے یہی پیغام بھیجا ہاں انہیں شرک کرتے ہوئے چھوڑ دینا یہ اور بات ہے جو قابل حجت نہیں۔ اللہ نے جہنم اور جہنمی بھی تو بنائے ہیں' شیطان کافر سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں' وہ اپنے بندوں سے ان کے کفر پر راضی نہیں اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ ہے پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کے آگاہ کر دینے کے بعد دنیاوی سزائیں بھی کافروں اور مشرکوں پر آئیں بعض کو ہدایت بھی ہوئی بعض اپنی گمراہی میں ہی بھٹکتے رہے۔ تم رسولوں کے مخالفین کا اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کا انجام زمین میں چل پھر کر آپ دیکھ لو۔ گزشتہ واقعات کا جنہیں علم ہے ان سے دریافت کر لو کہ کس طرح عذاب الٰہی نے مشرکوں کو غارت کیا اس وقت کے کافروں کے لئے ان کافروں میں مثالیں اور عبرتیں موجود ہیں دیکھ لو انکار اللہ کا نتیجہ کتنا مہلک ہوا؟ پھر اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کی ہدایت کے کیسے ہی حریص ہوں لیکن بے فائدہ ہے رب ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انہیں در رحمت سے دور ڈال چکا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ جسے اللہ ہی فتنہ میں ڈالنا چاہے تو اسے کچھ بھی تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اگر اللہ کا ارادہ تمہیں بہکانے کا ہے تو میری نصیحت اور خیر خواہی تمہارے لئے محض بے سود ہے اس آیت میں بھی فرماتا ہے کہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست پر کوئی نہیں لا سکتا جیسے اور آیت میں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ بہکا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وہ تو دن بہ دن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے رہتے ہیں۔

فرمان ہے ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تمام نشانیاں ان کے پاس آ جائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کا منہ دیکھ لیں پس اللہ یعنی اس کی شان اس کا امر۔ اس لئے کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا پس فرماتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کئے ہوئے کو راہ نہیں دکھاتا نہ کوئی اور اس کی رہبری کر سکتا ہے نہ کوئی اس کی مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے کہ عذاب الٰہی سے بچا سکے خلق و امر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے وہ رب العالمین ہے اس کی ذات بابرکت ہے وہی سچا معبود ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾

بڑی سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا۔ ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی کر رہے ہیں۔ اس لئے بھی کہ یہ لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ صاف کر دے اور اس لئے بھی کہ خود کافر اپنا جھوٹا ہونا جان لیں۔ ہم جب کسی چیز کا ارادہ کریں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

قیامت قائم کرنا اللہ پر آسان ہے: چونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے سے ہٹانے کے لیے وہ پوری کوشش کرتے ہیں ایمان فروشی کر کے اللہ کی تاکیدی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے کافروں کا اپنے عقیدے میں اپنے قول میں اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتلاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو سب برابر ہے اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے پھر اپنی بے اندازہ قدرت کا بیان فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے اس پر قادر ہے کوئی بات اسے عاجز نہیں کر سکتی کوئی چیز اس کے اختیار سے خارج نہیں وہ جو کرنا چاہے فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام ہو جاتا ہے قیامت بھی اس کے فرمان کا عمل ہے جیسے فرمایا ایک آنکھ جھپکنے میں اس کا کہا ہو جائے گا تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کر دینا اس پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کا۔ ادھر کہا ہو جا ادھر ہو گیا اسے تو دوبارہ کہنے اور تاکید کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں۔ کوئی نہیں اس کے خلاف کر سکے۔ جو اس کے حکم کے خلاف زبان ہلا سکے وہ واحد و قہار ہے وہ عظمتوں اور عزتوں والا ہے سلطنت اور جبروت والا ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ حاکم نہ رب نہ قادر۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے اسے ایسا نہیں چاہیے تھا وہ مجھے جھٹلا رہا ہے حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ تاکیدی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اللہ مردوں کو پھر زندہ نہ کرے گا میں کہتا ہوں یقیناً زندہ ہوں گے یہ برحق وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور اس کا مجھے

گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ میں احد ہوں میں اللہ ہوں میں صمد ہوں جس کا ہم جنس کوئی اور نہیں ابن ابی حاتم میں تو یہ حدیث موقوفاً مروی ہے بخاری و مسلم میں دوسرے لفظوں کی ساتھ مرفوعاً روایت بھی آئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؀ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ؀

جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد راہ الٰہی میں ترک وطن کیا ہے ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگ اس سے واقف ہوتے۔ جنہوں نے دامن صبر نہ چھوڑا اور اپنے پالنے والے ہی پر بھروسہ کرتے رہے۔

راہ اللہ میں ہجرت کرنا: جو لوگ راہ الٰہی میں ترک وطن کر کے دوست احباب رشتے کنبے بیوپار تجارت کو نام اللہ پر ترک کر کے دین اللہ کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں جہان میں یہ اللہ کے ہاں معزز و محترم ہیں بہت ممکن ہے کہ سبب نزول اس کا مہاجرین حبش ہوں جو مکے میں مشرکین کی سخت ایذائیں سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے کہ آزادی سے دین الٰہی پر عامل رہیں ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان ؓ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت رقیہ ؓ بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت جعفر ابن ابی طالب ؓ جو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت ابو سلمہ ابن عبدالاسد ؓ وغیرہ قریب قریب اسی آدمی تھے مرد بھی عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے سچوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں اچھی جگہ وہ عنایت فرمائے گا جیسے مدینہ اور پاک روزی۔ مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خوف الٰہی سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اسی جیسی اس سے کہیں بہتر، پاک اور حلال چیز اسے عطا فرماتا ہے ان غریب الوطن مہاجرین کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کا راج پاٹ کر دیا۔ ابھی آخرت کا اجر و ثواب باقی ہے پس ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم ؓ سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے لو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور ابھی اجر آخرت جو بہت عظیم الشان ہے باقی ہے پھر اسی آیت مبارک کی تلاوت کرتے۔ ان پاکباز لوگوں کا اور وصف بیان فرماتا ہے کہ جو تکلیفیں راہ اللہ میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے اس میں کبھی فرق نہیں آتا اسی لئے دونوں جہان کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؀ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ؀

تجھ سے پہلے بھی ہم انسانوں کو ہی بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس تم اگر نہیں جانتے تو یاد والوں سے دریافت کر لو دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ یہ یاد اور کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے تو اسے کھول کھول کر بیان کر دے شاید کہ وہ دھیان دھریں۔

منصب رسالت کا حقدار انسان: حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اللہ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے فرماتا ہے ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ﴾ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا ہے کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ہی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے؟ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے اس قول سے باز آؤ۔ ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بے شک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے۔ اور آیت میں ﴿مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے آسمان مکان نہ تھے ابن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں مجاہدؒ کا قول بھی یہی ہے عبدالرحمٰن فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ﴾ میں ہے یہ قول بجائے خود ٹھیک ہے لیکن اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن لینا درست نہیں کیونکہ قرآن کے تو وہ لوگ منکر تھے پھر قرآن والوں سے پوچھ کر انکی تشفی کیسے ہو سکتی تھی اسی طرح امام ابو جعفر باقرؒ سے مروی ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں یعنی یہ امت یہ قول بھی اپنی جگہ ہے درست۔ فی الواقع یہ امت تمام اگلی امتوں سے زیادہ علم والی ہے اور اہل بیت کے علماء اور علماء سے درجہا بڑھ کر ہیں جب کہ وہ سنت مستقیمہ پر ثابت قدم ہوں جیسے علی ابن عباس، حسن حسینؓ، محمد بن حنیفہ، علی بن حسین، زین العابدین، علی بن عبداللہ بن عباس، ابو جعفر باقر یعنی محمد بن علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے جعفرؒ اور ان جیسے اور بزرگ حضرات اللہ کی رحمت اور رضا انہیں حاصل ہو جو کہ اللہ کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے اور صراط مستقیم پر قدم جمائے ہوئے اور ہر حقدار کے حق بجالانے والے ہر۔ اور ہر ایک کو اس کی سچی جگہ اتارنے والے ہر ایک کی قدر و عزت کرنے والے تھے اور خود وہ اللہ کے تمام نیک بندوں کے دلوں میں اپنی مقبولیت رکھتے ہیں تو ہے یہ بے شک صحیح لیکن اس آیت میں یہ مراد نہیں یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ بھی انسان ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء بنی آدم میں سے ہی ہوتے رہے جیسے فرمان قرآن ہے ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾۔ کہدے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک انسان ہوں جو اللہ کا رسول ہوں لوگ محض یہ بہانہ کر کے رسولوں کا انکار کر بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنی رسالت دے اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سبھی کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے تھے اور آیت میں ہے ہم نے انہیں کچھ ایسے جسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوں یا یہ کہ مرنے والے ہی نہ ہوں اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ میں کوئی شروع کا اور پہلا اور نیا رسول تو نہیں۔

اور آیت میں ہے میں تم جیسا انسان ہوں میری جانب وحی اتاری جاتی ہے۔ الخ پس یہاں بھی ارشاد ہوا کہ پہلے کی کتابوں والوں سے پوچھ لو کہ نبی انسان ہوتے تھے یا غیر انسان؟ پھر یہاں فرماتا ہے کہ رسولوں کو وہ دلیلیں دے کر حجتیں عطا فرما کر بھیجتا ہے۔ کتابیں ان پر نازل فرماتا ہے۔ صحیفے انہیں عطا فرماتا ہے زبر سے مراد کتابیں ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴾ جو کچھ انہوں نے کیا کتابوں میں ہے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ ﴾ ہم نے زبور میں لکھ دیا۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تیری طرف ذکر نازل فرمایا یعنی قرآن اس لئے کہ چونکہ تو اس کے معنے مطلب سے اچھی طرح واقف ہے اسے لوگوں کو سمجھا بجھا دے حقیقتاً اے نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں۔ اور آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ افضل الخلائق ہیں اولاد آدم کے سردار ہیں جو اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپ کے ذمے ہے لوگوں پر جو مشکل ہو آپ ﷺ اسے سمجھا دیں تاکہ وہ سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

بدترین داؤ پیچ کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ کا عذاب آ جائے جہاں کا انھیں وہم گمان بھی نہ ہو یا انھیں چلتے پھرتے پکڑ لے یہ کسی صورت میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یا انھیں ڈرا دھمکا کر پکڑ لے پس یقیناً تمہارا پروردگار اعلیٰ شفقت اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کا غضب وغصہ: اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض وسماوات اپنے حلم کا باوجود علم کے اور اپنی مہربانی کا باوجود غصے کے بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گناہگار بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے بے خبری میں ان پر عذاب لا سکتا ہے لیکن اپنی غایت مہربانی سے درگزر کئے ہوئے ہے جیسے سورہ تبارک میں فرمایا اللہ جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر تمہیں اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں ہچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ سے ڈر نہیں لگتا کہ کہیں وہ تم پر آسمان سے پتھر نہ برسا دے اس وقت تمھیں معلوم ہو جائے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مکار بدکردار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے آتے جاتے کھاتے کماتے ہی پکڑ لے سفر حضر میں رات میں جس وقت چاہے پکڑ لے جیسے فرمان ہے ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى ﴾ کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات ہی رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آ جائے یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آ جائے اللہ کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا اور تھکنے والا اور ناکام ہونے والا نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑ لے تو دونوں عذاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈر اور پھر پکڑ۔ ایک مرے دوسرا ڈرے پھر مرے لیکن رب العلی رب کائنات بڑا ہی رؤف رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا بخاری و مسلم میں ہے خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولادیں ٹھہرائیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرمائے۔ بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ﴾۔ پڑھی اور آیت میں ہے ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ ﴾ بہت سی بستیاں ہیں جنھیں میں نے کچھ مہلت دی لیکن آخر ش ان کے ظلم کی بناء پر انہیں گرفتار کر لیا لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدۃ

کیا انھوں نے مخلوق اللہ میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا؟ کہ اس کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ کے سامنے سر بسجود ہیں۔ اور عاجزی کا اظہار

کرتے ہیں یقیناً آسمان و زمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تو تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔

عرش سے فرش تک ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی عظمت و جلالت کبریائی اور بے ہمتائی کا خیال کیجیے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام' جمادات وحیوانات' انسان اور جنات' فرشتے اور کل کائنات اس کی فرمانبردار ہر چیز صبح وشام اس کے سامنے ہر قسم سے اپنی عاجزی اور بے کسی کا ثبوت پیش کرنے والی جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتی ہیں ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل وپست ہے عاجز و بے بس ہے پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے سمندر کی موجیں اس کی نماز ہے انہیں گویا ذوی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی اور فرمایا کہ زمین و آسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا ﴾ خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سر بسجود ہے انکے سائے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں فرشتے بھی باوجود اپنی قدر و منزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں اس کی عبادت سے منہ پھلا نہیں سکتے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں اور جو حکم ہے اس کی بجا آوری میں مشغول ہیں نہ نافرمانی کریں نہ سستی کریں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ معبود تو صرف وہی اکیلا ہی ہے پس تم سب صرف میرا ہی ڈر خوف رکھو آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے کیا پھر بھی تم اسکے سوا اوروں سے ڈرتے رہتے ہو۔ تمارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آ جائے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو۔اور جہاں اس نے وہ مصیبت تم سے دفع کر دی کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں اچھا کچھ فائدہ اٹھالو۔ آخر کار تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔

سب کچھ اُسی کا دیا ہے: اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ لاشریک ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے پالنہار ہے اسکی عبادت خالص دائمی اور واجب ہے اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں آسمان وزمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے سب کا لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔ دین خالص صرف اللہ ہی کا ہے آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک تنہا وہی ہے نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں رزق نعمت عافیت نصرت اسی کی طرف سے ہے اسی کے فضل واحسان بندوں پر ہیں اور اب

بھی ان نعمتوں کے پالینے کے بعد بھی تم اسکے ویسے ہی محتاج ہو۔ مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گڑ گڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو۔ خود مشرکین مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب سمندر میں گھر جاتے باد مخالف کے جھونکے کشتی کو پتے کی طرح جھکولے دینے لگتے تو اپنے ٹھاکروں دیوتاوں بتوں پیروں فقیروں ولیوں نبیوں سب کو بھول جاتے اور خالص اللہ سے لو لگا کر خلوص دل سے اس سے بچاؤ اور نجات طلب کرتے۔ لیکن کنارے پر کشتی کے پار لگتے ہی اپنے پرانے اللہ سب یاد آجاتے اور معبود حقیقی کے ساتھ پھر ان کی پوجا پاٹ ہونے لگتی اس سے بڑھ کر بھی ناشکری کفر اور نعمتوں کی فراموشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں بھی فرمایا کہ مطلب نکل جاتے ہی بہت سے لوگ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ﴿ لِيَكْفُرُوْا ﴾ کا لام لام عاقبت ہے اور لام تعلیل بھی کہا گیا ہے یعنی ہم نے یہ خصلت انکی اس لئے کر دی ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر پردے ڈالیں اور اس کا انکار کریں حالانکہ دراصل نعمتوں کا دینے والا مصیبتوں کا دفع کرنے والا اسکے سوا کوئی نہیں، پھر انہیں دھمکاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو اپنا کام چلا لو یونہی سا فائدہ یہاں کا اٹھا لو لیکن اس کا انجام ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ ع

جسے جانتے بوجھتے بھی نہیں اس کا حصہ ہماری دی ہوئی چیز میں مقرر کرتے ہیں۔ واللہ ان کے اس بہتان کا سوال ان سے ضرور ہی کیا جائے گا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ جو اپنی خواہش کے مطابق ہو۔ ان میں سے کسی کو جب لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے۔ آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی ہی بری مثال ہے اللہ کے لئے تو نہایت ہی بلند صفت ہے وہ بڑا ہی غالب اور با حکمت ہے۔

جنس کے نام پر حقارت اور برتری کا تصور: مشرکوں کی بے عقلی اور بے ڈھنگی بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے معبودوں کے نام کریں جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں پھر اس میں سختی ایسی کریں کہ اللہ کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے نام ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے نام کا اللہ کے نام نہ ہو سکے ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ انہیں پورا پورا ملے گا جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے پھر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ خطا کر کے پھر ان کی عبادت کرتے ہیں جو خطا پر خطا ہے یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو اللہ کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے

لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں پھر ان کی عبادت کرنا یہ ان کا سراسر بہتان ہے محض جھوٹ ہے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے اولاد ہو؟ پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے کیا حماقت ہے کہ انہیں تو اللہ لڑکے دے اور اپنے لئے لڑکیاں رکھے؟ اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو مارے ندامت و شرم کے منہ کالا پڑ جائے زبان بند ہو جائے غم سے کمر جھک جائے زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی رسوائی ہے نہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے اس پر ترجیح دیئے جائیں غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے ورنہ صاف بات ہے کہ جیتے جی گڑھا کھودا اور دبا دی یہ حالت تو اپنی ہے پھر اللہ کے لئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں؟ کتنی بے حیائی کی تقسیم کرتے ہیں اللہ کیلئے جو ثابت کرنے بیٹھیں اسے اپنے لئے سخت تر باعث توہین و تذلیل سمجھیں اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے ہے اللہ کے لیے کمال ہے وہ عزیز و حکیم ہے اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا رہتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا وہ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دیے ہوئے ہے جب ان کا وہ وقت آ جائے گا پھر نہ تو ایک ساعت کی دیر لگے نہ جلدی ہو اپنے لیے جو مکروہ رکھتے ہیں اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں کہ ان کے لئے خوبی ہے۔ نہیں نہیں دراصل ان کے لئے آگ ہے یہ دوزخیوں کے پیش رو ہیں۔

اللہ کا کرم کہ گناہ پر فوری گرفت نہیں کرتا: اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم لطف و رحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑے تو آج زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آ جائیں لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے حلم و کرم لطف و رحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے درگزر فرما رہا ہے معافی دے رہا ہے ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب الٰہی ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پرند اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے جو آپ نے فرمایا اللہ کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے اپنے لئے ظالم لڑکیاں ناپسند کریں شرکت نہ چاہیں اور اللہ کے لئے یہ سب روا رکھیں پھر یہ خیال کریں یہ دنیا میں بھی اچھائیاں سمیٹنے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کے لئے ہے یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت تو آنی نہیں بالفرض آئی بھی تو وہاں کی بہتری بھی ہمارے

لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے پڑیں گے ہماری آیتوں سے کفر پھر آرزو یہ کہ مال واولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا۔ سورۃ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے کہ میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں۔ کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کی عمارت کو نئے سرے سے بنانے کے لئے ڈھایا تو نیو میں سے ایک پتھر نکلا جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا پس ان کی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ و حشمت اور لونڈی غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل ان کے لئے آتش دوزخ تیار ہے وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے یہ جلد ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾

قسم باللہ ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالیاں ان کی نگاہوں میں پچوا دیں وہ شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس کتاب کو ہم نے تجھ پر اسی لئے اتارا ہے کہ تو ہر اس چیز کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ رہنمائی اور ایمانداروں کے لئے رحمت ہے اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے البتہ نشان ہے جو سنیں۔

ہر نبی کو جھٹلایا گیا: اے نبی ﷺ آپ تسلی رکھیں آپ کو آپ ﷺ کی قوم کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں کون سا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے مرید ہیں برائیاں انہیں شیطانی وسواس سے بھلائیاں دکھائی دیتی ہیں ان کا ولی شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے کا نہیں ہمیشہ کے لئے مصیبت افزا عذابوں میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا قرآن حق و باطل میں سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی کتاب ہے ہر جھگڑے اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے ہیں اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے اور کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور حلال اور عمدہ روزی بھی۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے۔

اللہ کی قدرت دودھ میں نہ خون کی رنگت نہ گوبر: اونٹ گائے بکریاں وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں بُطُوْنِهٖ میں ضمیر کو یا تو نعمت کے معنے پر لوٹایا ہے یا حیوان پر۔ چوپائے بھی حیوان ہی ہیں ان حیوانوں کے پیٹ میں جو الا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے دوسری آیت میں ﴿بُطُوْنِهَا﴾ ہے دونوں باتیں جائز ہیں جیسے آیت ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴾ میں ہے اور جیسے آیت ﴿ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ ﴾ میں ہے پس جاء میں مذکر لائے۔ مراد اس سے مال ہے جانور کے باطن میں جو گوبر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لئے نکالتا ہے نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا دودھ تھن کی طرف پہنچا پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں با آرام اتر جائے اس کی خاص نعمت ہے اس نعمت کے بیان کے ساتھ ہی دوسری نعمت بیان فرمائی کہ کھجور اور انگور کے شیرے سے تم شراب بنا لیتے ہو۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کی شراب ایک ہی حکم میں ہے جیسے مالک 'شافعی' احمد اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور یہی حکم ہے اور شرابوں کا جو گیہوں 'جو' جوار اور شہد سے بنائی جائیں جیسے کہ احادیث میں مفصل آ چکا ہے یہ جگہ اس کے بسط کی نہیں ابن عباس ؓ فرماتے ہیں شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور اور طرح کھاتے پیتے ہو جو حلال ہے مثلاً خشک کھجوریں کشمش وغیرہ اور نبیذ شربت بنا کر سرکہ بنا کر اور اور طرح۔ پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ کی قدرت و عظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے اسی کی نگہبانی کے لئے شریعت مطہرہ نے نشے والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں اسی نعمت کا بیان سورۂ یسین کی آیت ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ ﴾ میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیئے تاکہ لوگ اس کا پھل کھائیں یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے نہیں کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ پاک ذات ہے وہ جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کی جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی بلند عمارتوں میں اپنے چھتے بنا۔ اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب تعالیٰ کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ۔ ان کے پیٹ سے پینے کا شہد نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا

ہے۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت بڑا نشان ہے۔

شہد کی مکھی قدرت کا نمونہ نیز شہد قابل شفاہے: وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھیے کتنا مضبوط' کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاریگری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کیلئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے' پھولوں کے اور گھانس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے' بیابان کے درخت ہوں چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں یہ نہ راستے بھولے نہ بھٹکتی پھرے خواہ کتنی ہی دور نکل جائے' لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں' انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ ﴿ ذُلُلًا ﴾ کی تفسیر اطاعت گزار مسخر سے بھی کی گئی ہے۔ پس یہ حال ہوگا ﴿ سَالِكَةً ﴾ کا۔ جیسے قرآن میں ﴿ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ ﴾ میں بھی یہی معنے مراد ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ لوگ شہد کے چھتے کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں لیکن پہلا قول بہت زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ حال ہے طریق کا۔ ابن جریر یہ دونوں قول کو صحیح بتلاتے ہیں۔ ابویعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے۔ سوائے شہد کی مکھی کے اور مکھیاں آگ میں ہیں۔ شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں' سفید' سرخ' زرد وغیرہ۔ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے۔ بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے۔ یہاں ﴿ فِيْهِ الشِّفَآءُ لِلنَّاسِ ﴾ نہیں فرمایا ورنہ ہر بیماری کی دوا یہی ٹھہرتی۔ بلکہ فرمایا اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے' پس یہ سرد بیماریوں کی دوا ہے۔ علاج ہمیشہ بیماریوں کے خلاف ہوتا ہے' پس شہد گرم ہے' سردی کی بیماری میں مفید ہے۔ مجاہد اور ابن جریر سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن میں شفا ہے۔ یہ قول گو اپنے طور پر صحیح ہے اور واقعی قرآن شفا ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد لینا سیاق کے مطابق نہیں' اس میں تو شہد کا ذکر ہے اسی لئے مجاہد کے اس قول کی اقتدا نہیں کی گئی۔ ہاں قرآن کے شفا ہونے کا ذکر آیت ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ ﴾ میں ہے اور آیت ﴿ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﴾ میں ہے۔ اس آیت میں تو مراد شہد ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ چھوٹ گیا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا شہد دیا' پھر آیا اور کہا حضور! اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور شہد پلا۔ اس نے جا کر پھر پلایا' پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست اور بڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' جا پھر شہد دے۔ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل اللہ تعالیٰ شفا حاصل ہو گئی۔ بعض طبیبوں نے کہا ہے ممکن ہے کہ اس کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی فضلہ خارج ہونا شروع ہوا دست بڑھ گئے۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا حضور ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا اس سے اور زور سے فضلہ خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا' پیٹ صاف ہو گیا بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضل الٰہی حاصل ہو گئی اور حضور ﷺ کی بات جو باشارۃ اللہ تعالیٰ تھی پوری ہو گئی۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو مٹھاس اور شہد سے بہت الفت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے پچھنے لگانے میں' شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں' لیکن میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں شہد کے پینے میں اور آگ سے دغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ مسلم کی حدیث میں ہے میں اسے پسند نہیں کرتا بلکہ ناپسند رکھتا ہوں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن۔ ابن جریر میں حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو لے اور اپنی بیوی

کے مال سے اس کی اپنی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے اور اسے پی لے پس اس میں کوئی وجہ سے شفا آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنین کے لئے۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ﴾ ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں' اور فرمان ہے ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ یعنی اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دیدیں تو بیشک تم اسے کھاؤ پیو سہتا پچتا۔ شہد کے بارے میں فرمان اللہ تعالیٰ ہے ﴿ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔ اس کا ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے۔ ابن ماجہ کی اور حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا موت۔ سنوت کے معنے شبت کے ہیں اور اوگوں نے کہا سنوت شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا ہوا ہو۔ شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنے میں آیا ہے۔ پھر فرماتا ہے مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لئے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور وفکر کرنیوالوں کے لئے میری عظمت خالقیت مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں اسی سے لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے قادر حکیم علیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾

ع ۵ | ۱۵

اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے وہی پھر تمہیں فوت کرے گا تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور توانا ہے۔

بخیلی اور شدید بڑھاپے سے پناہ مانگنا: تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی انھیں عدم سے وجود میں لایا ہے وہی انھیں پھر فوت کریگا۔ بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے' طاقت طاق ہو جاتی ہے' حافظہ جاتا رہتا ہے' علم کی کمی ہو جاتی ہے' عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے ﴿ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ الْكَسَلِ وَ الْهَرَمِ وَ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ ﴾ یعنی اے اللہ میں بخیلی سے عاجزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ زہیر بن ابو سلمی نے بھی اپنے مشہور معلقہ میں اس عمر کو رنج وغم کا مخزن ومنبع بتایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾

اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے' پس جنھیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنی ماتحتی کے غلاموں کو نہیں دیا کرتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں۔

مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان: اللہ کیوں کر کرے: تم اپنے حق میں شریک برداشت نہیں کرتے ہو رہا ہے کہ باوجود اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے غلام جاننے کے ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے ﴿ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلاَّ شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُه، وَمَا مَلَك ﴾ یعنی اے اللہ میں تیرے پاس حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میرے تصرف میں کیسے شریک ٹھیرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ میں بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے میں نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میرے تصرف میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی اللہ کی نعمتوں سے انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی۔ جب تم آپ اس سے الگ ہو پھر اللہ تعالیٰ تو اس بت زیادہ بیزار ہے رب کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا کہ کھیتیاں اور چوپائے اللہ تعالیٰ ایک کے پیدا کئے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام کا کرو۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو' اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر امراء کس طرح شکر اللہ تعالیٰ ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں' کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟

اللہ کا ایک اور احسان: اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہیں کی جنس سے انہیں کی ہم شکل ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لئے پیدا کیں' اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول محبت و مودت قائم نہ رہتی۔ لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد عورت ہم جنس بنائے پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی' اولاد پھیلائی' لڑکے ہوئے' لڑکوں کے لڑکے ہوئے۔ ﴿ حفدة ﴾ کے ایک معنی تو یہی پوتوں کے ہیں' دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں۔ پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح کے خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ انسان کی بیوی کی اگلے گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ ﴿ حفدة ﴾ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے۔ یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے۔ معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے ﴿ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ ﴾ ہماری سعی کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے غلام سے سسرال والوں سے خدمت حاصل ہوتی ہے پس ان سب سے نعمت اللہ ہمیں ملتی ہے ہاں جن کے نزدیک ﴿ حَفَدَةً ﴾ کا تعلق ﴿ اَزْوَاجًا ﴾ سے ہے ان کے نزدیک تو مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں۔ پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اولاد تیری غلام ہے جیسے کہ ابو داؤد میں ہے۔ اور جنھوں نے ﴿ حَفَدَةً ﴾ سے مراد خادم لی ہے ان کے نزدیک یہ معطوف ہے

اللہ تعالٰی کے فرمان ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ پر یعنی اللہ تعالٰی نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنادیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقے دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں۔ پس باطل پر یقین رکھ کر اللہ تعالٰی کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے کہ اللہ تعالٰی کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور انہیں دوسروں کی طرف نسبت کردیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالٰی اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں نے تیرے تابع گھوڑوں اور اونٹوں کو نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ تعالٰی کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی تو روزی نہیں دے سکتے اور نہ کچھ مقدور رکھتے ہیں۔ لوگو! اللہ تعالٰی پر مثالیں مت بناؤ۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔

رازق صرف اللہ کی ذات ہے: نعمتیں دینے والا پیدا کرنے والا روزی پہنچانے والا صرف اللہ تعالٰی اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے' اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں۔ وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش پر قادر' نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت۔ پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو اس کے شریک و سہیم اور اس جیسے دوسروں کو نہ سمجھو۔ اللہ تعالٰی عالم ہے اور وہ اپنے علم کی بناء پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے' تم جاہل ہو اپنی جہالت سے اللہ تعالٰی کے شریک دوسروں کو ٹھہرا رہے ہو۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالٰی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالٰی ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ہیں۔

کافر اور مومن کی مثال: ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مومن کی مثال ہے۔ پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مومن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور اللہ تعالٰی کی جدائی سمجھانی مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتلانے کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ تعریفوں کے لائق اللہ تعالٰی ہی ہے۔ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا۔ کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر' برابر ہو سکتے ہیں۔

بتوں کی ایک مثال: ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی اس فرق کے دکھانے کی ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے۔ یہ بت گونگے ہیں نہ کلام کر سکیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں۔ قول و فعل دونوں سے خالی پھر محض بوجھ' اپنے مالک پر بار' کہیں بھی جائے کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور خود بھی راہ مستقیم پر ہو یعنی قول فعل دونوں کے اعتبار سے بہتر' یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ گونگا حضرت عثمانؓ کا غلام تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر و مومن کی ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں تھی کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے ہے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور غلام گونگے سے مراد حضرت عثمانؓ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر یہ اسلام سے چڑتا تھا منکر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکتا تھا' ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

آسمان و زمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوائے آسمان میں جنھیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ کا کمال علم اور کمال قدرت: اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین آسمان کا غیب وہی جانتا ہے کوئی نہیں جو غیب داں ہو اللہ جسے جس چیز پر چاہے اطلاع دیدے ہر چیز اسکی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے

نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے پورا ہو کر ہی رہتا ہے آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہو گی لیکن حکم الٰہی کے پورے ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں لگتی۔ قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے وہ حکم ہوتے ہی آجائے گی ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا یہ محض نادان تھے پھر انہیں کان دیئے جس سے سنیں آنکھیں دیں جن سے دیکھیں دل دیئے جس سے سوچیں سمجھیں عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قوی اور یہ حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں عمر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بڑھوتری بھی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں یہ سب اس لئے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے میرے فریضے کی بجا آوری سے اس قدر بندہ میری نزدیکی حاصل کر سکتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے وہ اگر مجھ سے مانگے میں دیتا ہوں اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کرنے کے کام میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لئے ہو جاتے ہیں وہ سنتا ہے اللہ کے لئے دیکھتا ہے اللہ کے لئے یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے انہی کو دیکھتا ہے اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے کاموں کے لئے ہی ہوتا ہے اللہ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے ہی ہوتے ہیں اس لئے بعض غیر صحیح احادیث میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے لئے ہی سنتا ہے اور میرے لئے ہی دیکھتا ہے اور میرے لئے پکڑتا ہے اور میرے لئے ہی چلتا پھرتا ہے آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے کان آنکھ دل و دماغ وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ﴾ یعنی اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانیوالا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں انہیں پروردگار ہی اپنی قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے سورۃ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں انہیں بجز اللہ رحمن و رحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَا

سَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۲﴾ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا وَاَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۷

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنادیئے ہیں جنھیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کی دن اور اپنے ٹھہرانے کے دن بھی اور انکی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنادیں اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں غاز بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کی وقت کام آئیں وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف ظاہری تبلیغ کردینا ہی ہے یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔

راحت و آرام والی نعمتیں: قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات وانعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں اظہار فرمارہا ہے اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے آرام اور راحت حاصل کرنے کے لیے انہیں مکانات دے رکھے ہیں اسی طرح چوپائے جانوروں کی کھالوں کے خیمے ڈیرے، تمبو اس نے عطا فرمار کھے ہیں کہ سفر میں کوئی کام آئیں نہ لے جانا دوبھر نہ لگانا مشکل نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف پھر بکریوں کے بال اونٹوں کے بال بھیڑوں اور دنبوں کی اون بیوپار تجارت کے لئے مال کی شکل میں اس نے بنادی ہے وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں فرش بھی تیار ہوتے ہیں تجارت کے طور پر مال تجارت ہے فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سود مند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لئے بنائے ہیں پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنالو سوتی اونی اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب وزینت حاصل کرو اور اس نے تمہیں زرہیں خود بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو ﴿ تُسْلِمُوْنَ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ تَسْلَمُوْنَ ﴾ بھی ہے یعنی تم سلامت رہو اور پہلی قرات کے معنے تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ اس سورت کا نام سورت النعم بھی ہے لام کی زبر والی قرات سے یہ بھی مراد ہے کہ تم کو اس نے لڑائی میں کام آنے والی چیزیں دیں کہ تم سلامت رہو دشمن کے وار سے بچو۔ بے شک جنگل میں بیابان بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن یہاں پہاڑوں کی نعمت اس لیئے بیان کی کہ جن سے کلام ہے وہ پہاڑوں کے رہنے والے تھے تو انکی معلومات کے مطابق ان سے کلام ہو رہا ہے اسی طرح چونکہ وہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں والے تھے انہیں یہی نعمتیں یاد دلائیں حالانکہ ان سے بڑھ کر اللہ کی نعمتیں مخلوق کے ہاتھوں میں اور بھی شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سردی کے اتارنے کے احسان کو بیان فرمایا حالانکہ اس سے اور احسان بڑے موجود ہیں لیکن یہ ان کے سامنے کی اور انکی معلومات کی چیز تھی اسی طرح چونکہ یہ لڑنے بھڑنے والے جنگجو لوگ تھے لڑائی کے بچاؤ کی چیز بطور نعمت کے ان کے سامنے رکھی حالانکہ اس سے صدہا درجے بڑی اور نعمتیں بھی مخلوق کے ہاتھ میں موجود ہیں اسی طرح چونکہ ان کا ملک گرم تھا فرمایا کہ لباس سے تم گرمی کی تکلیف زائل کرتے ہو ورنہ کیا اس سے بہتر اس منعم حقیقی کی اور نعمتیں بندوں کے پاس نہیں؟ اسی لئے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے؟ چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا، تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں ان کی ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے

ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں ہے رزق دینے والا فلاں ہے یہ اکثر لوگ کافر ہیں اللہ کے ناشکرے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لئے گھر اور مکانات دیئے اس نے کہا سچ ہے پھر آپ ﷺ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے اسی طرح آپ ﷺ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ہر نعمت کا اقرار کرتا رہا آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر رجوع طلب کئے جائیں گے۔ جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل ہی جھوٹے ہو۔ اس دن وہ سب عاجز ہو کر اللہ کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان بازی کیا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا۔ جنھوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہو گا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔

مشرک سب سے بڑا گمراہ ہے: قیامت کے دن مشرکوں کی جو درگت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہر امت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے کلام الٰہی انہیں پہنچا دیا تھا پھر کافروں کو عذر معذرت کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا بطلان اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے سورۃ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ بولیں گے نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت ملے گی مشرکین عذابوں کو دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہو گی ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہو گا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے جہنم آن موجود ہو گی جو ٠٠٠٠ ٧ ستر ہزار لگاموں والی ہو گی جس کی ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھنائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اس وقت جہنم اپنی زبان سے با آواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک اس سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے کہ پرندہ دانہ چگتا ہے جیسے کہ فرمان باری ہے ﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ ﴾ جب کہ وہ دور سے دکھائی دی گی تو اس کا شور غل

کڑ کنا بھڑ کنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تاریک و تنگ مکان میں جھونک دیئے جائیں گے تو موت کو پکاریں گے آج ایک چھوڑ کئی موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے ﴿ وَرَاَالْمُجْرِمُوْنَ النَّار ﴾ گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے لیکن کوئی بچاؤ نہ دیکھیں گے اور آیت میں ہے ﴿ لَوْيَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ کاش! کافر اس وقت کو جان لیتے جب کہ وہ اپنے چہروں پر سے اور اپنی کمروں پر سے آگ جہنم کو دور نہ کر سکیں گے نہ کسی کو مددگار پائیں گے اچانک عذاب الٰہی انہیں ہکا بکا کر دے گا نہ انہیں ان کے دفع کرنے کی طاقت ہوگی نہ ایک منٹ کی مہلت ملے گی اس وقت ان کے معبودان باطل جن کی عمر بھر عبادتیں اور نذریں نیازیں کرتے رہے ان سے بالکل بیزار ہو جائیں گے اور انکی احتیاج کے وقت انہیں مطلقاً کام نہ آئیں گے انہیں دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اے اللہ یہ ہیں جنھیں ہم دنیا میں پوجتے رہے تو وہ کہیں گے جھوٹے ہو ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر ہماری پرستش کرو اسی کو جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَه ﴾۔ یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہ دیں بلکہ وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں اور حشر کے دن ان کے دشمن ہو جانے والے ہوں اور ان کی عبادت کا انکار کر جانے والے ہوں اور آیتوں میں ہے کہ اپنا حمایتی اور باعث عزت جان کر جنھیں یہ پکارتے رہے وہ تو ان کی عبادتوں کے منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے خلیل اللہ نے بھی یہی فرمایا کہ ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴾۔ یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے منکر ہو جائیں گے اور آیت میں ہے کہ انہیں قیامت کے دن حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو پکارو الخ۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں کلام اللہ میں موجود ہیں اس دن سب کے سب مسلمان تابع و فرمان ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ یعنی جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن خوب ہی سنتے دیکھتے بن جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَوْتَرٰى اِذِالْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُؤُسِهِمْ ﴾۔ تو دیکھے گا کہ اس دن گناہگار لوگ اپنے سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھ سن لیا الخ۔ اور آیت میں ہے کہ سب چہرے اس دن رب حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے تابع اور مطیع ہوں گے زیر فرمان ہوں گے ان کے سارے بہتان افترا جاتے رہیں گے ساری چالاکیاں ختم ہو جائیں گی کوئی ناصر و مددگار کھڑا نہ ہوگا جنھوں نے کفر کیا انھیں ان کے کفر کی سزا ہوگی اور اپنے کفر میں اوروں کو گھسیٹنے کی اور ڈبل سزا ہوگی یہ وہ ہیں جو خود بھی دور بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حق سے دور بھگاتے رہتے تھے دراصل وہ آپ ہی ہلاکت کی دلدل میں پھنس رہے تھے لیکن تھے بے وقوف۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے عذاب کے بھی درجے ہوں گے جس طرح مومنوں کے جزا کے درجے ہوں گے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ہر ایک کے لئے دوہرا ہے لیکن تمہیں علم نہیں ابو یعلی میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ عذاب جہنم کے ساتھ ہی زہریلے سانپوں کا ڈسنا بڑھ جائے گا جو اتنے بڑے بڑے ہوں گے جتنے بڑے کھجور کے درخت ہوتے ہیں ابن عباس سے مروی ہے کہ عرش تلے سے پانچ نہریں آتی ہیں جن سے دوزخیوں کو عذاب ہوگا رات کو بھی اور دن کو بھی۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع

جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

قرآن میں ہر چیز کا بیان: اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ اس دن کو یاد کر' اور اس دن جو تیری شرافت و کرامت ہونے والی ہے اس کا بھی ذکر کر یہ آیت بھی ویسی ہی ہے جیسی سورۃ نساء کے شروع کی آیت ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢبِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴾ یعنی کیونکر گزرے گی جب کہ ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے حضور ﷺ نے ایک بار حضرت ابن مسعود سے سورۃ نساء پڑھوائی جب وہ اس آیت تک پہنچے تو آپ نے فرمایا بس کر کافی ہے ابن مسعودؓ نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں پھر فرماتا ہے اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے ہر علم اور ہر شے اس قرآن میں ہے ہر حلال و حرام ہر ایک نافع علم ہر بھلائی گزشتہ کی خبریں آئندہ کے واقعات دین و دنیا معاش و معاد سب کے ضروری احکام واحوال اس میں موجود ہیں یہ دلوں کی ہدایت ہے یہ رحمت ہے یہ بشارت ہے امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سنت رسول ﷺ کو ملا کر ہر چیز کا بیان ہے اس آیت کو اوپر والی آیت سے تعلق غالباً یہ ہے کہ جس نے تجھ پر اس کتاب کی تبلیغ فرض کی ہے اور اسے نازل فرمائی ہے وہ قیامت کے دن تجھ سے اس کی بابت سوال کرنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ امتوں اور رسولوں سے سب سے سوال ہو گا۔ واللہ ہم سب سے ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال ہو گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں تو علام الغیوب ہے اور آیت میں ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ﴾ یعنی جس نے تجھ پر تبلیغ قرآن فرض کی ہے وہ تجھے قیامت کے دن اپنے پاس لوٹا کر اپنے سونپے ہوئے فریضے کی بابت تجھ سے پرسش کرنے والا ہے یہ ایک قول بھی اس آیت کی تفسیر میں ہے اور ہے بھی معقول اور عمدہ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کا ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے وہ آپ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

عدل احسان صلہ رحمی فحشاء اور منکر کے معنی: اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور سلوک واحسان کی راہنمائی کرتا ہے گو بدلہ لینا بھی جائز ہے جیسے آیت ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ﴾ میں فرمایا کہ اگر بدلہ لو تو برابر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو لیکن اگر صبر و سہار کر لو تو کیا ہی کہنا ہے یہ بڑی مردانگی کی بات ہے اور آیت میں فرمایا اس کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا اور آیت میں ہے زخموں کا قصاص ہے لیکن جو درگزر کر جائے اس کے گناہوں کی معافی ہے پس عدل تو فرض اور احسان نفل۔ کلمہ توحید کی شہادت بھی عدل ہے ظاہر باطن کی یک رنگی بھی عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ باطن کی صفائی ظاہر سے بھی زیادہ ہو اور فحشاء اور منکر یہ ہے کہ باطن میں کھوٹ ہو اور ظاہر میں بناوٹ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا بھی حکم دیتا ہے۔

جیسے صاف لفظوں میں ارشاد ہے ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ﴾ رشتے داروں کو مسکینوں کو مسافروں کو ان کا حق دو اور اسراف و بے جا نہ اڑاؤ محرمات سے وہ تمہیں روکتا ہے برائیوں سے وہ منع کرتا ہے ظاہری و باطنی تمام برائیاں حرام ہیں لوگوں پر ظلم و زیادتی حرام ہے حدیث میں ہے کہ کوئی گناہ ظلم و زیادتی و قطع رحمی سے بڑھ کر ایسا نہیں کہ دنیا میں بھی جلد ہی اس کا بدلہ ملے اور آخرت میں سخت پکڑ ہو۔ اللہ کے یہ احکام اور یہ روکیں تمہاری نصیحت کے لئے ہیں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جامع تر آیت سارے قرآن کی سورۃ نحل میں یہ آیت ہے قتادہؒ فرماتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں ان کا حکم قرآن نے دیا ہے اور جو بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ

نے روک دیا ہے بد خلقی اور برائی سے اسے ممانعت کر دی ہے حدیث میں ہے بہترین اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بد خلقی کو وہ مکروہ رکھتا ہے اکثم بن صیفی کو جب رسول ﷺ کی بابت اطلاع ہوئی تو اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی ٹھان لی لیکن اس کی قوم اس کے سر ہو گئی اور اسے روک لیا اس نے کہا اچھا مجھے نہیں جانے دیتے تو قاصد لاؤ جنہیں میں وہاں بھیجوں۔ دو شخص اس خدمت کی انجام دہی کے لیے تیار ہوئے یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ہم اکثم بن صیفی کے قاصد ہیں وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد ﷺ بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے کہا دوبارہ پڑھئے آپ ﷺ نے پھر پڑھی یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لی پھر واپس جا کر اکثم کو سب خبر کر دی اور کہا اپنے نسب پر اس نے کوئی فخر نہیں کیا صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتا دیا لیکن ہیں وہ بڑے نسب والے مضر میں اعلیٰ خاندان کے ہیں اور پھر یہ کلمات ہمیں تعلیم فرمائے جو آپ ﷺ کی زبانی ہم نے سنے یہ سن کر اکثم نے کہا کہ وہ تو بڑی اچھی اور اعلیٰ باتیں سکھاتے ہیں اور بری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں میرے قبیلے کے لوگو تم اسلام کی طرف سبقت کرو تاکہ تم دوسروں پر سرداری کرو اور دوسروں کے ہاتھوں میں دمیں بن کر نہ رہ جاؤ اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون آپ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گیا آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے دفعتاً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ ﷺ نے رخ بھی کر لیا اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ ہوں ہیں اور کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ ﷺ نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ آسمان تک آپ ﷺ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ ﷺ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی بیٹھک پر عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے وہ یہ سب دیکھ رہا تھا اس سے صبر نہ ہو سکا پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ کہا یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچی کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے مجھے چھوڑ دیا پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ ﷺ سے کچھ کہہ رہا ہو اور آپ اچھی طرح اسے سن سمجھ رہے آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا اس نے کہا برابر دیکھتا ہی رہا آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ وحی لے کر آیا تھا اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں اللہ کا بھیجا ہوا پوچھا پھر اس نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟ آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا اور روایت میں حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ ﷺ نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورت کی اس جگہ رکھوں یہ روایت بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا

كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۲﴾

اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد توڑ نہ کرو باوجود یکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا کہ ٹھہراؤ تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے بات صرف یہی ہے کہ اس زیادتی سے اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے۔

قسمیں اور عہد و پیمان: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عہد و پیمان کی حفاظت کریں قسموں کو نبھائیں توڑیں نہیں یہاں قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی۔ اور آیت میں فرمایا کہ اپنی قسموں کا نشانہ اللہ کو نہ بناؤ اس سے بھی قسموں کی حفاظت کرانی مقصود ہے اور آیت میں ہے کہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے قسموں کی پوری حفاظت کرو۔ پس آیتوں میں یہ حکم ہے اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں واللہ میں جس چیز پر قسم کھالوں اور پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو انشاءاللہ تعالیٰ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا تو مندرجہ بالا آیتوں اور احادیث میں کچھ فرق نہ سمجھا جائے وہ قسمیں اور عہد و پیمان جو آپس کے معاہدے اور وعدے کے طور پر ہوں ان کا پورا کرنا تو بے شک بے حد ضروری ہے اور جو قسمیں رغبت دلانے روکنے کے لئے زبان سے نکل جائیں وہ بے شک کفارہ دے کر ٹوٹ سکتی ہیں پس اس آیت میں مراد جاہلیت کے زمانے جیسی قسمیں ہیں چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام میں دو جماعتوں کی آپس میں ایک رہنے کی قسم کوئی چیز نہیں۔ ہاں جاہلیت میں ایسی امداد و اعانت کی جو قسمیں آپس میں ہو چکی ہیں اسلام ان کو اور مضبوط کرتا ہے اس حدیث کے پہلے جملے کے یہ معنے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں کہ ایک برادری والے دوسری برادری والوں سے عہد و پیمان کریں کہ ہم تم ایک ہیں راحت رنج میں شریک ہیں وغیرہ کیونکہ رشتہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک برادری کر دیتا ہے مشرق مغرب کے مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد و غم خوار ہیں بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس ؓ کے گھر میں رسول کریم ﷺ نے انصار و مہاجرین میں قسما قسمی کرائی' اس سے یہ ممنوع بھائی بندی مراد نہیں یہ تو بھائی چارہ تھا جس کی بناء پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ورثہ قریبی رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا کہتے ہیں اس فرمان الٰہی سے مطلب ان مسلمانوں کو اسلام پر جمے رہنے کا حکم دینا ہے جو حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے احکام کی پابندی کا اقرار کرتے تھے تو انہیں فرماتا ہے کہ ایسی تاکیدی قسم اور پورے عہد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ محمدیوں کی جماعت کی کمی اور مشرکین کی جماعت کی کثرت دیکھ کر تم اسے توڑ دو۔ مسند احمد میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت لوگ توڑنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے اپنے تمام گھرانے کے لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی تعریف کر کے اما بعد کہہ کر فرمایا کہ ہم نے یزید کی بیعت اللہ و رسول کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا یہ غدار ہے فلاں بن فلاں کا۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا اور سب سے برا غدر یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے پھر توڑ دینا یاد رکھو تم میں سے کوئی یہ برا کام نہ کرے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے ورنہ مجھ میں اور اس میں جدائی ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان بھائی سے کوئی شرط کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اپنے پڑوسی کو امن دینے کے بعد بے پناہ چھوڑ دے پھر انہیں دھمکاتا ہے جو عہد و پیمان کی حفاظت نہ کریں کہ ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے مکہ میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں فتور تھا سوت کاتنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور مضبوط ہو جانے کے بعد بے وجہ توڑ تاڑ کر پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تو یہ مثال ہے اس کی جو

عہد کو مضبوط کر کے پھر توڑ دے یہی بات ٹھیک ہے اب اسے جانے دیجیے کہ واقعہ میں کوئی ایسی عورت تھی بھی یا نہیں جو یہ کرتی ہو یہاں تو صرف مثال مقصود ہے ﴿ انکاثا ﴾ کے معنے ٹکڑے ٹکڑے۔ ممکن ہے کہ یہ ﴿ نقضت غزلها ﴾ کا اسم مصدر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدل ہو کان کی خبر کا یعنی انکاث نہ ہو جمع نکث کی ناکث سے پھر فرماتا ہے کہ قسموں کو مکرو فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے سے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سکہ بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ ان کی کثرت دیکھ کر جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو۔ اور پھر موقعہ پا کر لڑائی شروع کر دو ایسا نہ کرو۔ پس جبکہ اس حالت میں بھی عہد شکنی حرام کر دی تو اپنے غلبے اور اپنی کثرت کے وقت تو بطور اولی حرام ہوئی۔ بحمد اللہ ہم سورہ انفال میں حضرت معاویہ ؓ کا قصہ لکھ آئے ہیں کہ ان میں اور شاہ روم میں ایک مدت تک کے لیے صلح نامہ ہو گیا تھا اس مدت کے خاتمے کے قریب آپ نے مجاہدین سرحد روم کی طرف روانہ کئے کہ وہ سرحد پر پڑاؤ ڈالیں اور مدت کے ختم ہوتے ہی دھاوا کر دیں تاکہ رومیوں کو تیاری کا موقعہ نہ ملے۔ جب حضرت عمرو بن عبنسہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ امیر المومنین حضرت معاویہ ؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ اکبر اے معاویہ! عہد پورا کرو غدر اور بد عہدی سے بچو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس قوم سے عہد معاہدہ ہو جائے تو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے کوئی گرہ کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ ؓ نے اپنے لشکروں کو واپس بلوا لیا۔ ﴿ اربى ﴾ سے مراد اکثر ہے۔ اس جملے کا یہ بھی مطلب ہے کہ دیکھا کہ دشمن قوی اور زیادہ ہے صلح کر لی اور اس صلح کو ذریعہ فریب بنا کر انہیں غافل کر کے چڑھ دوڑے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک قوم سے معاہدہ کر لیا پھر دیکھا کہ دوسری قوم ان سے زیادہ قوی ہے اس سے معاملہ کر لیا اور اگلے معاہدہ کو توڑ دیا یہ سب منع ہے۔ اس کثرت سے اللہ تمہیں آزماتا ہے یا یہ کہ اپنے اس حکم سے یعنی پابندی وعدہ کے حکم سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور تم میں صحیح فیصلے قیامت کے دن وہ آپ کر دے گا۔ ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تم سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے باز پرس کی جانے والی ہے۔ تم اپنی قسموں کو آپس کی دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے راہ اللہ سے روک دیا' اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا تم اللہ کے عہد کو تھوڑے مول کے بدلے نہ بیچ دیا کرو یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

ہدایت اور ضلالت اللہ کے اختیار میں: اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا جیسے فرمایا ﴿ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی چاہت ہوتی تو اے لوگو تم سب کو وہ ایک ہی گروہ کر دیتا۔ اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ باایمان ہی ہوتے۔ یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی اختلاف بغض بالکل نہ ہوتا۔ تیرا رب قادر ہے کہ اگر چاہے سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دے، لیکن یہ تو مختلف ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب کا رحم ہو اسی نے انہیں پیدا کیا ہے ہدایت ضلالت اسی کے ہاتھ ہے قیامت کے دن وہ حساب لے گا پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے نیک بد کل اعمال کا بہترین بدلہ دے گا۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں کو عہد و پیمان کو مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابت قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تمہارا یہ کام اوروں کے راہ اللہ سے رکنے کا سبب بن جائے گا جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا وعدے کا خلاف کیا تو انہیں دین کے ساتھ وثوق اور اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام قبول کرنے سے رک جائیں گے اور ان کے اس رکنے کے باعث چونکہ تم بنو گے اس لیے تمہیں بڑا عذاب ہوگا اور سخت سزا دی جائے گی اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر جو وعدے کرو اس کی قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا بدل دینا تم پر حرام ہے۔ گو ساری دنیا حاصل ہو جائے تاہم اس حرمت کے مرتکب نہ ہو کیونکہ دنیا ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہی بہتر ہے اس جزا اور اس ثواب کی امید رکھو۔ جو اللہ تعالیٰ کی اس بات پر یقین رکھے۔ اسی کا طالب رہے اور حکم الٰہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے اس کے لیے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے اسے اچھی طرح جان لو۔ نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سنو دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت ہو لیکن ہو باایمان تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔

نیک اعمال کا بہتر بدلہ ضرور ملے گا: اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اپنے ان بندوں سے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول پر ایمان کامل رکھیں اور کتاب و سنت کی تابعداری کے ماتحت نیک اعمال کریں وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا عمدگی سے ان کی عمر بسر ہوگی خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ساتھ ہی انہیں اپنے پاس دار آخرت میں بھی ان کی نیک اعمالیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ دنیا میں پاک اور حلال روزی قناعت خوش نفسی سعادت پاکیزگی عبادت کا لطف اطاعت کا مزہ دل کی ٹھنڈک سینے کی کشادگی سب ہی کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایماندار نیک اعمال کرنے والے کو عطا ہوتی ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس نے فلاح حاصل کر لی جو مسلمان ہو گیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی۔ اور حدیث میں ہے جسے اسلام کی راہ دکھا دی گئی اور جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے دل کو قناعت سے بھر دیا اس نے نجات پالی (ترمذی۔) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن

بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی اسے دیتا ہے ہاں کافر اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھا لیتا ہے۔ آخرت کے لیے اسکے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر لیا کر۔ ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔

تلاوت کے آغاز میں آعوذ پڑھنا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی اپنے مومن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے وہ ﴿اَعُوْذُ﴾ پڑھ لیا کریں۔ یہ حکم فرضیت کے طور پر نہیں ہے۔ ابن جریرؒ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اعوذ کی پوری بحث مع معنی وغیرہ کے ہم اپنی اس تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں فالحمد للہ۔ اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ قاری قرآن خلط ملط ہو جانے غور و فکر سے رک جانے اور شیطانی وسوسوں کے آنے سے بچ جائے۔ اسی لیے جمہور کہتے ہیں کہ قراءت شروع کرنے سے پہلے اعوذ پڑھ لیا کرے۔ کسی کا قول یہ بھی ہے کہ ختم قراءت کے بعد پڑھے۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ایماندار متوکلین کو وہ ایسے گناہوں میں پھانس نہیں سکتا جن سے وہ توبہ ہی نہ کریں اس کی کوئی حجت ان کے سامنے چل نہیں سکتی۔ یہ مخلص بندے اس کے گہرے مکر سے محفوظ رہتے ہیں ہاں جو اسکی اطاعت کریں اس کے کہے میں آ جائیں اسے اپنا دوست اور حمایتی ٹھہرا لیں اسے اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں شریک کرنے لگیں ان پر تو یہ چھا جاتا ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ''ب'' کو سببہ بتلائیں یعنی وہ اسکی فرمانبرداری کے باعث اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرنے لگ جائیں یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اسے اپنے مال میں اپنی اولاد میں شریک الٰہی ٹھہرا لیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے بات یہ ہے کہ ان میں اکثر جانتے ہی نہیں۔ کہدے کہ اسے تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت اور ہدایت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت کے لیے۔

نسخ کی حکمت مشرک نہیں جانتے: مشرکوں کی کم عقلی بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ تو ازلی بد نصیب ہیں ناسخ منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر بکنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا۔ اتنا نہیں جانتے کہ قادر

مطلق اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے جو ارادہ کرے حکم دے ایک حکم کو اٹھادے دوسرے کو اس کی جگہ رکھدے جیسے آیت ﴿ مَانَنْسَخْ ﴾ میں فرمایا ہے پاک روح یعنی حضرت جبرئیلؑ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقانیت و صداقت کے عدل و انصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تا کہ ایماندار ثابت قدم ہو جائیں۔ اب اترا 'مانا' پھر اترا پھر مانا' ان کے دل رب کی طرف جھکتے رہیں تازہ تازہ کلام اللہ سنتے رہیں مسلمانوں کے لیے ہدایت و بشارت ہو جائے اللہ اور رسول اللہ کے ماننے والے راہ یافتہ ہو کر خوش ہو جائیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾

ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔

کافروں کا ایک بہتان اور اس کا رد: کافروں کی ایک بہتان بازی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے۔ قریش کے کسی قبیلے کا ایک عجمی غلام تھا صفا پہاڑی کے پاس خرید و فروخت کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کبھی کبھی اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اور کچھ باتیں کر لیا کرتے تھے۔ یہ شخص صحیح عربی زبان بولنے پر قادر بھی نہ تھا۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل اپنا مطلب ادا کر لیا کرتا تھا۔ اس افتراء کا جواب جناب باری تعالیٰ دیتا ہے کہ وہ کیا سکھائے گا جو خود بولنا نہیں جانتا عجمی زبان کا آدمی ہے اور یہ قرآن تو عربی زبان میں ہے پھر فصاحت و بلاغت والا کمال و سلاست والا عمدہ اور اعلیٰ پاکیزہ اور بالا معنے مطلب الفاظ واقعات میں سب سے نرالا۔ بنی اسرائیلی آسمانی کتابوں سے بھی منزلت اور رفعت والا' وقعت اور عزت والا۔ تم میں اگر ذرا سی عقل ہوتی تو یوں ہتھیلی پر چراغ رکھ کر چوری کرنے کو نہ نکلتے ایسا جھوٹ نہ بکتے جو بے وقوفوں کے ہاں بھی نہ چل سکے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نصرانی غلام جسے جبر کہا جاتا تھا جو حضرمی قبیلے کے کسی شخص کا غلام تھا اس کے پاس رسول اللہ ﷺ مروہ کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اس پر مشرکین نے اڑائی کہ یہ قرآن اسی کا سکھایا ہوا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام یعیش تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک لوہار تھا جس کا نام بلعام تھا یہ عجمی شخص تھا اسے حضور ﷺ تعلیم دیتے تھے تو آپ کا اس کے پاس آنا جانا دیکھ کر قریش مشہور کرنے لگے کہ یہی شخص آپ کو کچھ سکھاتا ہے اور آپ ﷺ اسے کلام اللہ کے نام سے اپنے حلقے میں سکھاتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے مراد اس سے سلمان فارسیؓ ہیں۔ لیکن یہ قول تو نہایت بودا ہے کیونکہ حضرت سلمانؓ تو مدینے میں آپ سے ملے اور یہ آیت مکہ میں اتری ہے۔ عبیداللہ بن مسلمؒ کہتے ہیں ہمارے دو کامی آدمی روم کے رہنے والے تھے۔ جو اپنی زبان میں اپنی کتاب پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ بھی جاتے آتے کبھی ان کے پاس کھڑے ہو کر سن لیا کرتے اس پر مشرکین نے اڑایا کہ انہی سے آپ قرآن سیکھتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں مشرکین میں سے ایک وہ شخص تھا جو وحی لکھا کرتا تھا اس کے بعد وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور یہ بات گھڑلی اللہ کی لعنت اس پر۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے انہیں اللہ کی طرف سے بھی رہنمائی نہیں ہوتی۔ اور ان کے لیے المناک عذاب ہیں۔ جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

آقا کی صداقت کا بیان: جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے اللہ کی کتاب سے غفلت کرے اللہ کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو اللہ بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنستے ہیں پھر فرمایا کہ یہ رسول ﷺ اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے نہیں یہ کام تو بدترین مخلوق کا ہے جو ملحد و کافر ہوں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے۔ اور آنحضرت محمد مصطفٰے ﷺ تو تمام مخلوق سے بہتر و افضل دین دار اللہ شناس سچوں کے سچے ہیں سب سے زیادہ کمال علم و ایمان عمل و نیکی میں آپ ؐ کو حاصل ہے۔ سچائی میں بھلائی میں یقین میں معرفت میں آپ ؐ کا ثانی کوئی نہیں۔ ان کافروں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپ کی صداقت کے قائل ہیں آپ کی امانت کے مداح ہیں۔ آپ ان میں محمد ﷺ امین کے ممتاز لقب سے مشہور معروف ہیں۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے آنحضرت ﷺ کی نسبت بہت سے سوالات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دعوی نبوت سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کبھی نہیں۔ اس پر شاہ نے کہا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر غضب الٰہی ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

مجبوراً کفر کا ارتکاب ناقص ایمان نہیں: اللہ سبحانہ و تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے اس پر اطمینان کر لیں یہ اللہ کے غضب میں گرفتا ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی صرف دنیا طلبی کی وجہ سے۔ چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے اللہ کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی دلوں پر مہریں لگ گئیں نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کان اور آنکھیں بھی بے کار ہو گئیں نہ حق سن سکیں نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز

نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا اور اپنے والوں کا نقصان کرنے والے ہیں۔ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں۔ لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں اتری ہے جبکہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرہاً آپؓ نے ان کی موافقت کی پھر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ شعبیؒ قتادہؒ اور ابو مالکؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے پھر حضور ﷺ کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے جما ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔ بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا۔ پھر آپؐ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں عذابوں سے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ اسی پر یہ آیت اتری۔ پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلالؓ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ۔ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔ اسی طرح حضرت حبیب بن زید انصاریؓ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کیا تو (حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی بھی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر یہی سوال و جواب ہوا دوسرا عضو جسم کٹ گیا۔ یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے انہیں حضرت علیؓ نے آگ میں جلوا دیا۔ جب حضرت ابن عباسؓ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو ہاں بیشک میں انہیں قتل کرا دیتا اس لیے کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباسؓ کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاریؒ نے بھی وارد کیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس یمن میں معاذ بن جبلؓ تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں تو آپ نے فرمایا واللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو یہی فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے چنانچہ حافظ ابن عساکرؒ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابیؓ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچ دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا

ہوں اور اپنی شاہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا؟ اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دیدے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی ﷺ سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرامر ہو کر رہ گئے گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ ؓ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن! کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دوں اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میری دامادی میں آ کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ آج ایک ہی جان ہے جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ للہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرما لیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾

ع ١٤/٢٠

جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بیشک تیرا پروردگار ان باتوں کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے۔ جس دن ہر شخص اپنی ذات کے لئے لڑتا جھگڑتا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر مطلقاً ظلم نہ کیا جائے گا۔

ہجرت اور جہاد کا بدلہ بخشش ہے: یہ دوسری قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے ظلم کے شکار تھے اور ہر وقت بچلائے جاتے تھے آخرانہوں نے ہجرت کی مال 'اولاد 'ملک 'وطن کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کے لیے نکل پڑے اور صبر و سہار سے اللہ کے کلمے کی بلندی میں مشغول ہوگئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے بعد بھی بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والے ہے۔ بروز قیامت ہر شخص اپنے چھٹکارے کے فکر میں لگا ہوگا کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی یا بیوی کی طرف سے کچھ کہہ سن کرے۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا نہ ثواب گھٹے نہ گناہ بڑھے 'اللہ ظلم سے پاک ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنایا جو بدلہ تھا ان کے کئے کوتک کا۔ ان کے پاس انہی میں سے رسول پہنچا پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخرش انہیں عذاب نے آدبوچا وہ تھے ہی گناہ گار۔

نعمتوں کی ناشکری کا نتیجہ: اس سے مراد اہل مکہ ہیں یہ امن و اطمینان میں تھے آس پاس لڑائیاں ہوتیں یہاں کوئی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھتا جو یہاں آجائے امن میں سمجھا جاتا جیسے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اگر ہم ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں کیا ہم نے انہیں امن و امان کا حرم نہیں دے رکھا؟ جہاں ہماری روزیاں قسم قسم کے پھلوں کی شکل میں ان کے پاس چو طرف سے کھچی چلی آتی ہیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ عمدہ سہتی پچتی روزی اس شہر کے لوگوں کے پاس ہر طرف آرہی تھی لیکن پھر بھی یہ اللہ کی نعمتوں کے منکر رہے جن میں سب سے اعلیٰ نعمت آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ کیا تو نے انہیں دیکھا؟ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کفر سے بدل دی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچا دیا جو جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور جو بری قرار گاہ ہے۔ ان کی اس سرکشی کی سزا میں دونوں نعمتیں دو زحمتوں سے بدل دی گئیں امن خوف سے اطمینان بھوک اور گھبراہٹ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی نہ مانی۔ آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر کس لی تو آپ نے ان کے لیے سات قحط سالیوں کی بددعا کی جیسے حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں تھیں۔ اس قحط سالی میں انہوں نے اونٹ کے خون میں لتھڑے ہوئے بال تک کھائے۔ امن کے بعد خوف آیا ہر وقت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر سے خوفزدہ رہنے لگے آپ کی دن دونی ترقی اور آپ کے لشکروں کی بڑھوتری کو سنتے اور سہے جاتے تھے یہاں تک کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کے شہر مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے وہاں قبضہ کر لیا۔ یہ تھا ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ کہ یہ ظلم و زیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود ان میں سے ہی بھیجا تھا۔ جس احسان کا بیان آیت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ﴾ میں فرمایا ہے اور اسی کا بیان آیت ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ میں ہے اور اسی معنی کی آیت ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ﴾

میں ہے ﴿ تَکْفُرُوْنَ ﴾ تک۔اس لطیفے کو بھی نہ بھولیے کہ جیسے کفر کی وجہ سے امن کے بعد خوف آیا اور فراخی کے بعد بھوک آئی ایمان کی وجہ سے خوف کے بعد امن ملا اور بھوک کے بعد حکومت سرداری امارت اور امامت ملی فسبحانہ اعظم شانہ۔ سلیم بن نمیر کہتے ہیں ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج سے لوٹتے ہوئے آرہے تھے اس وقت مدینہ منورہ میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمانؓ گھرے ہوئے تھے۔ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر راہ چلتوں سے ان کی بابت دریافت فرمایا کرتی تھیں دو سواروں کو جاتے ہوئے دیکھ کر آدمی بھیجا کہ ان سے خلیفۃ الرسولؓ کا حال پوچھو انہوں نے خبر دی کہ افسوس آپ شہید کر دیئے گئے اسی وقت آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ مدینہ ہی ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وضرب اللہ الخ۔ عبید اللہ بن مغیرہ کے شیخ کا بھی یہی قول ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص بے بس کر دیا جائے نہ وہ ظالم ہو نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہدیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔ سمجھ لو کہ اللہ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔ انہیں بہت تھوڑا برتنا ملتا ہے اور ان کے لیے ہی دردناک عذاب ہیں۔

بعض حرام کردہ اشیاء کا تزکرہ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی دی ہوئی پاک روزی حلال کرتا ہے اور شکر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس لیے کہ نعمتوں کا داتا وہی ہے اسی لیے عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ہے اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں پھر ان چیزوں کا بیان فرما رہا ہے جو اس نے مسلمانوں پر حرام کر دی ہیں جس میں ان کے دین کا نقصان بھی ہے اور ان کی دنیا کا نقصان بھی ہے جیسے از خود مرا ہوا جانور اور بوقت ذبح بہا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام پر ذبح کیا جائے۔ لیکن جو شخص ان کے کھانے کی طرف بے بس لاچار عاجز محتاج بے قرار ہو جائے اور انہیں کھالے تو اللہ بخشش و رحمت سے کام لینے والا ہے۔ سورۃ بقرہ میں اسی جیسی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی کامل تفسیر بھی بیان کر دی ہے اب دوبارہ دہرانے کی حاجت نہیں فالحمد للہ۔ پھر کافروں کے رویہ سے مسلمانوں کو روک رہا ہے کہ جس طرح انہوں نے از خود اپنی سمجھ سے حلت حرمت قائم کر لی ہے تم یہ نہ کرو آپس میں طے کر لیا کہ فلاں کے نام کا جانور حرمت و عزت والا بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام وغیرہ۔ فرمان ہے کہ اپنی زبانوں سے جھوٹ موٹ اللہ تعالیٰ کے ذمہ الزام رکھ کر آپ حلال حرام نہ ٹھہرالو۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنی طرف سے کسی بدعت کو نکالے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرے یا مباح کو حرام قرار دے اور اپنی رائے اور تشبیہ سے احکام ایجاد

کرے۔ ﴿ لِمَا تَصِفُ میں ما مصدریه ﴾ ہے یعنی تم جھوٹ وصف اپنی زبان سے حلال حرام کا نہ گھڑ لو۔ ایسے لوگ دنیا کی فلاح سے آخرت کی نجات سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا میں گو کچھ یونہی سا فائدہ اٹھالیں لیکن مرتے ہی المناک عذابوں کا لقمہ بنیں گے۔ یہاں کچھ چکھا چکھی کر لیں وہاں سخت عذاب بے بسی کے ساتھ برداشت کرنے پڑیں گے جیسے فرمان الٰہی ہے اللہ پر جھوٹ افتراء کرنے والے نجات سے محروم ہیں دنیا میں کچھ یونہی سی پونجی لے لیں پھر تو ہم ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

۱۵ ع ۲۱

یہودیوں پر جو کچھ ہم نے حرام کیا تھا اسے ہم پہلے ہی سے تجھے سنا چکے ہیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ جو کوئی جہالت سے برے عمل کرلے پھر توبہ کر لے اور اصلاح بھی کر لے تو پھر بھی تیرا رب بلاشک وشبہ بڑی بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔

یہودیوں پر بعض حرام چیزوں کا ذکر: اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار خون لحم خنزیر اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے نام کی چیزیں حرام ہیں۔ پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا۔ یہودیوں پر ان کی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگی اور حرج ان پر تھا اسے بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کی حرمت کی چیزیں پہلے ہی سے تجھے بتلا دی ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ﴾ میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکریوں کی چربی کو سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا وہ خود ناانصاف تھے ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیں۔ دوسری وجہ ان کا راہ اللہ سے اوروں کو روکنا بھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم و کرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گناہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی ادھر رحمت بھری گود اس کے لیے پھیل گئی۔ بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ کی نافرمانی جو کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمر کس لینے کو۔ پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

بے شک ابراہیم پیشوا اور اللہ کا فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھا وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے

اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور اسے راہ راست سمجھا دی تھی۔ ہم نے اسے دنیا میں بھی ہر طرح کی بہتری دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی البتہ نیک کاروں میں ہے۔ پھر ہم نے تیری جانب وحی بھیجی کہ تو ابراہیمؑ حنیف کی پیروی کر تارہ جو مشرکوں میں سے نہ تھا۔

ابرہیم رشد وہدایت کے امام تھے: امام حنفاء والد انبیاء خلیل اللہ رسول جل وعلا حضرت ابرہیمؑ کی تعریف بیان ہو رہی ہے اور مشرکوں یہودیوں اور نصرانیوں سے انہیں علیحدہ کیا جارہا ہے۔ ﴿اُمَّۃً﴾ کے معنے امام کے ہیں جن کی اقتدا کی جائے۔ قانت کہتے ہیں اطاعت گزار فرمان بردار کو حنیف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آ جانے والا۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بیزار تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے جب امت قانت کے معنے دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کی ماتحتی کرنے والا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضرت معاذؓ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبداللہؓ غلطی کر گئے ایسے تو باشہادت قرآن حضرت خلیل الرحمٰن تھے۔ پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کے کیا معنی؟ اور قانت کے کیا معنے؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لگا رہے بیشک (حضرت) معاذؓ ایسے ہی تھے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں وہ تنہا امت تھے اور تابع فرمان تھے وہ اپنے زمانہ میں تنہا موحد مومن تھے باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور اللہ کے غلام تھے اللہ کی نعمتوں کے قدردان اور شکر گزار تھے اور رب کے تمام احکام کے عامل تھے جیسے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾ وہ ابراہیم جس نے پورا کیا یعنی اللہ کے تمام احکام مانے اور بجالایا۔ اسے اللہ نے مختار اور مصطفٰے بنالیا جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ ﴾ ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو رشد وہدایت دے رکھی تھی اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ اسے ہم نے راہ مستقیم کی رہبری کی تھی بصرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی وہ عبادت واطاعت کرتے تھے اور اللہ کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے۔ ہم نے انہیں دین ودنیا کی خیر کا جامع بنایا تھا اپنی پاکیزہ زندگی کے تمام ضروری اوصاف حمیدہ ان میں تھے۔ ساتھ ہی آخرت میں بھی نیکیوں کے ساتھ اور صلاحیت والے تھے ان کا پاک ذکر دنیا میں بھی باقی رہا اور آخرت میں بڑے عظیم الشان درجے ملے۔ ان کے کمال ان کی عظمت ان کی محبت توحید اور ان کے پاک طریق پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ اے ختم رسل! اے سید الانبیاء! تجھے بھی ہمارا حکم ہو رہا ہے کہ ملت ابراہیمؑ حنیف کی پیروی کر جو مشرکوں سے بری الذمہ تھا۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ کہدے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی رہبری کی ہے مضبوط اور قائم دین ابراہیم حنیف کی جو مشرکوں میں نہ تھا پھر یہودیوں پر انکار ہو رہا ہے اور فرمایا جارہا ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ہفتے کے دن کی عظمت تو صرف ان لوگوں کے ذمے ہی ضروری کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا بات یہ ہے کہ تیرا پروردگار آپ ہی ان میں ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔

ہفتے کے بعض دنوں کی حرمت: ہر امت کے لیے ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔ اس امت کے لیے وہ دن جمعہ کا دن ہے اس لیے وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا کمال کیا اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرمادی۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبانی یہی

دن بنی اسرائیل کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے یہ سمجھ کر کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہو گئی ہفتے کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں ہاں یہ ضرور فرما دیا گیا تھا کہ (آنحضرت) محمد ﷺ جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا۔ پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لیے چھانٹا تھا اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی محافظت آپ نے بھی برابر جاری رکھی۔ جب آپ اوپر چڑھا لیے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آکر صخرہ سے مشرق جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا۔ اور ہفتے کے بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی یہ دن بھی اللہ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے ہی پیچھے ہیں یہود ایک دن پیچھے نصاریٰ دو دن آپ ﷺ فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاری نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا ہوا پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے ہم دنیا کے اعتبار سے پیچھے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے (مسلم)۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ١٢٥

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلا تا رہ اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کر یقیناً تیرا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔

نصیحت اور حکمت سے مراد: اللہ تعالیٰ رب العالمین اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ مخلوق الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف بلائیں حکمت سے مراد بقول امام ابن جریرؒ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ ہے اور اچھے وعظ سے مراد جس میں ڈر اور دھمکی بھی ہو کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اللہ کے عذابوں سے بچاؤ طلب کریں ہاں یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی سے مناظرے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نرمی اور خوش لفظی سے ہو جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ اہل کتاب سے مناظرے مجادلے کا بہترین طریقہ ہی برتا کرو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کو بھی نرمی کا حکم ہوا تھا۔ دونوں بھائیوں کو یہ کہہ کر فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا کہ اسے نرم بات کہنا تاکہ عبرت حاصل کرے اور ہوشیار ہو جائے۔ راہ بھٹکے اور راہ لگے سب اللہ کے علم میں ہیں۔ شقی و سعید سب اس پر واضح ہیں وہاں لکھے جا چکے ہیں اور تمام کاموں کے انجام سے فراغت ہو چکی ہے۔ آپ تو اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہیں لیکن نہ ماننے والوں کے پیچھے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیئے۔ آپ ہدایت کے ذمہ دار نہیں آپ صرف آگاہ کرنے والے ہیں آپ پر پیغام کا پہنچا دینا ہے حساب ہم آپ لیں گے ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں کہ جسے محبوب سمجھیں ہدایت پر لا کھڑا کر دیں لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار آپ نہیں یہ اللہ کے قبضے کی اور اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

ع ۲۲

اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو' اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لیے یہی بہتر سے بہتر ہے۔ تو صبر کر۔ بغیر اللہ کی توفیق کے تو صبر کر ہی نہیں سکتا تو ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہو۔ اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگدل نہ ہو۔ یقین مان کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

حصول قصاص اور صبر وسہار: قصاص میں اور حق کے حاصل کرنے میں برابری اور انصاف کا حکم ہو رہا ہے۔ امام ابن سیرین ؒ وغیرہ فرماتے ہیں اگر کوئی تم سے کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس سے اسی جیسی لے لو۔ ابن زید ؒ فرماتے ہیں کہ پہلے تو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ جب ذرا حیثیت دار لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کی طرف سے بدلے کی رخصت ہو جائے۔ تو ہم بھی ان کتوں سے نبٹ لیا کریں اس پر یہ آیت اتری۔ آخر یہ بھی حکم جہاد سے منسوخ ہو گئی۔ حضرت عطاء بن یسار ؒ فرماتے ہیں سورۂ نحل پوری مکہ مکرمہ میں اتری ہے مگر اس کی یہ تین آخری آیتیں مدینہ منورہ میں اتری ہیں جب کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ ؓ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے اعضائے بدن بھی شہادت کے بعد کاٹ لیے گئے جس پر رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اب جب مجھے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر غلبہ دے گا تو میں ان میں سے تیس شخصوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹوں گا۔ مسلمانوں کے کان میں جب اپنے محترم نبی ﷺ کے یہ الفاظ پڑے تو ان کے جوش بہت بڑھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ واللہ! ہم ان پر غالب آ کر ان کی لاشوں کے وہ ٹکڑے ٹکڑے کریں گے کہ عربوں نے کبھی ایسا دیکھا ہی نہ ہو اس پر یہ آیتیں اتریں (سیرت ابن اسحاق۔) لیکن یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ایک راوی ایسا ہے جن کا نام ہی نہیں لیا گیا مبہم چھوڑا گیا ہے۔ ہاں دوسری سند سے یہ متصل بھی مروی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ؓ شہید کر دیئے گئے آپ ان کے پاس آن کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ آہ! اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر اور کیا ہو گا کہ محترم چچا کی لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جہاں تک میرا علم ہے میں جانتا ہوں کہ آپ رشتے ناتے کے جوڑنے والے نیکیوں کو لپک کرنے والے تھے۔ واللہ دوسرے لوگوں کے درد و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تو آپ کے اس جسم کو یونہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ درندوں کے پیٹوں میں سے نکالتا یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا۔ جب ان مشرکوں نے یہ حرکت کی ہے تو واللہ میں بھی ان میں کے ستر شخصوں کی یہی درگت بناؤں گا۔ اسی وقت حضرت جبریل ؑ وحی لے کر آئے اور یہ آیتیں اتریں تو آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ لیکن سند اس کی بھی کمزور ہے اس کے راوی صالح بن بشیر مری ہیں جو ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں بلکہ امام بخاری ؒ تو انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شعبی ؒ اور ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبان سے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے جو ہمارے شہیدوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے اعضاء بدن کاٹ دیئے ہیں واللہ ہم بھی ان سے اس کا بدلہ لے کر ہی چھوڑیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں اتاریں۔ مسند احمد میں ہے کہ جنگ احد میں ساٹھ انصاری شہید ہوئے اور چھ مہاجر ؓ۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں گے تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کئے بغیر نہ رہیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا کہ آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے۔ اسی وقت ندا ہوئی اللہ کے رسول ﷺ

تمام لوگوں کو پناہ دیتے ہیں بجز فلاں فلاں کے جن کے نام لے دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اسی وقت فرمایا کہ ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔ اس آیت کریمہ کی مثالیں قرآن کریم میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس میں عدل کی مشروعیت بیان ہوئی ہے اور افضل طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے آیت ﴿ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ میں کہ برائی کا بدلہ لینے کی رخصت عطا فرما کر پھر فرمایا ہے کہ جو درگزر کرلے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اسی آیت ﴿ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ﴾ میں بھی زخموں کا بدلہ لینے کی اجازت دے کر فرمایا ہے کہ جو بطور صدقہ معاف کردے یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی برابر برابر بدلہ لینے کے جواز کا ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوا ہے کہ اگر صبر کرلو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ پھر صبر کی مزید تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں ان سے ہی ہو سکتا ہے جن کی مدد پر اللہ ہو اور جنہیں اسکی جانب سے توفیق نصیب ہوئی ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کا غم نہ کھا ان کی قسمت میں ہی مخالفت لکھدی گئی ہے نہ ان کے فن فریب سے آزردہ خاطر ہو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے وہی تجھے ان سب پر غالب کرنے والا ہے اور ان کی مکاریوں اور چالاکیوں سے بچانے والا ہے۔ ان کی عداوت اور ان کے برے ارادے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی تائید ہدایت اور اس کی توفیق ان کے ساتھ ہے جن کے دل اللہ کے ڈر سے اور جن کے اعمال احسان کے جوہر سے مالا مال ہوں۔ چنانچہ جہاد کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی اتاری تھی کہ ﴿ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے فرمایا تھا ﴿ لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴾ تم خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں دیکھتا سنتا ہوں۔ غار میں رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا ﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس یہ ساتھ تو خاص تھا' اور مراد اس سے تائید و نصرت الٰہی کا ساتھ ہونا ہے۔ اور عام ساتھ کا بیان آیت ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ اور آیت ﴿ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾ اور آیت ﴿ وَمَا يَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ ﴾ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور وہ تمہارے اعمال دیکھنے والا ہے اور جو تین شخص کوئی سرگوشی کرنے لگیں ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ میں چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم و بیش میں بھی جہاں وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور تو کسی حال میں ہو یا تلاوت قرآن میں ہو یا تم اور کوئی کام میں لگے ہوئے ہو ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں۔ پس ان آیتوں میں ساتھ سے مراد سننے دیکھنے کا ساتھ ہے۔ تقویٰ کے معنے ہیں حرام کاموں اور گناہ کے کاموں کو اللہ کے فرمان پر ترک کر دینے کے۔ اور احسان کے معنی ہیں پروردگار کی اطاعت و عبادت کو بجالانا۔ جن لوگوں میں یہ دونوں صفتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہتے ہیں۔ جناب باری تعالیٰ ان کی تائید اور مدد فرماتا رہتا ہے ان کے مخالفین اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں سب پر کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت محمد ابن حاطبؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ ان لوگوں میں سے تھے جو باایمان پرہیزگار اور نیک کار ہیں۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ سورۂ نحل ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی چودھواں پارہ تمام ہوا۔

تفسیر سورۂ بنی اسرائیل مکیہ

سورہ بنی اسرائیل کی فضیلت: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف اور سورۂ مریم سب سے پہلی سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے درپے لگاتار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور ﷺ یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھا کرتے تھے۔

سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصے تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

آیت کی تفسیر: اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت اور اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی سی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عباتوں کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ مکرمہ کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا۔ اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں انہی کی جگہ ان سب کی امامت کی۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ امام اعظم رئیس مقدم آپ ہی ہیں ﴿ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ۔اس مسجد کے اردگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے پھل پھول کھیت اور باغات وغیرہ سے یہ اس لیے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول ﷺ کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مومنوں اور کافروں کی یقین والوں اور منکروں کی سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دے گا جس کا وہ مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جو اب بیان ہو رہی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ کو بلایا گیا آپ کے پاس تین فرشتے آئے اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اس وقت آپ بیت اللہ میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے اگلے نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ پھر آپ نے انہیں نہ دیکھا دوسری رات پھر یہ تینوں آئے اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوئی تھیں اور دل جاگ رہا تھا تمام انبیاء کی نیند اسی طرح کی

ہوتی ہے۔اس رات انہوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹایا اور آپ کا سینہ گردن تک خود جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا جب خوب پاک وصاف کر چکے تو آپ کے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت اور ایمان سے پر تھا اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپ کو آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کو کھٹکھٹایا فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے۔ آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں معلوم نہ کرا دیا جائے۔ آپ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد (حضرت آدم) علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا مرحبا کہا اور فرمایا آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں۔ وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نیل اور فرات کا عنصر۔ پھر آپ کو آسمان میں لے چلے۔ آپ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لوء لوء اور موتیوں کے بالاخانے تھے جس کی مٹی خالص مشک تھی۔ پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ جواب ملا کہ یہ نہر کوثر ہے یہ آپ کے پروردگار نے آپ کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی باتیں ہوئیں۔ پھر آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوئے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ پھر آپ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے وہاں بھی وہی کہا سنا گیا۔ پھر چھٹے پر اور پھر ساتویں آسمان پر گئے وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور ﷺ نے بتلائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں چھٹے میں حضرت ابراہیم ساتویں میں حضرت موسیٰ﴿ کلیم اللّٰہ عَلَیْهِ وَعَلٰی سَآئِرِ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ ﴾۔

جب آپ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا۔ اب آپ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی جانب وحی کی گئی جس میں آپ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے آپ واپس جائیے اور کمی کی طلب کیجئے۔ آپ نے حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے آپ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ یا اللہ ہمیں تخفیف عطا ہو میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس اللہ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپ واپس لوٹے۔ حضرت موسیٰ نے پھر آپ کو روکا اور یہ سن کر فرمایا جاؤ اور کم کراؤ۔ آپ پھر گئے پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار آیا ہوں انہیں اس سے بھی کم کا حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے جسم کے اعتبار سے بھی اور دل بدن آنکھ کان کے اعتبار سے بھی آپ پھر جائیے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی طلب کیجئے۔ آپ نے پھر حسب عادت حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا حضرت جبرئیل آپ کو پھر اوپر لے گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ خدایا میری امت کے جسم دل کان آنکھیں اور بدن کمزور ہیں ہم سے اور بھی تخفیف کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد آپ نے جواب دیا﴿ لبیک و سعدیک ﴾۔ فرمایا سن میری باتیں بدلتی نہیں۔ جو میں نے اب مقرر کیا

ہے یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں۔ یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے۔ جب آپ واپس آئے حضرت موسیٰ نے کہا کہو سوال منظور ہوا؟ آپ نے فرمایا ہاں کمی ہو گئی یعنی پانچ پر ثواب پچاس کا مل گیا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہو گیا حضرت موسیٰ نے پھر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا آپ پھر جائیے اور پروردگار سے کمی طلب کیجئے رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ میں گیا آیا اب تو مجھے شرم سی ہوتی ہے آپ نے فرمایا اچھا پھر تشریف لے جائیے بسم اللہ کیجیے۔ اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں تھے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث کتاب التوحید میں بھی ہے اور صفۃ النبی ﷺ میں بھی ہے۔ یہی روایت شریک بن عبداللہ بن ابو نمر سے مروی ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا ہے اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا۔ ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا ان شاءاللہ ۔ بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملہ کی بناء پر جو اس کے آخر میں وارد ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا آپؐ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ حافظ ابو بکر بیہقی اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا پس بقدر دو کمان کے ہو گیا بلکہ اور نزدیک۔ شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتلاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابوہریرہؓ ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی کا فرمان بالکل حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابوذرؓ نے سوال کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے جو سورۂ النجم میں ہے ﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴾ یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جیسے کہ ان تینوں صحابیوں کا بیان ہے صحابہ میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا۔

واقعہ معراج میں امام احمد کی روایت: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا۔ جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا۔ میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء باندھا کرتے تھے۔ پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جب وہاں سے نکلا تو (حضرت) جبرئیل میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ لائے۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ جبریل نے فرمایا تم فطرت تک پہنچ گئے۔ پھر اوپر والی حدیث کی طرح آسمان اول پر پہنچنا اس کا کھلوانا فرشتوں کا دریافت کرنا جواب پانا ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے ان دونوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا ہے آپ نے بھی مرحبا کہا نیک دعا کی۔ پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمان اللہ تعالیٰ ہے ﴿ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھا لیا ہے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل مٹکے جیسے۔ اسے امر الٰہی نے ڈھک رکھا تھا اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ واپس جا جا کر کمی کرا کرا کر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا جو نیکی کا

ارادہ کرے۔ اگر وہ اس کو نہ کر سکے تب بھی اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کر لے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کر لینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ کو اسراء بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا۔ اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک وشبہہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ براق کو لگام بھی تھی اور زین بھی تھی۔ جب وہ سواری کے وقت کسمسایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کیا کر رہا ہے؟ واللہ تجھ پر آپ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا۔ پس براق پسینوں پسینوں ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت آبرو کے درپے رہتے تھے۔

واقعہ معراج ابوداؤد کی روایت: ابوداؤد میں ہے کہ معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے۔ جو آپ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ حضرت صدیقؓ کہنے لگے آپ بجا ارشاد فرما رہے ہیں اور سچے ہیں۔ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت ابو بکر نے اسے دیکھ رکھا تھا۔ مسند بزار میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا۔ جو (حضرت) جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے ایک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بیٹھ گئے وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ (حضرت) جبرئیل علیہ السلام سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں۔ آسمان کا ایک دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔ میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یاقوت اور موتی تھے۔ پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی۔ دلائل بیہقی میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا۔ آپ ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے جیسے گھونسلے تھے الخ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تو بے ہوش ہو کر گر پڑے الخ۔ پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ ہونا چاہتے ہو؟ یا نبی اور بندہ ہونا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسی طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھ سے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو۔ تو میں نے جواب دیا کہ خدایا میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا واللہ اعلم۔

ابن جریر کی روایت: بزار کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کرا کر چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلیئے پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلا رہا ہے پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے اور بہ آواز بلند کہہ رہی ہے ﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ ﴾۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا جواب دیجیے۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آپ کے سامنے پانی اور شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے راز فطرت پا لیا۔ اگر آپ پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ پھر آپ کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے تک کے تمام انبیاء بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور اس رات سب نے نماز آپ کی اقتدار میں پڑھی پھر حضرت جبرئیل نے فرمایا راستے کے کنارے

جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا وہ گویا یہ دکھایا گیا تھا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر اور جس کی آواز پر آپ توجہ کرنے والے تھے وہ دشمن الٰہی ابلیس تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے واللہ اعلم۔

ایک اور روایت: اور روایت میں ہے کہ جب میں براق پر حضرت جبرئیل کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے۔ یہی ہجرت گاہ ہے پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا یہ بیت لحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے جبرئیل نے مجھے امام بنایا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھالے گئے۔ پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے۔ فرماتے ہیں جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا۔ پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے۔ آپ پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لیے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان اور زمین کے پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرے۔ آپ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی آخری حکم ہے۔ پھر جب میں (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی حکم ہے اس لیے میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس نہ گیا۔

ابن ابی حاتم کی روایت: ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد ﷺ کہا جاتا ہے وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اُنگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہو گیا۔ وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے۔ بیچوں بیچ پہنچ جانے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا آیئے وہ یہ ہیں سلام کیجئے وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ سب نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تو سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہم بیویاں ہیں اللہ تعالیٰ کے ان پرہیزگار بندوں کی جو نیک کار ہیں۔ جو گناہوں کے میل کچیل سے دور ہیں جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے پھر نہ نکالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے کبھی جدا نہ ہوں گے ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا وہیں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور ذرا ہی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے موذن نے اذان کہی تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے منتظر تھے کہ امامت کون کرے گا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی جب فارغ ہوا تو جبرئیل نے کہا جانتے بھی ہو کن کو آپ نے نماز پڑھائی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے۔ پھر بیان ہے کہ دروازے آسمانوں کے کھلوائے۔ فرشتوں نے سوال کیا جواب پا کر دروازے کھولے وغیرہ۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی وہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا پھر مجھے وہاں سے بھی اونچے لے گئے۔ میں نے ایک نہر دیکھی جس میں لوء لوء یاقوت اور زبرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ سبز پرند تھے میں نے کہا یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں۔ جبرئیل نے فرمایا ہاں ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں۔ پھر فرمایا معلوم بھی ہے یہ کونسی نہر ہے؟

میں نے کہا نہیں فرمایا وہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھی ہے۔ اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے جبرئیل نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے۔ پھر آپ واپس ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ نے آپ کو سمجھا بجھا کر واپس طلب تخفیف کے لیے بھیجا۔ الغرض اسی طرح آپ کا بار بار آنا بادل میں ڈھک جانا دعا کرنا تخفیف ہونا حضرت ابرہیم علیہ السلام سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا بیان ہے وغیرہ۔ آپ فرماتے ہیں پھر جبرئیل مجھے لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتہ کے کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں یہ کون ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا وہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ ہیں اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے ہی نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقعہ تھا۔ واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلہ کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا۔ اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا۔ آپ اسی طرح اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے۔ صبح آپ نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا۔ مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے لو تمہارے پیغمبر صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ نے یہ فرمایا ہو۔ تو آپ سچے ہیں ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو سچا جانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں۔ مشرکوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ اپنی سچائی کی کوئی علامت بھی پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے راستہ میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا ہے ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے (۲) دو بورے ہیں وہ ہمیں دیکھ کر بھڑ کا گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا ہاں ہوئی فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا ہے۔ پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو (حضرت) عیسیٰ اور حضرت موسیٰ سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں موسیٰ تو گندم گوں رنگ کے ہیں جیسے ازد عمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰ درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اس سیاق میں بھی عجائب و غرائب ہیں۔ مسند احمد میں ہے میں حطیم میں اور روایت میں ہے حجر میں سویا ہوا تھا کہ آنے والا آیا۔ ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک۔ پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے۔ اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر (حضرت) موسیٰ سے میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے پوچھا گیا کیسے روئے ہو؟ جواب دیا کہ اس لیے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہی کے پاس چار نہریں دیکھیں دو (۲) ظاہر اور دو (۲) باطن۔

میں نے جبرئیل سے پوچھا آپ نے مجھے بتایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل و فرات ہیں۔ پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا۔ پھر میرے پاس شراب کا دودھ کا اور شہد کا برتن آیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا۔ فرمایا یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت۔ اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم اللہ تعالیٰ نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا۔ اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں۔

ایک اور روایت: اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی میں اس وقت مکہ میں تھا الخ۔ اس میں ہے کہ جب میں جبرئیل کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے وہ داہنی جانب دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم (علیہ السلام) ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی۔ اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اونچا پہنچایا گیا مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدھی معاف فرمادیں پھر گیا پھر آدھی معاف ہوئی پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتھی سے ہو کر میں جنت میں پہنچایا گیا جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی۔ یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے

مسند احمد میں ہے عبداللہ بن شقیق نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہا یہی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ وہ نور ہے میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا۔

مشرکین کو اس واقعہ کی خبر: بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا میں اس وقت حطیم میں کھڑا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا۔ اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتلاتا جاتا تھا۔ بیہقی میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ اس میں ہے کہ جب واپس آکر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت لوگ فتنے میں پڑ گئے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں کہتے ہیں ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر آ بھی گئے آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے واقعی ہو آئے ہیں۔ انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی مان لیتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے۔ آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا چلا آیا ہوں یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں۔ اسی وقت سے آپ کا لقب ابو بکر صدیقؓ ہوا۔

امام احمد کی ایک اور روایت: مسند احمد میں ہے حضرت زر بن حبیشؓ فرماتے ہیں کہ میں (حضرت) حذیفہؓ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے۔ دونوں صاحب اندر نہیں گئے۔ میں نے یہ سنتے ہی کہا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے میں تجھے جانتا تو ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا میرا نام زر بن حبیش ہے۔ فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی اس نے نجات پائی۔ پڑھئے وہ کونسی آیت ہے۔ تو میں نے ﴿ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ﴾ کی یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا کی؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھدی جاتی جس طرح بیت اللہ کی ہے واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے

دروازے ان کے لیے کھل گئے پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں پھر ویسے کے ویسے ہی لوٹ آئے۔ پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مزہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے لیے مسخر کیا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لانبے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہؓ کے محض انکار سے وہ جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں (واللہ اعلم)۔

دلائل النبوۃ کی لمبی روایت: حافظ ابو بکر بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشاء کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آکر مجھے جگایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا ہاں کچھ جانور سا نظر آیا میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہ خچر ہے۔ ہلتے ہوئے اور اوپر کو اٹھے ہوئے کانوں والا تھا اس کا نام براق ہے مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے۔ میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھ میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔ لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے بانہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے اس نے مجھے اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اس کی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا دودھ کا برتن لینا اور حضرت جبرئیل کے فرمان سے خوش ہو کر دو (۲) دفعہ تکبیر کہنا ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا آپ کے چہرے پر فکر کیسے ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ فرمان الٰہی ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔ (حضرت) جبرئیل نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟ بتلایا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا ان کی اصلی صورت پر۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے اسے علیین میں لے جاؤ۔ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے اسے سجین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا بھسا گوشت رکھا ہوا ہے کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔ پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت

کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ چلا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کے امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاجایا کرتے تھے جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا۔ دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں۔ گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیل نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔ میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوارہ کش لوگ ہیں۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو اور ستاروں پر ہے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی (حضرت) یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلوایا وہاں (حضرت) یحییٰ اور (حضرت) عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا۔ پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنھیں اللہ تعالی نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں (حضرت) ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی قریب قریب ناف تک۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتلایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر دلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ (پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں۔ آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبرئیل سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا۔ نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے۔ ہیں وہ بھی خیر پر۔ پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی۔ اور وہاں سے سب باہر آئے۔ اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ پھر میں سدرۃ المنتہی کی جانب بلند کیا گیا جس کا ہر پتہ اتنا بڑا تھا کہ میرے ساری امت کو ڈھانک لے۔ اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کوثر دوسرا نہر رحمت۔ میں نے اس میں غسل کیا۔ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے ایک حور دیکھی۔ اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا حضرت زید بن حارثہؓ کی۔ وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے

ڈولوں کے برابر تھے۔اس کے پرند تمہارے ان بختی (اونٹ) جیسے تھے۔بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب الٰہی عذاب الٰہی ناراضگی الٰہی تھی اس میں اگر پتھر اور لوہاڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے۔ پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی۔ میں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچادیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔اور فرمایا کہ تیرے لیے ہر نیکی کے عوض دس ہیں تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجانہ لائے تاہم نیکی لکھی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے پر بغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہو گی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر ہے جیسے کہ بیان گزر چکا۔ آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم سی معلوم ہوتی ہے۔ پھر آپ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا۔ اس پر ابو جہل بن ہشام کہنے لگا لو تعجب کی بات سنو اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپسی میں لگ جائے یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے۔ آپ نے فرمایا سنو! جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبہ میں ملا۔ سنو! اس میں فلاں فلاں شخص ہے۔ فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہے۔ابو جہل نے کہا خبریں تو دے رہا ہے دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر ان سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اس کی عمارت کا حال اس کی شکل وصورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ۔ پس رسول اللہ ﷺ سے حجابات دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا۔ آپ فرمانے لگے اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے اس کی ہیئت اس طرح کی ہے وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ۔ اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں۔یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے۔

یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔ ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اسے اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں اور حدیثوں کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لیے بھی کہ بیہقی میں ہے حضرت ابوالازہر یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ پوچھا کہ حضور! آپ کی امت میں ایک شخص ہیں جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے۔اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا الخ۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ! آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعہ میں بہت سی عجیب وغریب باتیں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں۔

ترمذی کی روایت: ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا سنو میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جایئے۔اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کرا دیا۔اس میں مدینہ میں نماز پڑھنے کا پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ ٹھہرے تھے۔ پھر بیت لحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ تولد ہوئے تھے۔ پھر بیت المقدس میں نماز

پڑھنے کا۔ وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے فرماتے ہیں وہیں ایک شیخ تکیہ لگائے بیٹھے تھے جنھوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے۔ پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی پھر لوٹتے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمد کی ہے ﷺ۔ پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ میرے پاس ابو بکرؓ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ آپ رات میں کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہو آیا۔ کہا وہ تو یہاں سے مہینہ بھر کے فاصلہ پر ہے۔ اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمایئے۔ اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں دیکھ کر جواب دے دیتا۔ پس ابو بکرؓ نے کہا کہ میری گواہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن کفار قریش باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کبشہ کو دیکھو کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک نشان بتلاؤں۔ تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا۔ اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہو گی دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندمی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دو سیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں۔ جب وہ دن آیا جو دن اس قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور ﷺ نے بیان فرمایا تھا دوپہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے۔ یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں مثلاً بیت لحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور حضرت صدیق اکبرؓ کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ۔ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے پیروں کی چاپ کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلالؓ موذن ہیں۔ آپ نے واپس آکر فرمایا بلال تو نجات پا چکے میں نے اس اس طرح دیکھا۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بوقت ملاقات فرمایا نبی امی کو مرحبا ہو۔ حضرت موسیٰ گندمی رنگ کے لانبے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے۔ اس میں ہے کہ ہر نبی نے آپ کو پہلے سلام کیا۔ جہنم کے ملاحظہ کے وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت گو تھے۔) وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل نے فرمایا یہی ہے جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی بیت المقدس کے نشان بتلائے ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر کہ ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے اسلام سے پھر گئے۔ پھر یہ سب ابو جہل کے ہمراہ قتل کئے گئے۔ ابو جہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور تمزق کر لو یعنی ملا کر کھا لو۔ اور آپ نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ کہ خواب میں دیکھنا۔ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم کو بھی دیکھا۔ دجال کی شبیہ آپ نے بیان فرمائی وہ بھدا خبیث چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ وہ سفید رنگ گھنگریالے بال اور درمیانہ قد کے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ گندمی رنگ کے اور مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ اسلام تو بالکل ہوبہو مجھ جیسے ہی تھے۔ الخ۔

ایک اور روایت: ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مالک کو بھی جو جہنم کے داروغہ ہیں دیکھا ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں۔ پھر حضرت ابن عباسؓ آپ کے چچازاد بھائی نے آیت قرآن ﴿ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ ﴾ پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر ہم نے اسے یعنی موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ یہ

روایت صحیح مسلم میں بھی ہے اور سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں شب معراج ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے۔ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی۔ فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ اس پر شہزادی نے اس سے کہا اللہ تو میرے باپ ہی ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے اس نے کہا اچھا تو کیا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے اپنے باپ سے کہلوایا۔ وہ سخت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اسے بر سر دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا اور کسی کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپایا جائے۔ اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے۔ آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو۔ اس نے کہا بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔ اس نے کہا اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اس لیے یہ منظور ہے۔ جب اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے اسے جب گھسیٹا تو اس نیک بندی کے آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دیدی اور اس نے بہ آواز بلند کہا اماں جان! افسوس نہ کرو اماں جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاکی دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام۔ اس روایت کی سند بے عیب ہے۔

ایک اور روایت: اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر لوگوں سے کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپ ایک طرف غمناکی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اسی وقت آپ کے پاس سے دشمن الٰہی ابو جہل گزرا اور پاس بیٹھ کر بہ طور مذاق کہنے لگا کہیئے کوئی نئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ آپ نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی۔ اس نے پوچھا کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا اور صبح کو پھر آپ یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اب اس موذی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں اس لیے اس نے کہا کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں۔ اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب لوئی کی اولاد والو آؤ۔ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا اب اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کہہ رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں سنو! مجھے آج رات سیر کرائی گئی۔ سب نے پوچھا کہاں تک گئے۔ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ لوگوں نے کہا اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب تو کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالاتفاق آپ کو جھوٹا سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے۔ آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے آپ بتلانے لگے۔ فرماتے ہیں بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا گھبراہٹ مجھے ہونے لگی اسی وقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا بس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس

ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس۔ یہ اس لیے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے تھے۔ آپ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے حضور ﷺ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتلائے اللہ تعالیٰ کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی۔ یہ حدیث نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جو اترے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے۔ اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھارہی تھیں۔ حضور ﷺ کو پانچ وقت کی نمازیں اور سورۂ بقرہ کے آخر کی آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔

جزء حسن بن عرفہ کی روایت: حضرت ابن مسعودؓ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جس میں غرابت ہے حسن بن عرفہؒ نے اپنے مشہور جزء میں اسے وارد کیا ہے۔ حضرت ابو ظبیانؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے تو حضرت محمد بن سعدؒ نے ابو عبیدہؓ سے کہا تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہو سناؤ۔ انہوں نے کہا میں نہیں آپ ہی سنایئے جو آپ نے اپنے والد سے سنا ہو۔ پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے۔ اسی طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو ہم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو طویل قامت سیدھے بالوں والے گندمی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے ازدشنوہ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں۔ وہ بہ آواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی۔ ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ پوچھا کہ جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ احمد ہیں ﷺ۔ انہوں نے فرمایا نبی امی عربی کو مرحبا ہو جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ پھر ہم لوٹے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ موسیٰ ابن عمران ہیں (علیہ الصلوۃ والسلام)۔ میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کو ان کی تیزی معلوم ہے۔ پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے جس کے پھل چراغوں جیسے تھے اس کے نیچے ایک بزرگ شخص بیٹھے ہوئے تھے جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے۔ حضرت جبرئیل نے مجھ سے فرمایا چلو اپنے والد (حضرت ابراہیم سے سلام علیک کرو۔ ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا جواب پایا۔ جبرئیل سے آپ نے میری نسبت پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد ﷺ ہیں تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے آپ کی امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں۔ پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ میں نے اتر کر براق کو اسی حلقہ میں باندھا جس میں انبیاء باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں گیا وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا کوئی نماز میں کھڑا ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔ پھر میرے پاس شہد کا اور دودھ کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا۔ جبرئیل نے میرے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا فطرت کو تو پہنچ گیا رب محمد کی قسم۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی پھر ہم واپس لوٹ آئے۔ اس کی اسناد غریب ہیں متن میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ حالانکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ حضرت جبرئیل پہلے ہی آپ کو بتلادیا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہچان کے بعد ہو۔ پھر اس میں ہے کہ انبیاء سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی۔ پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی میں بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انہیں

نماز پڑھائی۔ پھر براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس آئے واللہ اعلم۔

امام احمد کی ایک اور روایت: مسند احمد میں ابن مسعود ﷺ کی روایت ہے کہ شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاوہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا حضرت موسیٰ سے پوچھو انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ پر رکھو آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز الٰہی کے کسی کو نہیں۔ ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح گھلنے لگے گا۔ آخر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے گا۔ پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اپنے وطنوں میں لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے۔ جو چیز پائیں گے غارت کر دیں گے۔ جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے آخر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آ جائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی عورت ہو کہ نہ جانے صبح فارغ ہو جائے یا رات ہی کو۔

ایک اور لمبی روایت: اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے کہ جبرئیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل بائیں سے آپ کو اڑا لے گئے۔ یہاں تک آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے۔ لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں مع اور تسبیحوں کے سنیں۔ یہ روایت اسی سورت کی آیت ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ ﴾ کی تفسیر میں آئے گی۔ مسند میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ جابیہ میں تھے۔ بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا۔ آپ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا کہ صخرہ کے پیچھے نماز پڑھے تا کہ سارا بیت المقدس آپ کے سامنے رہے۔ آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلے کی طرف نماز ادا کی بعد از ادائے نماز آپ نے صخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا سمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکنا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ پس آپ نے نہ تو صخرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لیے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صخرہ کی اہانت کی کہ انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ آپ نے خود اس کے پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔ ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہؓ سے غربت والی بھی مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں۔ پھر آپ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا۔ سب غل و غش دور کر دیا اور علم و حلم وایمان ویقین سے اسے پر کیا۔ اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے چلے۔ دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر بڑھ جاتی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ راہ اللہ تعالیٰ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے پھر آپ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ہر بار ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے۔ دم بھر کی انہیں مہلت نہ ملتی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے۔ پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں دار جہنمی درخت چر چگ رہے ہیں اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے۔ دوسری میں خبیث سڑا بھسا گندہ گوشت ہے۔ یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دئے گئے ہیں اور اس بدبودار اور بدمزہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں۔ پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر اس آیت کو پڑھا ﴿ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ ﴾ یعنی ہر ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کو نہ بیٹھا کرو۔ پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تاہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے۔ پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہو گئے پھر کٹے یہی حال برابر جاری ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا۔ پھر آپ ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوش کن معطر خوشبودار راحت و سکون کی مبارک صدائیں سن کر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا رب مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالاخانے ریشم موتی مونگے سونا چاندی جام کٹورے شہد پانی دودھ شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مومن مرد عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو نیک عمل کرتا ہو نہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو نہ میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ سن جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے۔ مومن نجات یافتہ ہیں اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہو گئی۔ پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور بھیانک مکروہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی۔ آپ نے اس کی بابت بھی جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا رب مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے۔ میرے طوق و زنجیر میرے شعلے اور گرمائی میرا تھور اور لہو پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک و کافر خبیث منکر بے ایمان مرد عورت تیرے لیے ہے۔ یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ آپ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے اتر کر صخرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی

طرف بھیجا گیا؟ فرمایاہاں سب نے مرحبا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی سب نے اپنے پروردگار کی ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایااللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایااور مجھے بہت بڑاملک دیااور ایسا فرمانبردار امام بنایا جن کی اقتدا کی جاتی ہے اسی نے مجھے آگ سے بچالیااور اسے میرے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بنادی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایااللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمنوں کو آل فرعون کو ہلاک کیا۔ بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دے دی میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ثنابیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم دیا میرے لیے لوہانرم کردیاپہاڑوں کو مسخر کردیااور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ تسبیح الٰہی کرتے تھے مجھے حکمت اور پرزور کلام عطافرمایا۔ پھر حضرت سلیمان نے ثناخوانی شروع کی۔ کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو میرے تابع کردیااور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم عطافرمایاہر چیز میں مجھے فضیلت دی انسانوں کے جنوں کے پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کردیئے۔ اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھاپھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایااور میری مثال حضرت آدم کی سی ہے جسے مٹی سے پیدا کرکے کہہ دیا تھا کہ ہو جااور وہ ہوگئے تھے۔ اس نے مجھے کتاب وحکمت تورات وانجیل سکھائی۔ میں مٹی کا پرند بناتا تھا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم الٰہی زندہ پرند بن کر اڑ جاتا۔ میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم الٰہی اچھا کردیتا تھا مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے۔ مجھے اس نے اٹھالیا مجھے پاک صاف کردیا۔ مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچالیا۔ ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا اب جناب رسول آخر الزمان ﷺ نے فرمایا تم سب نے تو اللہ کی تعریفیں بیان کرلیں اب میں کرتا ہوں۔ اللہ ہی کے لیے حمد وثنا ہے جس نے مجھے رحمتہ للعالمین بنا کراپنی تمام مخلوق کے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لیے بنائی گئی ہے اسے بہترین امت بنایا انہی کو اول اور آخر کی امت بنایا میرا سینہ کھول دیا میرے بوجھ دور کردیئے میرا ذکر بلند کردیا مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم نے علیہ السلام فرمایاانہی وجوہ سے آنحضرت محمد ﷺ تم سب سے افضل ہیں۔ (امام ابو جعفر رازی فرماتے ہیں) شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہوگی۔ پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے۔ پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پی کر واپس کردیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کردیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کردی جانی والی ہے اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا محمد ہیں ﷺ۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا؟ فرمایاہاں انہوں نے کہااللہ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں۔ اسی وقت دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرح ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں۔ ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لپیٹیں آرہی ہیں اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آرہی ہے داہنی طرف کے دروازے کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا جبرئیل علیہ السلام یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا۔ اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا

دروازہ ہے اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام ہیں یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنھیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھالیا ہے۔ پھر آپ پانچویں آسمان پر بھی انہی سوالات وجوابات کے بعد پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں۔ پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا آپ کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے دریافت کرنے پر سبب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں۔ خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی ڈاڑھی میں کچھ سفید بال تھے وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پہ کچھ کم چمک ہے ملکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک غوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا۔ پھر دوسری نہر میں نہائے کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا بالکل روشن سفید چہرے ہو گئے۔ آکر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے۔ آپ کے سوال پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے انہی کے نکلے۔ یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں۔ ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا۔ اول نہر رحمت اللہ تعالیٰ ہے دوسری نعمت اللہ ہے تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے۔ پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں اس درخت کے سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے۔ اللہ عزوجل کے نور نے اسے چوطرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے اس وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گزارش کیا کہ یاالٰہی تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا۔ موسیٰ سے تو نے باتیں کیں۔ داؤد کو عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا سلیمان کو تو نے بادشاہت دی جنات انسان شیاطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کر دیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں عیسیٰ کو تو نے تورات وانجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو جلانے والا بنایا انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا۔ میری نسبت فرمان ہو۔ رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے تورات میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے تیرا سینہ کھول دیا ہے تیرا بوجھ اتار دیا ہے تیرا ذکر بلند کر دیا ہے جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لیے برآمد کی گئی ہے تیری امت کو میں نے بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں۔ میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں ان کی کتابیں ہیں تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ بھی سب سے اول کیا تجھے میں نے

سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورۂ بقرہ کی خاتمہ کی آیتیں دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے اسلام ہجرت جہاد نماز صدقہ رمضان کے روزے نیکی کا حکم برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ (پس آپ فرمانے لگے مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت عطا فرمائی کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی جامع باتیں دیں تمام لوگوں کی طرف خوش خبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے ان کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئیں میرے لیے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی پھر آپ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے پس پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا۔ جس سے آپ بہت خوش ہوئے جاتے وقت حضرت موسیٰ سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر۔

اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت ﴿ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ﴾ کی تفسیر میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کے ایک راوی ابو جعفر رازی بہ ظاہر حافظے کے کچھ ایسے اچھے نہیں معلوم ہوتے اس کے بعض الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث نظر سے خالی نہیں۔

ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آگیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی حدیثوں کا مجموعہ یہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کسی واقعہ کی اس میں روایت ہو واللہ اعلم بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلیے وغیرہ بھی بیان کرنا مروی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کے حلیے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انھیں نماز میں کھڑا پایا۔ آپ نے مالک خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداءً آپ سے سلام کیا۔ بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ہانی کے مکان پر سوئے ہوئے تھے آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے وہیں سے آپ کو معراج ہوئی۔ پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے۔ امام بیہقی اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

بیہقی کی روایت: اب حضرت عائشہؓ کی روایت سنیئے بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور ﷺ نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے باایمان اور تصدیق کرنے والے تھے پھر حضرت صدیقؓ کے پاس ان کا جانا اور آپ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے۔ خود حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے اس رات آپ نماز عشاء کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرما تھے۔ آپ بھی سو گئے اور ہم سب بھی۔ صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور ﷺ کو جگایا۔ پھر آپ کے ساتھ ہی ہم نے صبح کی نماز ادا کی تو آپ نے فرمایا اے ام ہانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ یہیں ہوں اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ اس کا ایک راوی کلبی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابو یعلی میں اور سند سے خوب بسط کے ساتھ روایات کیا ہے طبرانی میں حضرت ام ہانیؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ شب معراج میرے ہاں سوئے ہوئے تھے۔ میں نے رات کو آپ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا۔ ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکا نہ کیا ہو لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے دروازے پر ایک

جانور تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا مجھے اس پر سوار کیا۔ پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ کو دکھلایا لانبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازدشنوءہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا درمیانہ قد سفید سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ دجال کو دیکھایا ایک آنکھ اس کی بالکل مٹی ہوئی تھی۔ ایسا تھا جیسے قطن ابن عبدالعزیٰ۔ اتنے ارشاد کے بعد فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں اور جو دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا پلہ تھام لیا اور عرض کیا اللہ آپ اپنی قوم میں اس کو بیان نہ کریں وہ آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے۔ لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرما دیں۔ جبیر بن مطعم کہنے لگا بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے ایک شخص نے کہا کیوں حضرت راستے میں ہمارا قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلے والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی ملے تھے فلاں مقام پر تھے اس میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ ان کے پاس ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا جسے میں نے پیا بھی۔ انہوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتلاؤ۔ ان میں چرواہے کون کون تھے یہ بھی بتلاؤ۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے ساری گنتی بھی بتلا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتلا دیئے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ کل صبح کو وہ ثنیہ پہنچ جائیں گے چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بطور آزمائش ثنیہ جا پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کھو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے کھویا گیا تھا۔ دوسرے قافلے والوں سے پوچھا کیا کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا؟ ابوبکرؓ نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم اسے تو میں نے آپ رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔ بے شک محمد ﷺ سچے ہیں یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

اختلاف روایات: ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں ضعیف بھی ہیں کم از کم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں گو ان میں زیادتی کمی بھی ہے۔ یہ کوئی بات نہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک کون ہے۔ بعض لوگوں نے ہر ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہیں ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہہ پیش کی ہے اور انہیں اس پر بڑا ناز ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی۔ ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بھی بہت دور کا اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا قائل کوئی نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت ﷺ آپ ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت کرتے۔ بقول حضرت زہریؒ معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ عروہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں چھ ماہ پہلے کا ہے۔ پس حق بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کی اسراء کرائی گئی اس وقت آپ براق پر سوار تھے۔ مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر معراج لائی گئی جو درجوں والی ہے اور بہ طور سیڑھی کے ہے اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے ہر آسمان کے مقربین اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں ہوئیں انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی۔ چھٹے آسمان میں کلیم اللہ سے اور ساتویں میں خلیل اللہ سے ملے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و علیٰ سائر الانبیاء علیہم الصلوۃ

والسلام۔۔ یہاں تک کہ آپ مستویٰ میں پہنچے جہاں قضاء قدر کی قلموں کی آوازیں آپ نے سنیں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر عظمت الٰہی چھا رہی تھی۔ سونے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ اس پر نظر آ رہے تھے فرشتے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہیں پر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا چھ سو پر تھے۔ وہیں آپ نے رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا۔ بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ السلام کے زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے یعنی آسمانی کعبہ ہے خلیل اللہ اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت الٰہی کے لیے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آپ نے جنت و دوزخ دیکھی۔ یہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی۔ اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ تمام انبیاء بھی اترے وہاں آپ نے ان سب کو نماز پڑھائی جب کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔ ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی۔ لیکن صحیح روایت سے بہ ظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے۔ گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو بہ ظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی۔ جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقعہ ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے بہ سواری براق آپ واپس رات کے اندھیرے اور صبح کے کچھ یونہی سے اجالے کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ گئے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دودھ اور شہد کی وضاحت: اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا یا چاروں ہی چیزیں اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت القدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لیے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بہ طور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا واللہ اعلم۔

معراج روحانی یا جسمانی نیند خواب یا حقیقت: پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپ کے جسم و روح سمیت کرائی گئی تھی یا صرف روحانی طور پر؟ اکثر علماء کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم و روح سمیت آپ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ بطور خواب کے۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور ﷺ کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ آپ خواب میں جو کچھ ملاحظہ فرماتے اسے اسی طرح پھر واقع میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے۔ اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے سے بہ طور احسان اور بہ طور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے کرے کوئی وجہ نہیں تھی کہ بھڑ بھڑا کر آ جائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں۔ پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ

نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا۔ پھر قرآن کے لفظ ﴿ بِعَبْدِهٖ ﴾ پر غور کیجئے عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر آتا ہے۔ پھر ﴿ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا ﴾ کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کونسی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا (بخاری) خود قرآن فرماتا ہے ﴿ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴾ نہ تو نگاہ بھٹکی نہ بہکی۔ ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک بڑا وصف ہے نہ کہ صرف روح کا۔ پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگتے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لیے سواری کی ضرورت نہیں واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحی تھی نہ کہ جسمانی۔

چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا یہ قول مروی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی۔ اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن فرماتے ہیں ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا ﴾ آیت اتری ہے اور حضرت ابراہیم خلیل کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا پس ظاہر ہے کہ انبیاء پر وحی جاگتے میں بھی آتی اور خواب میں بھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے واللہ اعلم اس میں سے کونسی سچی بات ہے؟ آپ گئے اور آپ نے بہت سی باتیں دیکھیں جس حال میں بھی آپ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے۔ یہ تو تھا محمد بن اسحاق کا قول۔ امام ابن جریرؒ نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں واللہ اعلم۔

ابو نعیم کی روایت میں ایک فائدہ: ایک نہایت ہی عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابو نعیم اصبہانی کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ ابن خلیفہ کو رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کے پاس بہ طور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا یہ گئے پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے ہرقل نے جمع کیا ان میں ابو سفیان صخر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکے کے اور کافر بھی تھے پھر اس نے ان سے بہت سے سوالات کیے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابو سفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آں حضرت ﷺ کی طرف نہ ہوں۔ وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر نہ کھل جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی۔

اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد ﷺ بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔ سنئے! ایک دن وہ کہنے لگے کہ اس رات وہ مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آئے اور پھر واپس صبح سے پہلے مکے پہنچ گئے میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا۔ جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنیئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کر لوں سوتا نہ تھا اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند زور لگائے لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ وہ

آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں وہ چسکا تک نہیں ہلا بھی تو نہیں۔ میں نے بڑھئی بلوائے انہوں نے دیکھا بھالا ترکیبیں کیں کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ میں صبح ہی اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لیے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

فائدہ: فائدہ۔ حضرت ابوالخطاب عمر بن دحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انسؓ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اسکے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطاب حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابوذر حضرت مالک ابن صعصعہ حضرت ابوہریرہ حضرت ابوسعید حضرت ابن عباس حضرت شداد بن اوس حضرت ابی کعب حضرت عبدالرحمٰن بن قرظ حضرت ابوحبہ حضرت ابولیلی حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت جابر حضرت حذیفہ حضرت بریدہ حضرت ابوایوب حضرت ابوامامہ حضرت سمرہ بن جندب حضرت ابوالحمراء حضرت صہیب رومی حضرت ام ہانی حضرت عائشہ حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر۔ گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں ہاں بیشک زندیق اور ملحد لوگ اس کے منکر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا ہی رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دی کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا۔ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ چڑھا لیا تھا وہ تو ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔

واقعہ معراج کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ کا ذکر: آنحضرت ﷺ کے واقعہ معراج کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی کتاب کا نام تورات ہے وہ کتاب بنی اسرائیل کے لیے ہادی تھی انہیں حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں ہر ایک نبی توحید الٰہی لے کر آتا رہا ہے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچا لیا اور اپنے پیارے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا۔ تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گزاری کرنی چاہیے۔ دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ کھا کر پی کر پہن کر غرض ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرماتے رہتے تھے اس لیے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا۔ مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور پانی کا گھونٹ پئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر

ادا کرتے رہتے۔ شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لیے حضرت نوح نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے۔ الخ۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿٥﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾

رکوع لازم

ہم نے بنو اسرائیل کے لیے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبارہ فساد برپا کرو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرنے لگو گے۔ ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلہ پر اپنے بندوں کو اٹھا کھڑا کریں گے جو بڑے ہی لڑاکا ہوں گے۔ پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں بڑے جتھے والا کر دیں گے۔ اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدے کے لیے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے پھر جب دوسرا وعدہ آئے گا تو وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں گے۔ اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں گے۔ تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرے۔ ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا ہے۔

جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دیدی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قضینا کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں جیسے آیت ﴿ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ ﴾ میں یہی معنی ہیں۔ پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان سازو سامان سے پورے لیس تھے۔ وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لیے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کا بادشاہ سنحاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب و غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی۔ اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا۔ پھر تو بیت المقدس تک اس نے فتح کر

لیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی۔

ہمارے استاد شیخ حافظ علامہ ابوالحجاج مزیؒ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر بھی لکھ دیا ہے۔ اس بارے میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گوایسی نہ ہوں لیکن بحمد اللہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں کتاب اللہ ہمیں اور تمام کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا۔

بیت المقدس پر قبضہ: مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیئے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہہ تیغ کیا انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم وزیادتی میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انہوں نے تو نبیوں کے گلے ریتے تھے علماء کو برسر بازار قتل کیا تھا بخت نصر ملک شام پر غالب آیا بیت المقدس کو ویران کر دیا وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا۔ یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں۔ اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا۔ ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا۔ اس نے علماء اور حافظوں کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا ان میں کوئی بھی حافظ تورات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا۔ لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتیں اس لیے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے نیکی کرنے والا دراصل اپنا ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے۔ ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ﴾ جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لیے ہے اور جو برائی کرے اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بیباکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیئے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا۔ تمہارا رب تو ہے ہی رحم وکرم کرنے والا اور اس سے ناامیدی نازیبا ہے بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا۔ یہ تو ہوئی دنیوی سزا۔ ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے۔ جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ ہمیشہ کے لیے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سر اٹھایا اور یکسر فرمان الٰہی کو چھوڑ اور مسلمانوں سے بھڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ع ۱

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ایمان دار جو ایمان کے مطابق فرمان نبوی پر عمل بھی کریں انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے انہیں بے شمار ثواب ملے گا۔ اور جو ایمان سے خالی ہیں انہیں یہ قرآن قیامت کے دن دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچادے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪

انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح انسان ہے ہی بڑا جلد باز۔

یعنی انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لیے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کبھی اپنے مال و اولاد کے لیے بد دعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی اور لعنت کی۔ لیکن اس کا اللہ تعالیٰ اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے ادھر وہ دعا کرے ادھر وہ قبول فرمالے تو ابھی ہلاک ہو جائے۔ حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لیے بد دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں ایسا کوئی کلمہ بد زبان سے نکل جائے۔ اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے یہ ہے ہی جلد باز۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے تک روح نہیں پہنچی تھی جو آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ روح سر کی طرف سے آرہی تھی ناک تک پہنچی تو چھینک آئی آپ نے کہا الحمد اللہ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَرْحَمُكَ رَبُّكَ يَا اٰدَمُ ﴾ اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے۔ جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے جب اور نیچے کے اعضاء میں پہنچی تو خوشی سے اپنے تئیں دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی تھی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ رات سے پہلے روح آجائے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ⑫

ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو منور دکھانے والی بنائی ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لیے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ اور ہر ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرمادیا ہے۔

دن اور رات اللہ کی قدرت: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ وضع کے بنائے رات آرام کے لیے دن تلاش معاش کے لیے کہ اس میں کام کاج کرو صنعت و حرفت کرو سیر و سفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دونوں کی جمعوں کی مہینوں کی برسوں کی گنتی معلوم کر سکو تا کہ لین دین میں معاملات میں قرض میں مدت میں عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیشہ رات ہی

رات رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لا دے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لیے بنائی اور دن تلاش معاش کے لیئے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنائے تا کہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا لفافہ رات پر چڑھا دیتا ہے سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہیں ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ غالب اور غفار ہے وہ صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات سکون والی بنائی ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا انداز ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جا سکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے کیا ہے۔ منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ پیدائش حق ہے الخ۔

چاند کے بارے میں ایک سوال: قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے وہ لوگوں کے لیے اوقات ہیں اور حج کے لیے بھی الخ۔ رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے اور دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علیؓ سے پوچھا کہ چاند میں یہ چھائی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں محویت دھندلکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے۔ دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾

ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے روبرو کھلا ہوا پالے گا۔ لے خود ہی اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔

اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے بھلا ہو یا برا وہ اس پر چپک جاتا ہے نیکی کا نیک بدلہ ملے گا بدی کا بد خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو۔ جیسے فرمان ہے ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا اور جیسے فرمان ہے داہنی اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں جو بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت ٹانک لیتا ہے اور جگہ ہے ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴾ تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں تمہارے ہر فعل سے باخبر ہیں اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور جگہ ہے ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے چھپے کھلے نیک بد اعمال صبح شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔ ابن لہیعہؒ فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی۔ لیکن اس حدیث کی یہ تشریح غریب ہے واللہ اعلم۔

نامہ اعمال: اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا تو اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں۔ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بروں کے بائیں ہاتھ میں کھلی۔ ہوئی ہو گی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں۔ اس کی تمام عمر کے کل اعمال اس

میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبر دار کر دیا جائے گا انسان تو اپنے معاملہ میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی میں کتنے ہی بہانے پیش کر دے۔ اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے۔ اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی اس لیے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔ پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ گردن کا ذکر خاص طریقہ پر اس لیے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس میں جو چیز لٹکا دی گئی وہ چپک گئی ضروری ہو گی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں فال کوئی چیز نہیں ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے اور روایت میں ہے کہ شگون ہر انسان کا اس کے گلے کا ہار ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے۔ جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یا اللہ تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں۔

طائر کا معنی: قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے زیادہ نیکی کر یا زیادہ بدی۔ تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵

جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لیے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ بار اسی کے اوپر ہے کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔

جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھرا اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے کوئی نہ ہو گا جو دوسرے کا بوجھ بٹائے۔ اور جگہ قرآن میں ہے ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے بہکا رکھا تھا۔ پس ان دونوں مضمونوں میں کوئی منافات نہ سمجھی جائے اس لیے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ کہ ان کے بوجھ ہلکے کیے جائیں اور ان پر لادے جائیں ہمارا عادل اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا۔ پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا۔ چنانچہ سورۂ تبارک میں ہے کہ جہنمیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا انہیں جھٹلا دیا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یونہی بہک رہے ہو سرے سے یہ بات ہی ان ہونی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر کچھ اتارے۔ اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں

یقیناً آئے لیکن کلمہ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا۔ اور آیت میں ہے کہ کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ یااللہ ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ اب نیک اعمال کریں گے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ الغرض اور بھی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔

صحیح بخاری میں آیت ﴿ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لیے ایک مخلوق نو پیدا کرے گا جو اس میں ڈال دی جائے گی۔ وہ کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ اس کی بابت علماء کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہ کیا جائے گا اس لئے حافظان حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ پر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا اس وقت وہ کہے گی بس بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا باقی رہا یہ مسلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور پنٹ بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڈھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آرہا ہے ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی مخلصاً ذکر کروں گا اللہ تعالیٰ مدد کرے

پہلی حدیث مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا تیسرے بالکل بڈھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی بہرا تو کہے گا اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہ پہنچی دیوانہ کہے گا اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش وہواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والے کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ حکم برداری کرلیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔

اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے ان پر سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو رکیں گے انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ ﴾ پڑھ لو۔

دوسری حدیث ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ ابو حمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیک کار نہیں جو جنت میں بدلہ دیئے جائیں۔

تیسری حدیث ابو یعلی میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ۔ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہوگی۔ اس فرمان کو سنتے ہی وہ

لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو بد باطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لیے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مان کر دیتے۔ اب تمہارے لیے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو۔ اور ان فرماں برداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کر لی۔

چوتھی حدیث مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے تو کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔

پانچوں حدیث حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزارؒ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمروں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لو گے وہ کہیں گے ہاں ہاں بے شک بلاچون وچرا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آ جائیں اور کہیں گے اے اللہ ہمیں اس سے تو بچا لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تم اقرار کر چکے ہو کہ میری فرماں برداری کرو گے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب سے مان لیں گے اور کر گزریں گے۔ چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لیے جائیں گے پھر یہی حکم ہو گا۔ یہ جائیں گے اور پھر خوف زدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم توڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا۔ اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ یہ بحکم اللہ تعالیٰ اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی۔ امام بزار فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے یحییٰ ابن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابو داؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔

چھٹی (۶) حدیث۔ امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خالی زمانے والے اور مجنون اور بچے اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے۔ ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں۔ مجنون کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا۔ بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو۔ تو جو آگے چل کر نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزاری کر لیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مان کر دیتے۔

ساتویں (۷) حدیث۔ انہیں تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے۔ پھر دوبارہ بھی یہی ہو گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی۔ میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہو۔ اے جہنم! انہیں دبوچ لے۔ چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی۔

آٹھویں (۸) حدیث۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ صحیحین میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور! اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور

پوری خبر تھی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم کے سپرد ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد یک طرفہ خالص بنایا ہے۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

مشرکین کے بچوں کا انجام: نویں (۹) حدیث۔ حافظ ابو بکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے بہ آواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکوں کے بچے بھی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے۔

دسویں (۱۰) حدیث۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نبی شہید اور بچے اور زندہ درگور کیے ہوئے بچے۔ علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں خاموش ہیں ان کی دلیل بھی گزر چکی۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شخص کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا جن کے پاس بہت سے بچے تھے۔ سوال پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ حضرت ابراہیم ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں اور مشرکوں کی اولاد ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ مشرکین کی اولاد بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا اطاعت گزار جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا۔ اس مذہب سے تمام حدیثوں اور مختلف دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی کئی ایک ہیں۔ شیخ ابوالحسن علی ابن اسماعیل اشعریؒ نے یہی مذہب اہل سنت و الجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے۔ اور بھی بہت سے محققین علماء اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابو عمر ابن عبدالبر نمری نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے کہ اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں اور ان سے ثبوت نہیں ہوتی اور اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لیے کہ آخرت دار جزا ہے دار عمل نہیں ہے اور نہ دار امتحان ہے اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں۔ امام صاحب کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے میں جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں

اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزا ہے یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہو گئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ کے دخول سے پہلے کوئی احکام نہ دیئے جائیں گے۔ شیخ ابوالحسن اشعری نے تو مذہب اہل سنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے۔ مزید برآں آیت قرآن **يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ** اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مومن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کا حکم ہوگا۔ صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق الٹے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے۔ صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے وعید کرے گا اور کچھ سوال نہ کرے گا سوا اس سوال کے اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول و قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم! تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا جنت میں چلا جا۔ پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا۔ خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پیٹھ

پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں گے۔ بعض مثل بجلی کے بعض مثل ہوا کے بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے بعض مثل بھاگنے والوں کے بعض مثل پیدل چلنے والوں کے بعض گھٹنوں سرک سرک کر بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے۔ اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے پئیں وہ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے۔ پس یہ صاف نظیر ہے اس واقعہ کی۔ اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے آکر انہیں ڈھانپ لیا۔ اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا۔ کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

حافظ ابن کثیر کی اس مسئلہ میں وضاحت: ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے! مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت ﷺ کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپ نے فرمایا بچے جنت میں ہیں۔ ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گزریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں۔ پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرماں بردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی۔ اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں ان کا امر اللہ کے سپرد ہے۔ وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے امام اشعری نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ گو ایسی حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا عمل کرنے والے تھے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا کہ بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ نے فرمایا وہ کیا کرتے یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بھی تجھے سنادوں امام احمدؒ کے صاحبزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات انہیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بیزار ہو جاتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اچھا جو بچہ آپ سے ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! مومن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی ہم ان کی اولادیں انہی کے ساتھ ملا دیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی کو نہیں پایا واللہ اعلم۔ ابوداؤد میں حدیث ہے زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کردہ شدہ دوزخی ہیں۔ ابوداؤد میں بہ سند حسن مروی ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ فرماتے ہیں میں

اپنے بھائی کو لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مر گئی ہیں وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں۔ ہماری ایک نابالغ بہن کو انہوں نے زندہ دفن کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کر لے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہئیے کوئی فیصلہ کن بات یک طرفہ نہ کہنی چاہیئے۔ ان کا اعتماد آپ کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپ سے سوال ہوا تو آپ نے انہی لفظوں میں جواب دیا تھا۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لیے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے جیسے کہ سورۂ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تقریر کر آئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مومنوں کی فوت ہو جانے والی نابالغ اولاد کا مسئلہ: یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علماء کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جیسے کہ حضرت امام احمدؒ کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور انشاءاللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب بچے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں۔ اہل فقہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے مئوطا امام مالکؒ کے ابواب القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ اسی جیسا ہے گو امام مالک کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت الٰہی کے ماتحت ہیں۔ ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ کتاب التذکرہ میں امام قرطبیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے واللہ اعلم۔ اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث یہ بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور ﷺ کو بلایا گیا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس بچے کو مرحبا ہو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا تو آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی۔ اے عائشہ سنو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں۔ مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے

چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے۔ ابن عباسؓ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن حنفیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو منبر پر خطبہ میں فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان)۔ امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾

جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کچھ حکم دیتے ہیں وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ وبالا کر دیتے ہیں۔

اللہ کا حکم آنے کا مفہوم: مشہور قرات تو ﴿امرنا﴾ ہے اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اتاھا امرنا﴾ یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے رات کو یا دن کو۔ یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ برائیوں میں لگ جاتے ہیں پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آ جاتا ہے جن کی قرات ﴿ اَمَّرْنا ﴾ ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں وہ وہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب الٰہی انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا ﴾ ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے بہتر مال جانور ہے جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کھجور کے درختوں سے پٹا ہوا ہو۔ بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ⑰

ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں۔ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔

اللہ خوب دیکھنے والا ہے: اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس بزرگ رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ اپنے سے پہلے نوح (علیہ السلام) کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام نشان مٹا دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو کچھ ان سے زیادہ ساز و سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو باوجود اسکے تم اشرف الرسل خاتم النبیین کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذابوں اور سزاؤں کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے۔ ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲

جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سردست دیتے ہیں بالآخر اس کے لیے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ تعالیٰ کے ہاں پوری قدردانی کی جائے گی۔

طالب دنیا کی حالت اخروی: کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ہر چاہت پوری ہی ہو جس کا جو ارادہ اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گھرے ہوئے ہوں گے نہایت برے حالوں ذلت و خواری میں ہوں گے کیونکہ یہاں انہوں نے یہی کیا تھا فانی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لیے وہاں رحمت الٰہی سے دور ہیں۔

ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہ وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی عقل نہ ہو۔

ہاں جو طالب دیدار آخرت ہو جائے اور صحیح طریقہ سے آخرت میں کام آنے والی نیکیاں مطابق سنت کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو عذاب ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو اللہ تعالیٰ اور رسول کو مانتا ہو ان کی کوشش قدر دانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

ہر ایک کو ہم بہم پہنچائے جاتے ہیں انہیں بھی اور انہیں بھی تیرے پروردگار کے انعامات میں سے تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔ دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں کی تمیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب اخری ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں یہ تیرے رب کی عطا ہے۔ وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا۔ مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے۔ اس کے احکام کوئی رد نہیں کر سکتا اس کے روکتے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا۔ اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے روکے سے رکیں نہ کسی کے ہٹائے سے ہٹیں وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں۔

دنیا کی طرح آخرت میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے: دیکھ لو کہ ہم نے دینا میں انسانوں کے مختلف درجے رکھے ہیں۔ ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں اچھے بھی ہیں برے بھی ہیں اور درمیانے درجے کے بھی۔ کوئی چھٹپن میں مرتا ہے کوئی بڑا بوڑھا ہو کر کوئی اس کے درمیان۔ آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کچھ تو جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے طوق و زنجیر پہنے ہوئے کوئی جنت کے درجوں میں ھوں گے بلند و بالا۔ بالا خانوں میں نعمت و راحت سرور و خوشی میں۔ پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا۔ جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو۔ پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے۔ طبرانی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ بڑھنا چاہے گا اور اپنی چاہت میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا اور اپنی چاہت میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے۔

اللہ واحد لاشریک ہے: یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد ہٹ جائے گی جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد ولا شریک ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے فاقہ

پہنچے اور لوگوں سے اسے بند کرانا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہو گا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کی بابت دعا کرے اللہ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ

تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ہوں تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

والدین کا مقام مرتبہ: یہاں قضٰی معنی میں حکم فرمانے کے ہے۔ تاکیدی حکم الٰہی جو کبھی ٹلنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سر مو فرق نہ آئے۔ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ اور ضحاک بن مزاحم کی قرات میں قضٰی کے بدلے وصی ہے یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ﴾ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند رہ۔ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پورا ادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے ہوں بھی نہ کرنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا ان کی رضامندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع و عاجزی فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لیے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ اے اللہ ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لیے دعا کرنی منع ہو گئی ہے گو وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ماں باپ سے سلوک واحسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی۔ جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا اے نبی! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو کہیئے آمین! چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوئی آمین کہیئے! چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں ایک کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا کہیئے آمین! میں نے کہا آمین۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے یتیم بچہ کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہو گا۔ اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی آزاد گی گردن خدمت والدین اور پرورش یتیم۔ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے الخ۔ ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لیے یہ بدعا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش الٰہی سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لیے خود حضور ﷺ کا یہ بدعا کرنا منقول ہے۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں چار سلوک ان کے جنازے کی نماز ان کے لیے دعا استغفار ان کے وعدوں کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے (ابوداؤد ابن ماجہ)

ماں کا حق: ایک شخص نے آکر حضور ﷺ سے کہا یارسول اللہ میں جہاد کے ارادے سے آپکی خدمت میں خوش خبری لے کر آیا ہو۔ آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا جا اسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے۔ دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دوہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دوہرایا۔ (نسائی ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے قرابتداروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ مسند احمد) فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے۔ اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد قریب ہو اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد۔) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کرا رہے تھے حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ایک شمہ بھی نہیں واللہ اعلم۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿٢٥﴾

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

توبہ کرنے والوں کیلئے حکم: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرماں بردار اور نمازی ہو اس کی خطائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں معاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ ﴿ اَوَّابِیْن ﴾ وہ لوگ ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو ضحیٰ کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔ عبیدہ کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں ﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا اَصَبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ هٰذَا ﴾۔ ابن جریر فرماتے ہیں اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں معصیت سے طاعت کی طرف آجایا کریں اللہ تعالیٰ کی ناپسندی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ اَوَّاب مشتق ہے اَوْب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ جیسے عرب کہتے ہیں ﴿ اٰبَ فُلَانٌ ﴾ اور جیسے قرآن میں ہے ﴿ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَهُمْ ﴾ اس کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے ﴿ اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ﴾ لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۞ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۞

رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔ بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھا دے۔

صلہ رحمی کا حکم: ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کا حکم دے کر اب قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ حدیث میں ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور پھر جو زیادہ قریب ہو اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ بزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور اس وقت تک باغ فدک حضور ﷺ کے قبضے میں نہ تھا۔ ۷ھ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ تب باغ فدک آپ کے قبضہ میں آیا۔ پس یہ قصہ بند نہیں بیٹھتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورۂ برات میں گزر چکی یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

اسراف اور تبذیر کی وضاحت: خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے۔ نہ تو انسان کو بخیل ہونا چاہئے نہ مسرف بلکہ اعتدال اختیار کرے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ﴾ یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں۔ پھر اسراف کی برائیاں بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تبذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو۔ اپنا کل مال بھی اگر راہ اللہ دیدے تو یہ تبذیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی دے تو مبذر ہے۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں اور اہل و عیال کنبے قبیلے والا ہوں تو مجھے بتلایئے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ نے فرمایا! اپنے مال کی زکوۃ الگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا۔ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کر سائل کا حق پہچانتا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی۔ اس نے کہا حضور ﷺ! اور تھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا قرابت داروں مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر۔ اس نے کہا ﴿ حَسْبِيَ اللّٰهُ ﴾ اچھا حضور ﷺ جب میں آپ کے قاصد کو زکوۃ ادا کروں تو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دیدیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لیے اجر ثابت ہو گیا؟ اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔ یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے مسرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں شیطان میں یہ بد خصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا ناشکرا اس کی اطاعت کا تارک اس کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان قرابتداروں مسکینوں مسافروں میں سے کوئی کبھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دے گا ان شاءاللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۞ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا

بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾

اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتا تا ہوا بیٹھ جائے۔ یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

خرچ کرنے میں درمیانی راہ: حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو۔ نہ بخیل بنو نہ مسرف ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ کریم و وہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے ﴿ وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ يَبْخَلْ بِما لِهٖ علٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَ يُذْمَمٖ ﴾ یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں نہیں رہتا ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اڑ جائے۔ ﴿حَسِيْرٌ﴾ سورۂ تبارک میں آیا ہے پس یہ بطور لف و نشر کے ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں سینے سے گلے تک۔ سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا ادھر ادھر اللہ تعالیٰ کی ہر راہ میں خرچ کرتی رہ جمع نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی روک لے گا۔ بند باندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر اللہ تعالیٰ بھی سر بند کر لے گا۔ ایک اور روایت میں ہے شمار کر کے نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ تو راہ اللہ تعالیٰ میں خرچ کیا کر اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ مسلم میں ہے صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔

طمع سے بچو: ایک اور حدیث میں ہے طمع سے بچو اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کا کہا انہوں نے وہ بھی کیا پھر فسق و فجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کاربند ہوئے بیہقی میں ہے کہ جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔

غریبی اور امیری اللہ کے ہاتھ ہے: پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا کشادگی کرنے والا تنگی میں ڈالنے والا اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا اللہ ہی ہے۔ ہر بات میں اس کی حکمت ہے وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقیری کون ہے۔ حدیث قدسی میں ہے میرے بعض بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انہیں امیر بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں

اگر میں انہیں فقیر بنادوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعضوں کے لیے فقیری بہ طور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچائے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾

مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالا کرو ان کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

لوگو تمہارا اور تمہاری اولاد کا بھی رازق اللہ ہے: دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپوں کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بہ طور ورثے کے دو۔ اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت میں لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ ان کا زندہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس نافرجام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر پوچ ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾ فقیری اور تنگدستی کے خوف سے اپنی اولادوں کی جان نہ لیا کرو۔ تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خطا کی دوسری قرائت خطا ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زناکاری کرے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے۔ اور بہت ہی بری راہ ہے۔

زنا کبیرہ گناہ ہے: زناکاری اور اس کے گرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے۔ زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتلایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نوجوان نے زناکاری کی اجازت آپ سے چاہی۔ لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کہہ رہا ہے کیا کر رہا ہے۔ آپ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹھ جا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم یا رسول اللہ مجھے آپ پر اللہ فدا کرے ہر گز نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟ آپ نے فرمایا اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتا اچھا اپنی بہن کے لیے اسے تو پسند کرے گا؟ اس نے اسی طرح انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپی سے ایسا کرے؟ اس نے اسی سختی سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپی کے لیے نہ چاہے گا۔ اچھا اپنی خالہ کے لیے؟ اس نے کہا ہر گز نہیں۔ فرمایا اسی طرح اور سب لوگ بھی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کے گناہ بخش اس کے دل کو پاک کر اسے عصمت والا بنا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا تھا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شرک کے بعد کوئی گناہ زناکاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اور کسی جان کا جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہر گز ناحق نہ قتل کرنا۔ اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارثوں کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔

قتل ناحق حرام ہے: بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا قتل تین باتوں میں سے ایک کے سوا حلال نہیں یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔ سنن میں ہے ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کر دینے میں سے ایک کا اختیار ہے۔

قاتلین حضرت عثمانؓ کا معاملہ: ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کے عموم سے حضرت معاویہؓ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لیے کہ حضرت عثمانؓ کے ولی آپ ہی تھے اور حضرت عثمانؓ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ قاتلان حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں اس لیے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمانؓ بھی اموی تھے۔ حضرت علیؓ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے۔ ادھر حضرت علیؓ کا مطالبہ حضرت معاویہؓ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت معاویہؓ فرماتے تھے تاوقت یہ کہ آپ قاتلان عثمان نہ دیں میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت علیؓ سے انکار کر دیا۔ اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہؓ شام کے حکمران بن گئے۔ معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس وقت میں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں واللہ اگر آپ کسی پتھر میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے تو نکال لیے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی اب ایک اور سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم معاویہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے جو مظلوم مار ڈالا جائے ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہئے الخ سنو! یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے اس کو تھام لیا جو معروف ہے اس نے نجات پالی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والے ہی ہو تو تم مثل ایک زمانے والوں کو ہوؤں گے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔ اب فرمایا ولی کو قتل کے بدلے میں حد سے نہ گزرنا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مثلہ کرے کان ناک کاٹے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے۔ ولی مقتول شریعت غلبہ اور مقدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ

الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾

یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاںتک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کیا کرو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔ اور جب ناپنے لگو تو بھر پور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ: یتیم کے مال میں بدنیتی سے ہیر پھیر نہ کرو ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو۔ جس کی پرورش میں یتیم بچے ہوں اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر وہ فقیر محتاج ہے تو خیر بہ قدر معروف کھالے۔ صحیح مسلم میں ہے حضور ﷺ نے ابوذرؓ سے فرمایا میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو خود اپنے لیے چاہتا ہوں خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔

پھر فرماتا ہے وعدہ وفائی کیا کرو جو وعدے وعید جو لین دین ہو جائے اس کی پاسبانی کرو اس کی بابت قیامت کے دن جوابدہی ہو گی۔

ناپ اور تول پورا کرو: ناپ پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر کم نہ دو۔ ﴿ قِسْطَاس ﴾ کی دوسری قرات ﴿قُسْطَاس﴾ بھی ہے پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتلانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولا کرو دونوں جہان میں تم سب کے لیے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی یہ تمہارے بیوپار کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اے تاجرو! تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی ناپ تول۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف الٰہی سے اسے چھوڑ دے تو اللہ اسے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

بغیر علم اور خبر کے گواہی دینا: یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ۔ بے علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو۔ جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو بے دیکھے نہ کہدیا کرو کہ میں نے دیکھا۔ نہ بے سنے سنا بیان کرو۔ نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو۔ کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گی۔ غرض وہم خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾۔ زیادہ گمان سے بچو بعض گمان گناہ ہیں۔

حدیث میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہر گز نہیں ہونا۔ قیامت کے دن آنکھ کان دل سب سے باز پرس ہو گی سب کو جوابدہی کرنی ہو گی۔ یہاں پر ﴿تِلْكَ﴾ کی جگہ ﴿ أُولَٰئِكَ ﴾ کا استعمال ہے عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾

زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے۔

اکڑ کر چلنا منع ہے: اکڑ کر اترا کر تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے۔ پھر اسے نیچے دکھانے کے لیے فرماتا ہے کہ گو کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑوں کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے بلکہ ایسے لوگوں کا برعکس حال ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں تکبر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے۔ قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا۔

عاجزی کی فضیلت: ہاں تواضع نرمی فروتنی اور عاجزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور عالی قدر کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جھکنے والوں کو اللہ بلند کرتا ہے وہ اپنے تئیں حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں۔ امام ابو بکر ابن ابی الدنیا اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربار منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوا تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دہرا سلوایا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دے اور اکڑ تا اینڈ تا جا رہا تھا۔

حضرت حسنؒ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ تک چڑھا بل کھایا رخساروں پھولا اپنے ڈنڑ بازو دیکھتا اپنے تئیں تولتا نعمتوں کے ذکر شکر کو بھولا رب کے احکام کو چھوڑا حق اللہ کو توڑا دیوانوں کی چال چلتا عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا شیطان کی لعنت کا مارا وہ دیکھو جا رہا ہے۔ ابن اہیم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے معذرت کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ﴿ وَ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ﴾۔

عابد البختری نے آل علیؓ میں سے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش ایسی نہ تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔

ابن عمرؓ نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے ہیں حضرت خالد بن معدانؒ فرماتے ہیں۔ لوگو اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑ دو اس لیے کہ انسان اصل میں اسی طرح (بیاض چھوٹی ہوئی ہے)۔

اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا۔) ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت تبختر اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا۔

﴿ سَيِّئُهُ ﴾ کی دوسری قرات ﴿سَيِّئَةً﴾ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور ﴿ سَيِّئُهُ ﴾ کی قرات پر مطلب یہ ہے کہ ﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ ﴾ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ امام ابن جریرؒ نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

یہ بھی منجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندۂ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔

مندرجہ بالا احکام کی امت پابند ہے: یہ احکام ہم نے دیئے ہیں سب بہترین اور صاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ بڑی ذلیل خصلتیں ہیں۔ ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے۔ دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ وہ وقت آئے گا کہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ملامت ہو گی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں بواسطۂ رسول اللہ ﷺ آپ کی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لیے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں؟ بے شک بیشک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو۔

اللہ کی کوئی اولاد نہیں: ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے بیٹیاں اللہ کی جو تمہیں ناپسند جن سے تم جلو کڑھو بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لیے ثابت کرو۔ اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں رب رحمان کی اولاد ہے۔ حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ رب رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طرح بیان فرما دیا کہ لوگ سمجھ جائیں لیکن اس پر بھی انہیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے۔

حق کے دلائل واضح ہیں: اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرمادی ہیں وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تاکہ لوگ برائیوں سے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچیں۔ لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھتے اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

کہدے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک تو مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر بہت دور اور بہت بلند ہے۔

جو مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب اللہ ہی دلوا دیں اور جس کو چاہیں سفارش کر دیں۔ تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے۔ اس کا قرب ڈھونڈتے۔ پس تمہیں صرف اسی کی عبادتیں کرنی چاہئیں نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادتیں نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ اللہ تعالیٰ میں اور تم میں وہ واسطہ بنے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ واسطے سخت ناپسند معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے۔ اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا رہا۔

اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے وہ احد اور صمد ہے۔ وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (۴۴)

ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے وہ بڑا بردبار اور بخشنہار ہے۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے: ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدوسیت تسبیح تنزیہ تعظیم جلالت بزرگی بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نکمے اور باطل اوصاف ذات الٰہی کے لیے مانتے ہیں ان سے یہ تمام مخلوق برات کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد اور لاشریک مانتی ہے۔ ہر ہستی اللہ تعالیٰ کی توحید کی زندہ شہادت ہے۔ ان نالائق لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین دھنس جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں۔ طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے جبرئیل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ ﴿ سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِى الْمُهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الذَّوِى الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا. سُبْحٰنَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى . سُبْحَانَهٗ ﴾ وتعالے۔ مخلوق میں سے ہر ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لیے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات نباتات جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے آپ سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح الٰہی کر رہی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے۔ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنالیا کرو سنو! بہت سی

سورلیاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر افضل ہوتی ہے (مسند احمد۔) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح الٰہی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے۔ الحمد اللہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ اللہ اکبر زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی ﴿ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سونپا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے۔ آپ کو غصہ آگیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو دیکھتا نہیں ہوں؟ پھر حضور ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بہ طور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت۔ ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کہتے رہو اس لئے کہ آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سنو! اگر تمام آسمان وزمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے۔ دوسرا حکم میرا ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ﴾ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ (حضرت نوحؑ نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتی ہے۔ اس کی اسناد بوجہ نصر بن عبدالرحمٰن الاودی راوی کے ضعیف ہیں۔ عکرمہ فرماتے ہیں ستون درخت دروازوں کی چولیں ان کی بھڑتے کھلتے آواز پانی کی گھڑ گھڑاہٹ یہ سب تسبیح الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثنا کے بیان میں مشغول ہے ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے۔ سورہ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؒ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید رقاشی نے کہا کے اے ابو سعید! کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت تھا تسبیح گو تھا۔ جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو فرماتے ہیں انہیں عذاب کیا جارہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کے وقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری و مسلم۔) اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی جب خشک ہو جائیں گی۔ تسبیح بند ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ حکیم و غفور ہے اپنے گناہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تاخیر کرتا ہے ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو بے پناہ پکڑ نازل فرما دیتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا۔ دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے الخ اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخرش پکڑ لیا۔ اور آیت میں ہے ﴿ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾۔ ہاں جو گناہوں سے رک جائے ان سے ہٹ جائے توبہ کر لے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے جیسے آیت قرآن میں ہے جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر استغفار کرے تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ سورۂ فاطر کے آخر کی آیتوں میں بھی یہی بیان ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

توجب قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ہم پردے ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ اور جب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ روگردانی کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

دلوں پر پردہ: فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا وہ حجاب انہیں چھپا لیتا ہے۔ یہاں مستور ساتر کے معنی میں ہے جیسے میمون مشئوم یا من اور شائم کے معنی میں ہیں۔ وہ پردے گو بظاہر نظر نہ آئیں لیکن ہدایت میں اور ان میں حد فاصل ہو جاتے ہیں۔ مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ سورۂ ﴿ تَبَّتْ يَدَا ﴾ کے اترنے پر عورا ام جمیل شور مچاتی دھار دار پتھر ہاتھ میں لیے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذمم کو ہم نہیں ماننے کے۔ ہمیں اس کا دین ناپسند ہے ہم اسکے فرمان کے مخالف ہیں۔ اس وقت رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کے پاس تھے کہنے لگے حضور! یہ آ رہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا بے فکر رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ اور آپ نے اس سے بچنے کے لیے تلاوت قرآن شروع کر دی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ وہ آئی اور حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے تمہارے نبی نے میری ہجو کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم تیری کوئی ہجو حضور ﷺ نے نہیں کی۔ وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی لڑکی ہوں۔ اَكِنَّةً کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے اور جب تو قرآن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بے طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نفور جمع ہے نافر کی جیسے قاعد کی جمع قعود آتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو واللہ اعلم۔

جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا لا الہ الا اللہ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا۔ ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے۔ دیکھ لو اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنی غرابت سے خالی نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

اسے سنتے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں جب یہ تیری طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے دیکھ تو سہی کہ تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔

سرداران قریش چھپ کر آنحضرت کا قرآن سنتے تھے: سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہنچائی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریرؒ نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن ہے یہ غور طلب۔ ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے۔ کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے۔ کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں کوئی مجنون بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ۔ اس لیے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابو سفیان بن حرب ابو جہل بن ہشام اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ حضور ﷺ کی زبانی سننے کے لیے نکلے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے یہ لوگ آکر چپ چپاتے چھپتے لکتے ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سنتے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے اتفاقاً راستے میں سب کی ملاقات ہو گئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر یہ تینوں آگئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا تیسری رات پھر یہی ہوا۔ اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالتے ابو سفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابو حنظلہ مجھے بتلاؤ تمہاری اپنی رائے آں حضرت ﷺ کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابو ثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب معنی میں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابو جہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے کہا سنئے شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور انہیں انعامات دیئے ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ ہم ان تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جانہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہا کہ ہم میں نبوت ہے ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے۔ اس وقت اخنس اسے چھوڑ کر چلدیا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ

الربع

ع ۵

اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۵۲﴾

کہنے لگے کہ کیا جب کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ جواب دے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو اب یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر تجھ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو تو جواب دے کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو۔ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔

مرنے کے بعد جی اٹھنا: کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے غبار بن جائیں گے کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورۂ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرے پیچھے الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ سورۂ یسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا الخ۔ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ پر تمہارا جلانا دوبھر نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بھیڑے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت و دوزخ کے درمیان لایا جائے گا اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں۔ پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو! اب ہمیشگی ہے موت نہیں اور اے جہنمیو! اب ہمیشگی ہے موت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے یا پتھر یا لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ تو بتلاؤ کہ یہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لاجواب ہے بھونچکے تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے بدعقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہو گا کب؟ سچے ہو تو وقت کی تعیین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی تم اس کے لئے انتظار کرو غفلت نہ برتو اسکے آنے میں کوئی شک نہیں آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہوؤ گے۔ ایک آنکھ جھپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔

حدیث میں ہے کہ ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ ﴾ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہو گی گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ ﴾ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ سورۂ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے انشاءاللہ۔

اس وقت تمہارا یقین ہو گا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی۔ سوال پر یہی کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝

میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں۔ کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا رہتا ہے بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے

گفتگو مہذب ہونی چاہیے: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ مومن بندوں سے فرمادیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان میں آپس میں سر پھٹول اور برائی ڈلوادے گا لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے وہ انسان کا دشمن ہے گھات میں لگا رہتا ہے اسی لیے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے ملاحظہ ہو مسند احمد۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے۔ پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقوی یہاں ہے جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہوں پھر ان میں جدائی ہو جائے اس جدائی کو ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے وہ بدتر ہے وہ نہایت شریر ہے (مسند۔)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بھی بہت زیادہ جاننے والا ہے وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کردے چاہے تمہیں سزا دے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا۔ آسمان وزمین میں جو بھی ہے تیرا رب سب کو بہ خوبی جانتا ہے ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے۔ داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے۔

فرق مراتب: تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے اسی طرح جسے چاہے بداعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے تیری ماننے والے جنتی ہوں گے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے ایک کو ایک پر فضیلت ہے نبیوں میں بھی درجے ہیں کوئی کلیم اللہ ہے کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو۔ اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار۔ جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اس کا ماننا واجب ہے۔

اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر: مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول ان سب سے افضل ہیں جن کا نام سورہ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ صلوۃ اللہ علیہم اجمعین۔ سورہ شوری کی آیت ﴿ شَرَعَ

لکم﴾۔ میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں۔ جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے۔ ہم نے اس کے دلائل اور جگہ بسط سے بیان کئے ہیں واللہ الموفق۔

پھر فرماتا ہے ہم نے داؤد پیغمبر کو زبور دی۔ یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں (حضرت) داؤد پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾

کہدے کے اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امیدواری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو رہے ہیں بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔

جنہیں لوگ معبود سمجھتے ہیں وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آ سکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی بات کہ مشکل کشائی کر دیں نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں قادر اور طاقت والا صرف اللہ تعالیٰ واحد ہی ہے مخلوق کا خالق اور سب کا حکمراں وہی ہے۔ یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں کی اور مسیح علیہ السلام کی اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے معبود تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف نزدیکی کی جستجو میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جے ہوئے ہیں اس لیے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہم اسلام حضرت مریم علیہم السلام حضرت عزیر علیہم اسلام سورج چاند فرشتے سب قرب الٰہی کی تلاش میں ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح وغیرہ کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد الٰہی تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔ وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے۔ یہ سب بزرگ اس دھن میں ہیں کہ کون اللہ تعالیٰ سے زیادہ نزدیکی حاصل کر لے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خواہاں اور اسکے عذاب سے ترساں ہیں حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے۔ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ واقع میں اس کے عذاب میں ہی ڈر کے قابل اللہ ہمیں بچائے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿٥٨﴾

جتنی بھی بستیاں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انھیں ہلاک کر دینے والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔

منکروں کیلئے تباہی ہے: وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھدیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کر دی جائیں گی۔ یا تباہی کے قریب ان کے گناہوں کی وجہ سے ہو جائیں گی۔ اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہو گا بلکہ ان کے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہو گا ان کے اعمال کا وبال ہو گا رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہو گا۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انھیں جھٹلا چکے ہیں ہم نے ثمودیوں کو بہ طور نشان کے اونٹنی دی لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا ہم تو لوگوں کو صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں۔

آیت کا شان نزول: حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کافروں نے آپ ﷺ سے کہا کہ حضرت آپ (ﷺ) سے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی بعض مردوں کو جلاتے تھے وغیرہ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو آپ اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجئے ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انھیں مہلت نہ ملے گی فی الفور عذاب آ جائے گا اور تباہ کر دیئے جائیں گے اور اگر آپ کو انھیں تاخیر دینی اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا نہ کروں آپ نے فرمایا اے اللہ میں انھیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں الخ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور روایت میں ہے آپ نے دعا مانگی جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہو گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ کے اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑوں؟ آپ نے دوسری شق اختیار کی۔ مسند ابو یعلی میں ہے کہ آیت ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ ﴾ جب اتری تو تعمیل ارشاد کیلئے آپ جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے عبد مناف! میں تمھیں ڈرانے والا ہوں۔ قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے سنئے! آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نبی کے تابع ہوا تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نبی کے تابع دریا ہو گیا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نبی مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین قابل زراعت بنا دے تاکہ ہم کھیتی باڑی کریں۔ یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں۔ یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوا دے کہ ہم جاڑے گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں۔ اسی وقت آپ پر وحی اترنی شروع ہو گئی اس کے خاتمہ پر آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازہ رحمت میں چلے جاؤ اختیار دیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمت الٰہی سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کا کھلا ہونا ہی پسند کیا کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانے پر تم پر وہ عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں اور آیت ﴿ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ ﴾ نازل ہوئی۔

نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کیلئے ہوتی ہیں: یعنی آیتوں کے بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے ہم انھیں دکھا دیتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ انکتے۔ اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوئے چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دستر خوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کفر کرے گا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو ثمودیوں کو دیکھو کہ انھوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا نکلنا طلب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں رسول کو جھٹلاتے رہے جس پر انھیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر غارت کر دیئے گئے۔ ان کی یہ اونٹنی بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی۔ لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا اس کا پانی بند کیا بالآخر اسے قتل کر دیا جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب کی پکڑ میں آگئے آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے زمانے میں کوفہ میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمھیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا واللہ تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمھیں سخت سزائیں کروں گا۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا سورج چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت وحیات سے گہن میں نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوف زدہ کر دیتا ہے جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو۔ اے امت محمد ﷺ! واللہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی غلام زناکاری کریں اے امت محمد ﷺ! واللہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ؀ (۶۰)

یاد کر جب کہ ہم نے تجھ سے فرمایا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔ جو نمائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کیلئے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے۔ ہم انھیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انھیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔

معراج کا سب منظر آپؐ نے آنکھوں سے دیکھا نہ کہ خواب میں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تبلیغ دین کی رغبت دلا رہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں وہ سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت ہیں وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا۔ جو ہم نے تجھے دکھایا وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے۔ یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ نفرتی درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ بہت سے تابعین اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا جو شب معراج میں دکھایا گیا تھا۔ معراج کی حدیثیں بہت پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔

یہ بھی گزر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے۔ پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے

اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ پس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنوامیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے پہلے قول کے ہی قائل تمام وہ مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں جیسے ابن عباسؓ مسروق ابو مالکؒ حسن بصریؒ وغیرہ سہل بن سعیدؒ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فلاں قبیلے والوں کہ اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں۔ خود امام ابن جریرؒ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الز قوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد تکبر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا۔

ابلیس نے آدم کو سجدہ نہ کیا: ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر جتایا اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے۔ میں اس سے کہیں افضل ہوں میں آگ ہوں یہ خاک ہے۔ پھر اس کی ڈھٹائی دیکھئے کے اللہ تعالیٰ جل وعلی کے دربار میں گستاخانہ لہجے میں کہتا ہے کہ اچھا اسے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برباد کر کے ہی چھوڑوں گا سب کو اپنا تابعدار بنالوں گا اور بہکا دوں گا کچھ یونہی سے تو میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کر دوں گا۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا

لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا اور ان کے مال اور اولاد میں ان سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انھیں دل بہلاوے دیا کر ان سے شیطان کے جتنے بھی وعدے ہوا کرتے ہیں سب کے سب سراسر فریب و دھوکہ دہی ہے میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں تیرا رب کار سازی کرنے والا کافی ہے۔

شیطان کو کھلی چھٹی دے دی گئی: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت چاہی اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے۔ تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کا بدلہ جہنم ہے جو پوری سزا ہے۔ اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکالے یعنی گانوں سے اور تماشوں سے انھیں بہکاتا پھر۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلانے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے۔ اسی طرح تو اپنے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے حملہ کرلے ﴿ رَجِلٌ ﴾ جمع ہے۔ رَاجِل کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی اور صحب جمع ہے صاحب کی مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکم۔ شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ بندگان اللہ تعالیٰ کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں انھیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معصیت میں جو سواری پر ہو اور پیدل ہو وہ شیطانی لشکر میں ہے ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں۔ جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں ﴿ اَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰی فُلَانٍ ﴾ آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جلبہ کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔

مال اور اولاد میں شرکت کا مفہوم: ان کے مالوں میں اور اولادوں میں بھی تو شریک رہ۔ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا سود خواری ان سے کرا برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ۔ اولاد میں شرکت یہ ہے کہ مثلاً زناکاری جس سے اولاد ہو جو اولاد بچپن میں بوجہ بیوقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ در گور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو اسے یہودی نصرانی مجوسی وغیرہ بنا دیا ہو اولادوں کے نام عبدالحارث عبد شمس اور عبد فلاں رکھا ہو۔ غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شرکت شیطان کی ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یک طرفہ موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آکر انھیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں۔

بخاری مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے یہ پڑھ لے ﴿ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا ﴾ یعنی یااللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا پھر فرماتا ہے کہ جا تو انھیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر۔ چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں۔ میں انہیں شیطان رجیم سے بچاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی وکالت اس کی حفاظت اس کی نصرت اس کی تائید بندوں کو کافی ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔

کشتیاں تجارت کا ذریعہ ہیں: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتلاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت و سفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلا دی ہیں اس کے فضل و کرم لطف و رحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں آجا سکتے ہو

اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾

سمندر میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو گم کر جاتے ہیں صرف وہی اللہ تعالیٰ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

سمندروں میں بھی کارساز اللہ ہی ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے ٹال دی کہ یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ ابو جہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی باد مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے گا اسی کو پکارو۔ عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے اے اللہ میں نذر مانتا ہوں کہ تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدھا جاکر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں گا۔ اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم وکرم فرمائیں گے (ﷺ) چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام مقبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو۔ لیکن پھر اس کے ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ بچالے اور توفیق خیر دے۔

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾

تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ کی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان کو نہ پا سکو۔

سمندر میں غرق کرنے والا خشکی میں بھی دھنسا سکتا ہے: رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کو جو تری میں ڈبو سکتا تھا وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا۔ یہ کس قدر ناانصافی ہے؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے۔ جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے سورہ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے کہ یکایک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پتھر نہ برسا دے پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا کچھ ہوتا ہے پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے نہ دستگیر نہ وکیل نہ کارساز نہ نگہبان نہ پاسبان۔

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے۔ کہ اللہ تعالیٰ پھر تمہیں دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے پھر تم اپنے لئے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔

وہ دوبارہ سمندر میں لے جا سکتے ہیں: ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکرو! سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے باہر آکر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور باد تند کے تھپیڑے تمہاری کشتی کو ڈگمگا دیں اور آخر ڈبو دیں اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

رکوع ۷

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

مخلوق پر انسان کی فضیلت: سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا ہے وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ چگتے ہیں۔ پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے۔ دینی دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے اس کی سواری کیلئے خشکی میں جانور چوپائے دیئے گھوڑے خچر اونٹ وغیرہ اور تری کے سفر کیلئے اسے کشتیاں بنانی سکھا دیں اسے بہترین خوش گوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں کھیتیاں ہیں پھل ہیں گوشت ہیں دودھ ہیں اور بہترین بہت سی خوش ذائقے دار لذیذ مزیدار چیزیں پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنما لباس پہننے کو قسم قسم کے رنگ برنگ کے یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کیلئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی۔

انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے: اس آیت کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا اے اللہ تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج مزے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے انہیں تو کھانا پانی دے رہا ہے کپڑے لتے وہ پہنتے ہیں نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں سواریاں ان کے لئے ہیں راحت آرام انہیں حاصل ہے۔ ان میں سے کسی چیز کے حصے دار ہم نہیں۔ خیر اگر دنیا میں ان کیلئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر

دے اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ طبرانی میں ہے کہ قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہو گا۔ پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ تو مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔ یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے پھر جن کا بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دیدیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کئے جائیں گے اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا۔

ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ ہو گی: امام سے مراد یہاں نبی ہیں ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ چکوتی کر دی جائے گی۔

اہل حدیث کی فضیلت: بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد ﷺ ہیں ابن زیدؒ کہتے ہیں یہاں امام سے مراد کتاب اللہ ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتری تھی ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں۔ ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب اللہ ہو یا نامہ اعمال چنانچہ ابن عباسؓ اس سے اعمال نامہ مراد لیتے ہیں۔ ابو العالیہ حسن ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان الٰہی ہے۔ ﴿ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ہر چیز کا ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے اور آیت میں ہے۔ ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾ یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے الخ۔ اور آیت میں ہے۔ ہر امت کو تو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔ ہر امت اپنی کتاب کی جانب بلائی جا رہی ہو گی۔ آج تمہیں تمہارے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق و انصاف کے ساتھ بولے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہتے تھے یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہو گا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہو گا۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور نبیوں کو اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا اور آیت میں ہے۔ ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾ یعنی کیا کیفیت ہو گی اس وقت جب کہ ہر امت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے اس تیری امت پر گواہ کر کے لائیں گے۔ لیکن یہاں امام سے مراد نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دیدیا گیا۔ وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اسی کا مزید بیان سورہ ﴿ اَلْحَآقَّةُ ﴾ میں ہے۔ فتیل سے مراد لمبا دھاگا ہے جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتا ہے بزار میں ہے نبی ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا چہرہ چمکنے لگے گا سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ

کروہ سب آرزو کرنے لگیں گے کہ اے اللہ ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے

کفار بروز قیامت اندھے ہونگے: لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ یا اس کی برائی سے اللہ کی پناہ اے اللہ اسے ہمارے پاس نہ لا وہیں وہ آ جائے گا۔ یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کر یہ جواب دے گا اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے تم میں سے ہر شخص کیلئے یہی اللہ تعالیٰ کی مار ہے۔ اس دنیا میں جس نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اس کی کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ اندھا ہو گا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولے ہوئے ہو گا﴿ عَيَاذًا بِاللّٰهِ ﴾

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَ ذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

یہ لوگ جو تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے بہکا دینا چاہ رہے تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لے تب تو تجھے یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیتے اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتا۔ پھر تو ہم بھی تجھے دوہرا عذاب تو دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا بھی پھر تو تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا۔

اللہ ہی پیغمبر کو دین پر قائم رکھتا ہے: مکار و فجار کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول کو بچاتا رہا۔ آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا ولی اور ناصر رہا اپنی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ کو رکھا۔ آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا۔ آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا۔ آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا۔ اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود و سلام بھیجتا رہے آمین۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾

یہ تو تیرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے اس سے نکال دیں پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم ٹھہر نا پاتے۔ جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے۔ تو ہمارے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا۔

آیت کا شان نزول اور مفہوم: کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہیے وہی نبیوں کا وطن ہے۔ اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کو یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہیئے اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جایئے آپ نے انھیں ایک حد تک سچا سمجھا۔ غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی لیکن تبوک پہنچتے ہی سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی ﴿ وَاِنْ كَادُوْا ﴾ سے ﴿ تَحْوِيْلًا ﴾

تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا وہیں آپ کی موت زیست وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے لیکن اس کی سند بھی نظر سے خالی نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں۔ تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ جو کفار تمہارے ارد گرد ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور آیت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کر لیں۔ اور وجہ اس غزوہ کی یہ تھی کہ آپ کے جو اصحابؓ جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے واللہ اعلم۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے ولیدؒ تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لی جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے۔ واللہ اعلم

ایک اور مفہوم: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انھوں نے مکے سے جلا وطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انھوں نے آپ کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گزار سکے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کو غالب کیا۔ ڈیڑھ سال ہی گزرا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہو گئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ ان کے شریف ورئیس تہہ تیغ ہوئے ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید میں آ گئے۔ پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے اگلے رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انھیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے عذاب اللہ نے انھیں غارت اور بے نشان کر دیا۔ ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت تھے اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾ یعنی تیری موجودگی میں اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ کرے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

نماز کو قائم رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہوا ہے رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کر یہ زیادتی تیرے لئے ہے عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

قرآن میں پانچوں نمازوں کا ذکر: نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ ﴿ دُلُوْكِ ﴾ سے مراد غروب ہے یا زوال ہے۔ امام ابن جریرؒ نے زوال کے قول کو پسند فرمایا ہے اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہؓ کی جنھیں آپ چاہیں دعوت کی کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے۔ (حضرت) ابو بکرؓ سے فرمایا چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا۔ ﴿غسق﴾ سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ "دلوک" سے مراد غروب ہے ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب اور عشاء کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾ میں ہے۔ حدیث سے بہ تواتر اقوال و افعال آنحضرت ﷺ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بحمد اللہ اب تک اس پر ہیں ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے والحمد للہ صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ تنہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم

قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾

قرآن الفجر کا معنی: بخاری و مسلم میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گزاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجود یہ کہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

پیغمبر کو نماز تہجد کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تہجد کی نماز کا حکم فرماتا ہے فرضوں کا تو حکم ہے ہی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا رات کی نماز تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو۔ لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے آپ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے جیسے کہ اپنی جگہ بیان موجود ہے۔ ہاں حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جو نماز عشاء کے بعد ہو۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو۔ پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز اوروں کے برخلاف صرف حضور ﷺ پر فرض تھی۔

بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتیوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تمہیں اس جگہ کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریفیں کرے گی اور خود خالق اکبر بھی کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ اپنی امت کی شفاعت کیلئے جائیں گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انہیں راحت دیں۔

مقام محمود اور آنحضرتؐ کے فضائل: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے۔ سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت اللہ تعالیٰ بات نہ کر سکے گا۔ آواز آئے گی اے محمد! آپ کہیں گے ﴿ لَبَّيْكَ سَعْدَيْكَ ﴾ اے اللہ تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے برائی تیری جانب سے نہیں۔ راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے۔ تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے تیری پکڑ سے بجز تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلندیوں والا ہے اے رب البیت تو پاک ہے۔ یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے پس یہ مقام مقام شفاعت ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ باہر آئیں گے اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول ﷺ سے کیا ہے بے شک حضور ﷺ کی بہت سی بزرگیاں قیامت کے دن ایسی ہوں گی جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں اور بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے۔ آپ کو حوض کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔ بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کیلئے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہو آئیں اور سب انکار کر دیں۔ پھر آپ کے پاس آئیں گے اور آپ اس کیلئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں انشاءاللہ

شفاعت کا ذکر: آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہو گا کہ انھیں جہنم کی طرف لے جائیں پھر وہ آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہوں گے۔ آپ ہی جنت میں لے جانے کے پہلے سفارشی ہوں گے جیسے صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ تمام مومن آپ ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلی اور بلند درجے پائیں گے۔ آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلی منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملنے کی۔ یہ صحیح ہے کہ بحکم الٰہی گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے نبی بھی کریں گے لیکن حضور ﷺ کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہو گی ان کی گنتی کا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں۔ کتاب السیرت کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب بسط سے بیان کیا ہے والحمد للہ

مقام محمود کی احادیث: اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنئے اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے۔

بخاری کی حدیث: بخاری میں ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہو گی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد ﷺ کی طرف ہو گی پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالے آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں سورج بہت نزدیک ہو گا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ اسی حالت میں لوگ (حضرت) آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے وہ صاف انکار کر دیں گے پھر (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد ﷺ سے کہیں گے۔ آپ مخلوق کی شفاعت کے لیے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا تھام لیں۔ پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا۔

بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے۔ بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ﴾ پڑھ لے اس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوؤں گا میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔ اسے ترمذی بھی لائے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے ابن ماجہ میں بھی یہ ہے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ سے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قراتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ میری امت کو بخش الٰہی میری امت کو بخش تیسری دعا میں نے اس دن کیلئے اٹھا رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

شفاعت کی لمبی حدیث اور مقام محمود: مسند احمد میں ہے کہ مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں وہ ہماری سفارش کر کے ہمیں اس جگہ سے آرام دے پس سب کے سب (حضرت) آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آپ کیلئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جایئے تا کہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ آپ کو اپنا گناہ یاد آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے۔ فرمائیں گے تم (حضرت) نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا۔ یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ سے وہ

سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرما جائیں گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں تم (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ ان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور انھیں تورات دی ہے۔ لوگ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے معاوضے کے آپ نے کر دیا تھا۔ پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوؤں گا اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا میں سجدے میں ہی رہوں گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد ﷺ! سر اٹھایئے کہیے سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی مانگیئے دیا جائے گا۔ پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا۔ جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا۔ میرے لیئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انھیں جنت میں پہنچا آؤں گا پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے مجھے سجدے میں ہی رہنے دے گا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا۔ سوال کرو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں انھیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا۔

پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمد ﷺ سر اٹھا بات کر سنی جائے گی سوال کر عطا فرمایا جائے گا سفارش کر قبول کی جائے گی چنانچہ میں سر اٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا سفارش کروں گا پس میرے لئے حد بندی کی جائے گی میں انھیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنھیں قرآن نے روک لیا ہے فرماتے ہیں جہنم میں سے ہر وہ شخص نکل آئے گا جس نے ﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ کہا ہو اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنھوں نے ﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے

ایک اور حدیث: مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں میری امت پل صراط سے گزر رہی ہو گی میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا جو میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمد ﷺ انبیا کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے وہ سب آپ کے لئے جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں تمام مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے آپ فرمائیں گے کہ ٹھہرو وہیں آتا ہوں پس آپ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کسی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نہ ملی ہو پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سر اٹھایئے مانگئے ملے گا سفارش کیجئے قبول ہو گی پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر ننانوے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد ﷺ جاؤ مخلوق الٰہی میں سے جس نے بھی ایک دن بھی خلوص کے ساتھ ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہو اسے بھی جنت میں پہنچا آؤ

مسند احمد میں ہے حضرت بریدہؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا انھوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی حضرت معاویہؓ نے اجازت دی آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کہہ رہا ہے وہی بریدہ بھی کہیں گے حضرت بریدہؓ نے فرمایا میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا پس اے معاویہؓ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علیؓ اس سے ناامید ہوں؟

مسند احمد میں ہے کہ ملیکہ کے دونوں لڑکے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی ہی عزت کرتی تھیں بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں مہمان داری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھیں ہاں انھوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں آپ نے فرمایا پھر وہ جہنم میں پہنچی وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو آپ نے حکم دیا کہ انھیں واپس بلا لاؤ وہ لوٹے اور ان کے چہرے پر خوشی تھی کہ شاید اب حضور ﷺ کوئی اچھی بات سنائیں گے آپ نے فرمایا سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں ایک انصاری جو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ سے اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے فرمانے لگے نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی سنو میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا انصاری نے کہا وہ کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس وقت جبکہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا سب سے پہلے (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا۔ میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوؤں گا کہ تمام اول و آخر کے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لے کر حوض تک ان کیلئے کھول دیا جائے گا۔ منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کیلئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں سونے کی شاخوں والے۔ منافق نے کہا آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم قسم کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہو گا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہو گا۔ اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہو گا۔

مسند ابوداؤ کی روایت: ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا۔ پس روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کھڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہو گی۔ یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہوؤں گا مجھے اللہ تعالیٰ سبز رنگ حلہ پہنائے گا۔ پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔

مسند احمد کی ایک اور لمبی روایت: مسند احمد میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کی اپنی امت کو اور امتوں میں سے پہچان لوں گا۔ کسی نے پوچھا حضور ﷺ! اور ساری امتیں جو (حضرت) نوح علیہ السلام کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپ خاص اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہو گا اور میں انھیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپ کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپ کو دیا گیا آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع

کرے گا آواز دینے والا انھیں سنائے گا نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر ان سے سجدہ کرایا ہے آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجئے (حضرت) آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی ہو گئی۔ آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے نفسی نفسی لگی ہوئی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ لوگ وہاں سے (حضرت) نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام! آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا آپ کا نام اس نے شکر گزار بندہ رکھا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے۔ دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ (حضرت) نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصے ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصے ہوگا میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے نفسی نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ نبی اللہ ہیں آپ خلیل اللہ ہیں کیا آپ ہماری یہ بپتا نہیں دیکھتے؟ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصے میں آئے گا۔ پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسی نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری سفارش لے جایئے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا رب سخت ناراض ہے ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا نفسی نفسی نفسی تم مجھے چھوڑ و کسی اور سے کہو تم (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ! علیہ السلام آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو (حضرت) مریم علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی۔ بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ جایئے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے خیال تو فرمایئے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں؟ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا نفسی نفسی نفسی۔ آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے۔ فرمائیں گے تم کسی اور ہی کے پاس جاؤ دیکھو میں بتلاؤں تم سب محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد ﷺ آپ رسول اللہ ہیں آپ خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپ ہماری شفاعت کیجئے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں پس میں کھڑا ہوؤں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے پھر مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد! ﷺ اپنا سر اٹھاؤ مانگو تمہیں ملے گا شفاعت کرو منظور ہو گی میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت میرے رب میری امت اے اللہ میری امت۔ پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت میں لیجاؤ انھیں جنت کی داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انھیں روک نہیں۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے جنت کے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکے اور حمیر میں یا مکے اور بصرہ

میں یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ مسلم میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہو گی میں ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔ مسند احمد میں ہے مقام محمود وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا

عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ ہی رہے گی۔ سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا (حضرت) جبرئیل علیہ السلام اللہ رحمٰن تبارک و تعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے۔ اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے اس نے نہیں دیکھا۔ میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تو میری طرف بھیج رہا تھا اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا اس نے سچ کہا۔ اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ اے اللہ تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہی مقام محمود ہے یہ حدیث مرسل ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔ اعلان کر دے کہ حق آ چکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

شان نزول: مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

آیت کا مفہوم: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھا دے اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مدینے جانے کا حکم فرمایا یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں "مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا" یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

غلبہ دین اللہ کے حکم سے: پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا ہم سے کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرما لیا۔ اتنا تو حضور ﷺ معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور نا ممکن ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے مدد و غلبہ طلب کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدود اللہ تعالیٰ فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں۔

یہ غلبہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست رحمت ہے اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھا جاتا ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا سلطان نصیر سے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول اولیٰ ہے اس لیے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تاکہ مخالفین حق دبے ہوئے رہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں یہ بالکل واقعہ ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں اس کے وعدے وعید انہیں بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

حق قائم رہنے والا اور باطل مٹنے والا ہے: پھر کافروں کی گوشمالی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق آ چکا سچائی اتر آئی جس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ قرآن ایمان نفع دینے والا سچا علم منجانب اللہ آ گیا کفر برباد غارت اور بے نام و نشان ہو گیا وہ حق کے مقابلے میں بے دست و پا ثابت ہوا حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے دجود ہو گیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچوکے دے رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے "حق آ چکا باطل نہ دوبارہ آ سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے"۔ ابو یعلی میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکے میں آئے بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔ آپ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں مومنوں کیلئے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

قرآن سے مومنوں کا ایمان بڑھتا ہے: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں فرماتا ہے کہ وہ ایمان داروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفاء ہے شک نفاق شرک ٹیڑھ پن اور باطل کی لگاوٹ سب اس سے دور ہو جاتی ہے۔ ایمان حکمت بھلائی رحمت نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے جو بھی اس پر ایمان و یقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے یہ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتا ہے۔ ہاں جو ظالم و جابر ہو جو اس سے انکار کرے وہ اللہ تعالیٰ سے اور دور ہو جاتا ہے قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سراسر رحمت و شفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے۔ ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ﴾ کہدے کہ یہ ایمان داروں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں ٹینٹ ہیں اور ان کی نگاہوں پر اندھاپا ہے یہ تو دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ ﴾ الخ جہاں کوئی سورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟ سنو! ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ الغرض مومن اس پاک کتاب کو سن کر نفع اٹھاتا ہے اسے حفظ کرتا ہے اسے یاد کرتا ہے اس کا خیال رکھتا ہے بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اسے حفظ کرتے ہیں نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ اللہ نے اسے شفا اور رحمت صرف مومنوں کیلئے بنایا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے کہہ دے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عامل ہے جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے۔

انسان کی ایک غلط عادت: خیر و شر برائی بھلائی میں عموماً انسان کی جو عادت ہے اسے قرآن کریم بیان فرما رہا ہے مال، عافیت، فتح، رزق، نصرت، تائید، کشادگی اور آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچنے کی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ

سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت تکلیف دکھ درد آفت حادثہ پہنچا اور یہ ناامید ہوا۔ سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی چھٹکارا راحت آرام ملنے کا ہی نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ. اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ انسان کو راحتیں دے کر جہاں ہم نے واپس لے لیں کہ یہ محض مایوس اور ناشکرا بن گیا اور جہاں مصیبتوں سے ہم نے عافیتیں دیں کہ پھول گیا گھمنڈ میں آ گیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر اپنی طبیعت پر اپنی نیت پر اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں اس کا علم کہ فی الواقع راہ راست پر کون ہے صرف اللہ ہی کو ہے اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گو کاربند ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کیسی خطرناک تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ ان کے بدلے کا وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے نیکی بدی کی تمیز اس دن ہو گی سب کو بدلے ملیں گے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵

یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے۔

شان نزول: بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں۔ کوئی کہنے لگے اچھا کوئی روکنے لگے کوئی کہنے لگے تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگے شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو۔ آخر وہ آئے اور حضرت ﷺ سے سوال کیا۔ آپ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے۔ میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

اس سے تو یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ پوری سورت مکی ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مکہ کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی ہو یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکے میں اترنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتلاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں انہوں نے یہ سوال بتایا اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے تورات ہمیں ملی ہے۔ اور جس کے پاس تورات ہو اسے بہت سی بھلائی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا ﴾ یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاہی مل جائے اور اس سے کلمات الٰہی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب نبڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات باقی رہ جائیں گے گو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ۔ عکرمہؒ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترنا اور ان کے اس مکروہ قول پر دوسری آیت ﴿ وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ ﴾ کا اترنا بیان فرمایا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ تورات کا علم جو جہنم سے بچانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن علم اللہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے۔

امام محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینے کے علمائے یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے

مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی۔ انھوں نے کہا سنو! تم خود قرآن پڑھتے ہو کہ ہم کو تورات ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے۔ ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا علم دے رکھا ہے کہ تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور یہ آیت اتری۔ ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ پر نہیں اتری تھی آپ نے ان سے کچھ نہ فرمایا۔ اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت اتری۔ یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان لائے۔ وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اس پر آیت ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيْلَ ﴾ نازل ہوئی یعنی جبرئیل علیہ السلام کے دشمن کا دشمن اللہ تعالیٰ ہے اور ایسا شخص کافر ہے

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنالے۔ اس کی تسبیح یہ ہے۔ ﴿ سُبْحٰنَكَ حَيْثُ كُنْتَ ﴾ یا اللہ تو پاک ہے جہاں بھی ہے یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں۔ وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اس کی ہر ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے۔ یہ اثر بھی عجیب وغریب ہے واللہ اعلم۔

سہیلی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں۔ جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انھیں نہیں دیکھتے پس وہ فرشتوں کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے پھر فرماتا ہے کہ انھیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے۔ اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انھیں معلوم کرایا ہے۔ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آرہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی پر سوار ہورہے تھے اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر واڑ گئی تو جناب خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے واڑی (او کما قال)

بقول سہیلی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انھیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال ضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح شریعت اللہ تعالیٰ میں سے ہے تمہیں اس میں نہ جانا چاہیئے تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچاننے کی کوئی طبعی اور فلسفی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کرلو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا واللہ اعلم۔

روح کے متعلق اختلاف: پھر سہیلی نے اختلاف علماء بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بچے میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جس کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ سے

ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے انگور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ اصلی پانی جس صورت میں آیا اب اسے اصلی پانی نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جا سکتا یہ کہنا بھی بہ طور انجام کو پہچاننے کے ہے حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کلام کیا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن مندہ کی کتاب الروح ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر تجھے اس کیلئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آ سکے۔ یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے یقین مان کہ تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔ اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کیلئے ہر طرح ہیر پھیر سے تمام مثالیں بیان کر دیں ہیں مگر تاہم اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے۔

قرآن یقیناً معجزہ ہے: اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفی ﷺ پر انعام کی ہے یعنی آپ پر وہ پاک کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل بے نظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام مثلیت سے نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا لاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا مدینے میں ان سے میل ہوا واللہ اعلم۔

ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس

کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

کہنے لگے کہ ہم تجھ پر ایمان لانے کے نہیں تاوقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کردے۔ یا خود تیرے اپنے لئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے۔ یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کردے یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تو تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔

شان نزول لمبی روایت: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان ابن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دو شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن المغیرہ ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی اور بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے بھئی کسی کو بھیج کر محمد ﷺ کو بلوالو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کرلو تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے چونکہ حضور ﷺ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں گے اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تاکہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے۔ واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو۔ ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے بزرگوں کو بے وقوف بتلاتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں تفریق ڈال دی۔ لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں۔ یہ سب سن کر سردار رسولاں شفیع پیغمبراں ﷺ نے جواب دیا کہ سنو! بحمد اللہ

مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنادوں اور ڈرادھمکادوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچادیئے تمہاری سچی خیر خواہی کی تم اگر قبول کرلو گے تو دونوں جہان میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نامنظور کردو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرمادے (او کما قال) اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد ﷺ اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں۔ تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دیکر بھیجا ہے دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹالے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے ہمارے شہروں کو وسعت ہو جائے اس میں نہریں اور چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی ابن کلاب ضرور ہو جو ہم میں ایک بزرگ سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہدے گا ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کردیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آجائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی باتیں تمہیں پہنچانے کیلئے آیا ہوں تم قبول کرلو دونوں جہان میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمادے۔ انھوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی لیجئے ہم خود آپ کے لئے ہی تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کردے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے ہی باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوالیجئے تاکہ خود آپکی حالت تو سنور جائے بازاروں میں پھرنا چلنا ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا یہ تو چھوٹ جائے۔ یہ بھی اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔ انھوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرادو۔ تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کردے۔ تو پھر ہم کہتے ہیں بس کرو ڈھیل نہ کرو۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کردیتا ہے اور یہ بھی بتادیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے وہ سکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کرلی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات نہیں سنی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کردیں گے یا آپ ہمیں تباہ کردیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ہم ایمان نہ لائیں گے پھر مجلس برخاست ہوئی۔ عبد اللہ بن ابی۔ امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم جو آپ کی پھوپی حضرت عاتکہؓ بنت عبد المطلب کا لڑکا تھا آپ کے ساتھ ہو لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی نا منصفی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انھیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ

نے نہ کیا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک کہ آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔ حضور ﷺ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہو گئے تھے آپ بڑے شوق سے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی تو بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے ﷺ

مشرکین ان سوالات میں نیک نیت نہ تھے: بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بہ طور کفر و عناد اور بہ طور نیچا دکھانے اور لاجواب کرنے کی تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کیلئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ معجزے دکھا دیتا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انھیں وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کی قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود و سلام بہت بہت نازل فرمائے اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت ﴿ **وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ** ﴾ اور آیت ﴿ **وَقَالُوْا مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْ كُلُ الطَّعَامَ** ﴾ میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں اور یہ سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے ہم نے ان نشانات کو روک رکھا ہے اور ان کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم بنا رکھا ہے۔ پس ان کا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں دریا ابل پڑے وغیرہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اس قادر و قیوم اللہ تعالیٰ پر بھاری نہیں سب کچھ اس کی قدرت تلے اور اس کے فرمان تلے ہے لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ ازلی کافر ان معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے جیسے فرمان ہے ﴿ **اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ** ﴾ یعنی جن پر تیرے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے انھیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصیب نہ ہو گا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا معائنہ نہ کر لیں ﴿ **وَلَوْ اَنَّنَا** ﴾ میں فرمایا کہ اے نبی! ان کی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیز کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت اللہ تعالیٰ ایمان لانے کے نہیں ان میں سے اکثر جہالت کے پتلے ہیں۔ اپنے لئے دریا طلب کرنے کے بعد انھوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لیے باغات اور نہریں ہو جائیں پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی یہ تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انھوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ یااللہ اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا لخ۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا۔ لیکن چونکہ ہمارے حضرت رحمتہ للعالمین اور نبی التوبہ تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں ہلاکت سے بچا لے ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کر لیں توحید اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ ابن ابی امیہ جس نے آخر میں حضرت ﷺ کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائی تھیں وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے زخرف سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعودؓ کی قرات میں لفظ ﴿ **مِنْ ذَهَبٍ** ﴾ ہے کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو۔ راتوں رات ان کے سرہانے وہ پرچے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں۔ اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار کی بات ہے میں تو صرف پیغام اللہ تعالیٰ پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام الٰہی تمہیں پہنچا دیئے اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بطحا

مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنادوں؟ میں نے گزارش کی کہ نہیں یا اللہ میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا رہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں بھوک میں تیری طرف جھکوں۔ تضرع اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں بھرے پیٹ ہو جاؤں تو تیری حمد کروں تیرا شکر بجالاؤں ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انھوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

اکثر لوگ پیغمبروں کے بشر ہونے کی وجہ سے ایمان نہ لائے: اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انھیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ بن سکتا ہے وہ اس پر سخت تر متعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے۔ یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے خداؤں سے بہکا رہے ہو اچھا لاؤ کوئی زبردست غلبہ پیش کرو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

پیغمبر کی بشریت اللہ کا مومنوں پر عظیم احسان ہے: اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو اور انسانوں میں سے رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے نہ ان کی باتیں پوری طرح سوچ سمجھ سکتے۔ انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں تم ان سے خلا ملا رکھ سکتے ہو ان کی عادات اور اطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو جیسے فرمان ہے ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات الٰہی تمہیں پڑھ کر سنائیں تمہاری پاکیزگی کریں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے وہ تمہیں عالم بنا دیں پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہئے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں تمہیں میری شکر گزاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے۔ یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آبادی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے چونکہ تم خود انسان ہو ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٩٦﴾

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا بس ہے وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے۔

پیغمبروں کی سچائی کا بڑا گواہ خود اللہ ہے: اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے میں اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ آپ مجھ سے انتقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورۂ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپک دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا۔ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام واحسان ہدایت ولطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

النصف

اللہ تعالیٰ جس کی رہنمائی کردے وہ تو راہ یاب ہے۔ اور جسے وہ راہ سے کھودے ناممکن ہے کہ تو اس کا رفیق اس کے سوا کسی اور کو پالے ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے دراں حالیکہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جب کبھی وہ ہلکی ہونے لگے گی ہم ان پر اسے بھڑکادیں گے۔

آیت کا مفہوم: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی دستگیری کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت میں محشر کے مجمع میں لائیں گے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے مسند میں ہے حضرت ابوذرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار! (قبیلے کے لوگو) کہو اور قسمیں نہ کھاؤ۔ صادق مصدق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی ایک چلنے اور دوڑنے والی ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کردیں گے۔ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ میں آگئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا سواریوں پر آفت آجائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی یہ اس وقت نابینا ہوں گے بے زبان ہوں گے کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔ غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے۔ دنیا میں حق سے بہرے اور اندھے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن سچ مچ کے اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے ان کا اصلی ٹھکانا ہر پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی۔ وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کردی گئی جیسے فرمایا: ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ یعنی اب سزا برداشت کرو سوا عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ کی جائے گی۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

یہ سب ہماری آیتوں سے کفر کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کیے جائیں گے۔ کیا انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے اسی نے ان کیلئے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک و شبہ سے یکسر خالی ہے لیکن ناانصاف لوگ ناشکرے بنے بغیر رہتے ہی نہیں۔

عقل کی وجہ سے مر کر جی اٹھنے کے کافر منکر تھے: فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کی جس سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی کے قابل تھے وہ ہماری دلیلوں کو غلط جانتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکنے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے: پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک دلیل یہ پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے زمین و آسمان بغیر کسی چیز کے اول بار بلا نمونہ پیدا کئے ہیں جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے قدرت ہو جائے گا؟ کیا آسمان و زمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے۔ اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے وہ علیم ہے وہ قدرتوں والا ہے۔ جس چیز کی نسبت فرمادے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کیلئے کافی وافی ہے۔ وہ انھیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ یہاں کی قدرے تاخیر صرف اس وقت کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ۧ

کہہ دے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو تم اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخیلی کرتے انسان ہے ہی تنگ دل۔

اللہ نے خزانوں کا مالک کسی انسان کو کیوں نہ بنایا؟ انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جیسی نہ کم ہونے والی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصہ کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھائیں۔ پس یہ انسانی طبیعت ہے ہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کیے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بد خصلت سے نفرت کرتے ہیں وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے۔ ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ۔ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر ہیں دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ ابتداء سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾

ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے تو آپ ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں اے فرعون میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے۔ آخر فرعون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انھیں زمین سے ہی اکھیڑ دے تو ہم نے خود اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ زاں بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اس سرزمین پر تم رہو سہو ہاں جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر لے آئیں گے۔

حضرت موسیٰ کے (۹) نو معجزات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو ایسے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی لکڑی ہاتھ قحط سالی دریا طوفان ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں محمد بن کعبؒ کا قول ہے کہ یہ معجزے ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورۂ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ آپ کی لکڑی قحط سالیاں پھلوں کی کمی طوفان ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور خون ہیں۔ یہ قول زیادہ ظاہر بہت صاف بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصریؒ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی گنہگاری پر اڑے رہے باوجودیہ کہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے۔ اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے طلب کرتی ہے ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انھیں ایمان نصیب نہ ہوا آخرش ہلاک کر دیئے گئے۔ اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آجانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاً تباہ و برباد کر دی جائے گی۔ خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان ﴿ وَاَلْقِ عَصَاكَ ﴾ سے ﴿ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴾ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورۂ اعراف میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر میں سے بارہ چشموں کا ظاہر ہو جانا یا بادل کا سایہ کرنا ﴿ مَنّ و سلوٰی ﴾ کا اترنا وغیرہ وغیرہ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونیوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر ہے جو فرعونیوں نے دیکھے تھے اور انھیں جھٹلایا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چل تو ذرا اس نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا نبی نہ کہہ۔ سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی اب دونوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو چوری نہ کرو زنا نہ کرو کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو

جادو نہ کرو سود نہ کھاؤ بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرا دو اور پاکدامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو اور اے یہودیو! تم پر خاصتہً یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو۔ اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے (حضرت) داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے۔ ممکن ہے نو کلمات کا شبہ نو آیات سے انھیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ توراۃ کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں واللہ اعلم۔

اسی لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون! یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جیتی جاگتی دلیل ہے۔ میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت تجھ پر اترنی چاہتی ہے تو مغلوب ہو گا اور تباہی کو پہنچے گا۔ مثبور کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں۔

﴿اِذَا جَارَ الشَّيْطٰنُ فِيْ سُنَنِ الْغَيِّ وَمَنْ مَّالَ مَيْلَهٗ مَثْبُوْرٌ﴾

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں علمت کی دوسری قرآت عَلِمْتُ تے کے زبر کے بدلے تے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرات تے کے زیر سے ہی ہے اور اسی معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے یہ کہہ کر منکر بن بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آ چکا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانا الخ۔ الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نو نشانیوں کا ذکر ہوا ہے یہ عصا ہاتھ قحط سالی پھلوں کی کم پیداواری ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور دم (خون) تھیں جو فرعون اور اس کی قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل و برہان تھا اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل تھے۔ ان نو نشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان کے احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں۔ یہ وہم صرف عبداللہ ابن سلمہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا ہے اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں۔ واللہ اعلم۔

بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو۔ فرعون نے ارادہ کیا کہ انھیں جلاوطن کر دیا جائے پس ہم نے خود اسے مچھلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی۔ اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ حالانکہ سورت مکیہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا جیسے قرآن نے آیت ﴿ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ ﴾۔ میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غالب کیا اور مکے کا مالک بنادیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ مکے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے حلم و کرم سے کام لے کر مکے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرمادی ﷺ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنادیا تھا اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال زمین پھل کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا۔

جیسے آیت ﴿ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ میں بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے ہم تم سب کو جمع کر کے لائیں گے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

وقف لازم

ہم نے اس قرآن کو راستی سے اتارا اور یہ بھی راستی سے اترا۔ ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ تم اسے بہ مہلت لوگوں کو سناؤ اور ہم نے خود بھی اسے بہ تدریج نازل فرمایا ہے۔

قرآت حق ہے: ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا۔ یہ سراسر حق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے اس کے تمام حکم احکام اور نہی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے حق والے نے حق کے ساتھ اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک پہنچا نہ راستے میں کوئی باطل ملا نہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے۔ یہ بالکل محفوظ ہے کمی زیادتی سے یکسر پاک ہے پوری طاقت والے امانت دار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں سردار ہے تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا متفرق کر کے واقعات کے مطابق تئیس برس میں دنیا پر نازل ہوا۔ اس کی دوسری قرائت ﴿ فَرَّقْنَاهُ ﴾ ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انھیں سنا دے۔ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

السجدة

کہدے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنھیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلاشک وشبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے۔ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع اور خضوع اور بڑھا دیتا ہے۔

قرآن سن کر مومنوں کی کیفیت: فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے۔ اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔ جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں جنھوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف تبدیلی نہیں کی وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکریہ کا سجدہ کرتے ہیں۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا۔

اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے غلط نہیں آج اس کو پورا ہوتا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں۔ خشوع، خضوع فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑگڑاتے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ایمان و تصدیق اور کلام الٰہی اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان و اسلام میں ہدایت و تقویٰ میں ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عطف صفت کا صفت پر ہے ذات کا ذات پر نہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿١١١﴾

کہدے کہ اللہ تعالیٰ کواللہ کہہ کر پکارو یار حمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ نہ تو تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کرلے۔ اور یہ کہتا رہ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک و ساجھی رکھتا ہے۔ نہ وہ ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ۔

اللہ کے کئی اسماء حسنیٰ ہیں: کفار اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے اس کا نام رحمٰن نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری اپنے نفس کیلئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام اللہ ہو رحمٰن ہو اور بس ان کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں جس پاک نام سے چاہو اس سے دعائیں کرو سورۂ حشر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس نے بیان فرمائے ہیں۔ ایک مشرک نے حضور ﷺ سے سجدے کی حالت میں یا رحمٰن یا رحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحد ہیں دو خداؤں کو پکارتے ہیں اس پر یہ آیت اتری پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ اس آیت کے نزول کے وقت حضور ﷺ مکہ میں پوشیدہ تھے جب صحابہ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرائت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کو رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکیں۔ ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ آواز سے قرائت کیا کرو۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں۔ مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی بھاگ کھڑے ہوتے۔ اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپا کر بچ بچا کر کچھ سن لیتا لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے اسے سخت ایذا دہی شروع کی۔ اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کرلیں تو وہ جو چھپے لگے کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم۔ اس لئے درمیانہ آواز سے قراءت کرنے کا حکم ہوا۔

الغرض نماز کی قراءت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی نماز میں پست آواز سے قرآت پڑھتے تھے اور حضرت عمرؓ بہ آواز بلند قراءت پڑھا کرتے تھے پس حضرت الصدیقؓ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں۔؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے۔ تو فرمایا گیا کہ یہ بہت اچھا ہے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں۔ تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے۔ لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابو بکرؓ سے قدرے بلند آواز کرنے کو اور حضرت عمر فاروق سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ثوریؒ اور مالکؒ ہشام بن عروہؒ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیر حضرت ابو عیاض حضرت مکحول حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی ہے مروی ہے کہ بنو تمیم (قبیلے) کا ایک اعرابی جب بھی حضور ﷺ نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ اے اللہ مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری۔

ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریاکاری کرو نہ عمل چھوڑو۔ یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے چیخ کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور کر دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ پوشیدگی کرتے تھے اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور ﷺ نے مسنون فرمایا ہے۔ اللہ کی حمد کرو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفتیں ہیں جس کے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے اس کی اولاد نہیں اس کا شریک نہیں۔ وہ واحد ہے احد ہے صمد ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کی جنس کا کوئی اور نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا وزیر و مشیر کی اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقتدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لا شریک لہ ہے نہ اس نے کسی سے بھائی بندی کی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے تو ہر وقت اس کی عظمت و جلالت کبریائی بڑائی و بزرگی بیان کرتا رہ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں تو ان سے اس کی ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ۔ یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے ﴿ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكاً هُوَلَكَ تَمْلِكُه' وَمَا مَلَكَ ﴾ یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں یا اللہ تیرا کوئی شریک نہیں لیکن وہ جو تیری ملکیت میں ہیں۔ تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی۔

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا ہے۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت ردی حالت میں ہے۔ اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضو بیماریوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتادوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ! ضرور بتلایئے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا افسوس میرا جاتا رہے گا۔ اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہ کے مرتبے کو کہاں سے پا سکتا ہے تو ان کے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ یوں کہو ﴿ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا ﴾ میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور پوچھا ابو ہریرہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے اسے حافظ ابو یعلیٰؒ اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ کہف مکیہ

اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر دس آیتوں کی فضیلت کا بیان۔ اور یہ کہ یہ سورت فتنہ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

سورہ کہف کی فضیلت: مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلنا بدکنا شروع کر دیا۔ صحابیؓ نے جو غور سے دیکھا تو انھیں سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے

آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا پڑھتے رہو یہ وہ سکینہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔ جیسے کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ فتنہ دجال سے بچالیا گیا۔ ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے۔ مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے۔ نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔

مسند احمد میں ہے جو اس سورہ کہف کا اول آخر پڑھ لے اس کے لئے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہوگا اور جو اس ساری سورت کو پڑھے اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے گا ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلووں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ تک نورانیت ہوتی جاتی ہے۔

مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے دو جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے بیہقی میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

حافظ ضیاء مقدسیؒ کی کتاب المختارہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵

اللہ مہربان رحم والے کے نام سے شروع

تمام تعریفیں اسی اللہ کیلئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کیلئے بہترین بدلے ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ در حقیقت نہ تو خود انھیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو یہ تو تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ نکل رہی ہے نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔

اللہ نے قرآن کو ذریعہ نور بنایا: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر کے شروع اور اس کے خاتمہ پر اپنی تعریف و حمد کرتا ہے ہر حال میں وہ قابل حمد اور لائق ثنا اور سزاوار تعریف ہے۔ اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والا صفات ہے اس نے اپنے نبی

کریم ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جواس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے تمام بندگان اللہ تعالیٰ اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آسکتے ہیں۔ اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک اور سیدھی اور راست رکھی ہے جس میں کوئی کجی کوئی کسر کوئی کمی نہیں۔ صراط مستقیم کی رہبری واضح جلی صاف اور ظاہر ہے۔ بدکاروں کو ڈرانے والی نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی معتدل سیدھی مخالفوں و منکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اس کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی۔ ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجر عظیم کی خوشی سناتی ہے جس ثواب کو ہیشگی اور دوام ہے وہ جنت انھیں ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انھیں بھی یہ عذابوں سے آگاہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے ہیں۔ جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے تھے بے علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں۔ یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے ﴿ كلمته ﴾ کا نصب تمیز کی بناء پر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَتُهُمْ هٰذِهِ كَلِمَةً ﴾ اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ﴿ اَعْظِمْ بِكَلِمَتِهِمْ كَلِمَةً ﴾ جیسے کہا جاتا ہے ﴿ اَكْرِمْ بِذَيْدٍ رَجُلاً ﴾ بعض بصریوں کا یہی قول ہے۔ بعض قاریوں نے اسے ﴿ كَلِمُتهُ ﴾ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے ﴿ عظُمَ قَوْلُكَ وَ كَبُرَ شَانُكَ ﴾۔ جمہور کی قرات پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے صرف کذب وافتراء ہے اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔

سورت کا شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد ﷺ کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان کے پاس اگلے انبیاء علیہ السلام کا علم ہے ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے احبار مدینہ سے ملے حضور ﷺ کے حالات واوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتلاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتلاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دے دیں تو ان کے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو۔ ان سے پوچھو کہ اگلے زمانے میں جو نوجوان چلے گئے تھے ان کا واقعہ بیان کرو وہ ایک عجیب واقعہ ہے اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا مشرق مغرب ہو آیا تھا اور روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتلادے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتلا سکے تو وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہو کرو۔ یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا لو بھئی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انھوں نے بتلا دی ہے اب چلو حضرت سے سوالات کریں۔ چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تینوں سوالات کئے۔ آپ نے فرمایا تم کل آؤ میں تمہیں جواب دوں گا لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گزر گئے نہ آپ پر وحی آئی۔ نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا۔ اہل مکہ گئے اور کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل کا وعدہ تھا آج پندرھواں دن ہے لیکن وہ بتلا نہیں سکے۔ ادھر آپ کو دہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے سورۂ کہف نازل ہوئی اسی میں ان شاء اللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا ان نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا اور اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ﴾ میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا

صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸ؕ

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا توان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالے گا۔ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انھیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں۔

مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج وافسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو۔ اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان ہلکان نہ کر۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان میں گھن نہ لگالے اس قدر غم وغصہ رنج وافسوس نہ کر نہ گھبرا نہ دل تنگ ہو اپنا کام کئے جا تبلیغ میں کوتاہی نہ کر راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔

دینا کی زینتیں ختم ہونے والی: پھر فرماتا ہے دنیا فانی ہے اس کی زینت زوال والی ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو۔ بنو اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔ یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہو گی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں۔ جسے وہ خود کھاتے ہیں۔ اور ان کے چوپائے بھی۔ کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں زمین اور زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ پس تو کچھ بھی ان سے سنے انھیں کیسے ہی حال میں دیکھے مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ۙ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ؑ

کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ان چند نوجوانوں نے جب غار میں آرام کیا تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے۔ پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے۔ پھر ہم نے انھیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انھوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھی ہے۔

آغاز قصہ کہف اور رقیم کی وضاحت: اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہو گا فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں۔ آسمان زمین کی پیدائش رات دن کا ہیر پھیر سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتاری ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے اندازہ ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی کام مشکل نہیں۔ اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان

قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں۔ کتاب و سنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔ بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں۔ کہف کہتے ہیں۔ پہاڑی غار کو وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے۔

"رقیم" یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام نجلوس بھی آیا ہے۔ غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتلایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو مجھے نہیں معلوم کہ رقیم کسی کتاب کا نام ہے یا کسی بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے۔ سعید کہتے ہیں۔ کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور یہی امام ابن جریرؒ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے۔ جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح واللہ اعلم۔

اصحاب کہف کا تعارف یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کیلئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انھیں دین سے نہ بہکا دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یاالٰہی ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔ حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ اے رب جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے کہ اے رب ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے۔ یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انھیں بیدار کیا۔ ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے جیسے کہ آرہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انھیں وہاں کتنی مدت گزری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کرلیں۔ امد کے معنی عدد یا گنتی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾

ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی۔ یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی

صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہوگئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا۔

اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل: یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آگئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرات سے مائل نہ ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہوگئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کر کے امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اس میں مرتبے ہیں یہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ﴾ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھ جاتی ہے الخ۔ اور آیت میں ہے ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ﴾۔ ایمان والو کے ایمان کو بڑھاتی ہے الخ۔ اور جگہ ارشاد ہے۔ ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں۔

اصحاب کہف کا زمانہ: مذکور ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے واللہ اعلم۔

مزید تفصیل: لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے۔ حالانکہ یہ بیان گزر چکا ہے کہ قریشیوں نے اپنے وفد کو مدینے کے یہود کے علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آزمائش کر لیں تو انھوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں اس کا ذکر تھا اور انھیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انھوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت و آرام کو بھی تج دیا۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا بڑا سرکش اور سخت شخص تھا سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔ یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انھوں نے جب وہاں یہ تماشہ دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے۔ عبادتیں اور ذبیحے صرف نام اللہ تعالیٰ پر ہونے چاہئیں جو آسمان و زمین کا خالق و مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک کر کے یہاں سے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آگئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہوگئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا۔ حدیث میں ہے کہ روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں۔ جو روز ازل میں تعارف والی ہیں۔ وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں۔ اور جو وہیں انجان رہتی ہیں۔ یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم) عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتا دوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بیزار ہے آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو! کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آبیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جب کہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا۔ جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں

محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال موحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا۔ اب انھوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اور شکایت پیش کی۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا۔ انھوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی دل مضبوط کر لیا اور صاف کہدیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا مالک خالق ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں۔ ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے۔ یہ نہایت ہی بیجا بات اور لغو حرکت اور ٹیڑھی راہ ہے۔ یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا اوروں کو پکارتی اور اوروں کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے پس یہ ظالم اور کاذب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انھیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انھیں سخت سزا دوں گا۔ اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انھوں نے قوم دیس اور رشتے کنبے چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ یہی حکم بھی ہے کہ انسان دین کے خوف کے وقت ہجرت کر جائے۔ حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہو جائیں جنہیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سہے اور اپنے دین کے بچاؤ کے خاطر بھاگتا پھرے پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے۔ ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی زبردستی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگلوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کیلئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی۔ فرما دیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ۔ جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہو گی۔ وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپا لے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرما دے گا پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کی کھو میں چھپ رہے۔ بادشاہ نے اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اندھاپا ڈال دیا۔ دیکھئے یہی بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ مع اپنے رفیق خاص یار غار ابو بکر صدیقؓ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی تگ و دو میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت ﷺ انھیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے۔ اللہ نے ان کی بینائی چھین لی آس پاس سے گزرتے تھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے حضرت ﷺ موجود ہیں اور انھیں دکھائی نہیں دیتے صدیق اکبرؓ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے؟ قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا میں نے آپ اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی سکینت اس پر نازل فرمائی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پا لیا۔ جب غار میں انھیں دیکھ لیا تو کہا بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہیں مر جائیں لیکن یہ قول بے تامل طلب۔ قرآن کا فرمان ہے کہ صبح و شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ واللہ اعلم۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

تو دیکھے گا کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے۔ اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ ہے قدرت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز اور رہنما پاسکے۔

غار کا رخ اور علم ہیئت: یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دوپہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق جانب سے علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں جنھیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے۔ اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جاسکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی ﴿ فللّٰہ الحمد ﴾ ﴿ تَقْرِضُهُمْ ﴾ کے معنی حضرت ابن عباسؓ نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہیں۔

غار کس جگہ ہے: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتلا دیا تاکہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتلایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے کوئی کہتا ہے نینویٰ کے پاس ہے کوئی کہتا ہے روم میں ہے کوئی کہتا ہے بلقاء میں۔ اصل علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دیتا اپنے رسول کی زبانی بیان کرا دیتا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتلا دی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرما دی اور اس کی جگہ نہیں بتلائی۔ فرمادیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انھیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں۔ انھیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے۔

اللہ کی نشانی: یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انھیں اس غار میں پہنچایا جہاں انھیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے ہوا بھی جائے چاندنا بھی رہے تاکہ نہ نیند میں خلل آئے نہ نقصان پہنچے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے ان نوجوان موحدوں کی ہدایت خود اللہ تعالیٰ نے کی تھی یہ راہ راست پاچکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انھیں گمراہ کر سکے۔ اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ خود ہم ہی انھیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے ہیں ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو جھانک کر انھیں دیکھنا چاہے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت و رعب سے تو پر کر دیا جائے۔

یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انھیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے ایک کھلی ہوتی ہے پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

﴿ینام باحدی مقلتیہ ویتقی﴾ ﴿باخری الرزایا فھو یقظان نائم﴾

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انھیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں۔

اصحاب کہف کا کتا: ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بہ طور پہرے دار کے بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا تصویر جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے ان کے ساتھ ہجرت میں تھے ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا واللہ اعلم۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو بھیڑ ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنفز تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام یہموت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے حضرت حوا جدہ میں ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔

ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے بے دلیل زبان کھولنا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں وہ رعب دیا کہ کوئی انھیں دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں کوئی جرات کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انھیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت اللہ ہی مقتضی ہے بہ آرام سوتے رہیں۔ جو انھیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھرتھرا جاتا ہے۔ اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے انھیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کیلئے محال ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾

اسی طرح ہم نے انھیں جگا کر اٹھادیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم کہنے لگے کہ تمہارے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم اللہ ہی کو ہے اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر بھیجو وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کونسا کھانا پاکیزہ تر ہے پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کیلئے لے آئے کہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ اگر یہ کافر تم پر غلبہ پالیں گے تو تمہیں سنگسار کردیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹا لیں گے۔ اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہ ہونے کی۔

تین سو نو سال کے بعد اصحاب کہف بیدار ہوئے تو؟ ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں سلادیا تھا اسی طرح اپنی قدرت سے انھیں جگادیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا۔ آپس میں کہنے لگے کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سوگئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انھیں یہی خیال ہوا لیکن پھر خود انھیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انھوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہدی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انھوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے جن میں سے کچھ راہ للہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے تو کہنے لگے اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت ﴿ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴾ وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی۔ زکوۃ کو بھی زکوۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو طیب و طاہر کردیتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں ﴿ زَكَا الزَّرْعُ ﴾ اور جیسے شاعر کا قول ہے۔

﴿قبائلنا سبع وانتم ثلثة﴾ ﴿والسبع ازكى من ثلاث واطيب﴾

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے۔ لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔

کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کرلے اگر انھیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کردیں۔ اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾

ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے اعمال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ کہنے لگے ان کے غار پر ایک عمارت بنالو۔ ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے۔ جن لوگوں نے ان کے بارے

میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنالیں گے۔

اصحاب کہف کا واقعہ مر کر جی اٹھنے کی صداقت کی دلیل ہے: ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انھیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس زمانے کے وہاں کے لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں دوبارہ جی اٹھیں گی جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی اور عینی دلیل دیدی

جو شخص کھانا لینے گیا اس نے کیا دیکھا؟ مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز بھی نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے۔ اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گزر چکے تھے بستیاں بدل چکی تھیں صدیاں بیت گئیں تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے۔ یہاں انقلاب زمانہ اور کا اور ہو چکا تھا۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔

﴿اَمَّا الدِّيَارُ فَاِنَّهَا كَدِيَا رِهِمْ﴾ ﴿وَاَرٰى رِجَالَ الْحَيِّ غَيْرَ رِجَالِهٖ﴾

گھر گو انہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا ایک رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انھیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنون ہو گیا ہوں۔ یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کوئی بات نہ بیٹھ سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے ایک دوکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا اور دکاندار نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اور اسے اپنے پڑوسی کو دیا کہ میاں دیکھنا یہ سکہ کیسا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا۔

الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا ٹھٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے۔ اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ کل و شام کو میں یہاں سے گیا ہوں یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی! یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس سے سوالات ہوئے۔ اس نے تمام حال کہہ سنایا۔ اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر ایک طرف یہ خود ششدر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے کہ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھاؤ۔ یہ انھیں لے کر چلے۔ غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھہرو میں پہلے انھیں جا کر خبر کر دوں۔ ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے انھیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ تعالیٰ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ مع بادشاہ کے گئے۔ ان سے ملے سلام علیک ہوئی بغل گیر ہوئے یہ بادشاہ خود مسلمان تھا اس کا نام تندوسیس تھا۔ اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت وانسیت سے ملے جلے باتیں کیں پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیٹے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں فوت کر لیا رحمہم اللہ اجمعین واللہ اعلم۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبیب بن مسلمہؓ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے وہاں انھوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر)

پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انھیں انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا اسی طرح بالکل انوکھے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تاکہ انھیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انھیں کوئی شک نہ رہے۔ اس وقت وہ آپس میں سخت مخالف تھے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ بعض قیامت کے قائل تھے بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا۔ اب اس بستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے جنھیں کام کا غلبہ حاصل تھا انھوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے ارد گرد مسجد بنالیں گے۔ امام ابن جریرؒ ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا واللہ اعلم۔

قبر پختہ نہ بنائی جائے: لیکن بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ بات اور ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا جو انھوں نے کیا اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر عراق میں پائی تو فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے دفن کر دیا جائے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ؀ۧ

ع ۱۵/۳

کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا نشانہ دیکھے بغیر پتھر چلا دینا کچھ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور ان کا کتا آٹھواں ہے تو کہہ دے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جاننے والا ہے انھیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو ہی کر اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کر۔

اصحاب کہف کی تعداد: لوگ اصحاب کہف کی گنتی میں کچھ کچھ کہا کرتے تھے تین قسم کے لوگ تھے چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی۔ دو پہلے کے اقوال کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تکے ہیں۔ بے نشانے کے پتھر ہیں۔ کہ اگر کہیں لگ جائیں تو کمال نہیں نہ لگیں تو زوال نہیں ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور واقع میں یونہی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم نہ ہونے کے غور و خوض کرنا عبث ہے جس بات کا علم ہو جائے منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

اصل علم اللہ کو ہے: اس گنتی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں انہی میں سے ہوں میں جانتا ہوں وہ سات تھے۔ حضرت عطاء خراسانی کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا۔ ان میں سے بعض تو بہت ہی کم عمر تھے۔ عنفوان شباب میں تھے یہ لوگ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے مروی ہے کہ یہ نو تھے ان میں جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مکسلمین تھا اسی نے بادشاہ سے باتیں کیں تھیں اور اسے اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ باقی کے نام یہ ہیں۔ فحشلمین تملیخ مرطونس کشطونس بیرونس دنیموس بطونس اور قابوس۔ ہاں ابن عباس کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص

تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شعیب جبائی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا۔ لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم۔ ان میں کی بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عموماً وہ اپنے ہی سے جوڑ کر کہتے ہیں۔ کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے یہ جھوٹ سے پاک ہے شک وشبہ سے دور ہے قابل ایمان ویقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ہر گز ہر گز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر ساتھ ہی ان شاءاللہ کہہ لینا اور جب بھی بھولے اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے۔

ہر کام سے پہلے ان نشاء اللہ کہنا چاہئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ جس کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہدیا کرو کہ کل کروں گا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ان شاءاللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے اس کی مدد طلب کر لیا کرو۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ (حضرت) سلیمان بن داؤد (علیہ السلام کی نوے (۹۰) بیویاں تھیں ایک روایت میں ہے سو (۱۰۰) تھیں ایک میں بہتر (۷۲) تھیں تو آپ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کے بچہ ہوگا تو وہ راہ اللہ تعالیٰ میں جہاد کریں گے۔ اس وقت فرشتے نے کہا انشاءاللہ کہہ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اپنے ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر بجز ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدھے جسم کا تھا۔ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ ان شاءاللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہوتی اور یہ سب بچے جوان ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد بنتے۔

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا ان شاءاللہ نہ کہا اس بناء پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جا تب اپنے رب کو یاد کر یعنی ان شاءاللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر۔ حضرت ابن عباسؓ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی ان شاءاللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گزر چکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں ان شاءاللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس پر قسم کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار ہے یہی مطلب اس قول کا امام ابن جریرؒ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے۔ اسی پر حضرت ابن عباسؓ کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے۔ ان سے اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ مراد ان شاءاللہ کہنا بھول جانا ہے اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر ان شاءاللہ کہے تو معتبر ہے یہ بھی ایک مطلب ہے

کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر اللہ ہی یاد کا ذریعہ ہے پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کر اور اس کی طرف توجہ کر تاکہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھادے۔ اور بھی اقوال اس میں ہیں واللہ اعلم۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا ﴿٢٦﴾

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ نو سال اور زیادہ گزارے۔ تو کہدے کہ اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اصحاب کہف کے ٹھہرنے کی مدت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی فی الواقع شمسی اور قمری سال میں ہر سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے تجھے واقف کیا ہو تو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے۔ آسمان او زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ جو بات بتادے وہ جان لیتا ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں یہ قول کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اہل کتاب کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔ حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی معنی کی قرات مروی ہے۔ لیکن قتادہ کا یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمس سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں۔ تین سو نو ان کا قول نہیں اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے۔ بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے۔ یہی اختیار امام ابن جریرؒ کا ہے قتادہؒ کی روایت اور ابن مسعودؓ کی قرات دونوں منقطع ہیں پھر شاذ بھی ہیں۔ جمہور کی قرات وہی ہے جو قرآنوں میں ہے۔ پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس سے مخفی نہیں کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں سب کے عمل دیکھ رہا ہے سب کی باتیں سن رہا ہے۔ خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے کوئی اس کے فرمان کو روک نہیں سکتا اس کا کوئی وزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے ان تمام نقصانات سے دور ہے۔

وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہر گز ہر گز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔ اپنے تئیں انھیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے رہتے ہیں۔ اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں۔ خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنا پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جاؤ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کہ ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

آیت کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کریم اپنے رسول ﷺ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے نہ ادھر ادھر کر سکے سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں۔ اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسول ﷺ! جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ۔ اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ لوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ تجھے بچائے رکھے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی تسبیح حمد بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح و شام یاد اللہ تعالیٰ میں لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رذیل ہوں خواہ شریف خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف۔

شان نزول: قریش نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلال۔ عمار۔ صہیب۔ خباب۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ یعنی صبح و شام یاد اللہ تعالیٰ کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص ابن مسعود قبیلہ ہذیل کا ایک شخص بلال اور دو آدمی اور اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انھیں اپنی مجلس میں اس جرات کے ساتھ نہ بیٹھنے دو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے جی میں کیا آیا؟ جو اسی وقت آیت ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ ﴾ اتری

ذکر اللہ کے فضائل: مسند احمد میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور ﷺ تشریف لائے۔ وہ خاموش ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا تم بیان کئے چلے جاؤ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولاد اسماعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گو ان میں سے ایک ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ہو تو مجموعی قیمت چھیانوے ہزار کی ہوئی۔ بعض لوگ چار غلام بتلاتے ہیں۔ لیکن حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ حضور ﷺ نے آٹھ غلام فرمائے ہیں۔ بزار میں ہے کہ حضور ﷺ آئے ایک صاحب سورۂ کہف کی قرات کر رہے تھے آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روکے رکھنے کا مجھے حکم الٰہی ہوا ہے اور روایت میں ہے کہ یا تو سورۂ حج کی تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی۔

مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں۔ ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو نیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ

نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں۔ طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپ اپنے کسی گھر میں تھے اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے کھالیں خشک تھیں بہ مشکل ایک ایک کپڑا انھیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں ان یاد اللہ تعالیٰ کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں۔ جو عبادت سے دور ہیں جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال حماقت کے ہیں تو ان کی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا ان کی نعمتیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَكَ ﴾ ہم نے انھیں جو دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے تو للچائی ہوئی نگاہوں سے انھیں نہ دیکھنا در اصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

اعلان کر دے یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے اب جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے ظالموں کیلئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انھیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہو گا جو چہرے بھون دے گا بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔

جہنم کا ذکر اور خوفناکی: جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے شک وشبہ سے بالکل خالی۔ اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے۔ نہ ماننے والوں کیلئے آگ جہنم تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں۔ اور روایت میں ہے سمندر بھی جہنم ہے۔ پس اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے۔ "مہل" کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بیحد گرم ہو حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا۔ فرمایا "مہل" کی مشابہت اس میں ہے۔ جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ مہل سیاہ رنگ بدبودار غلیظ گندگی سخت گرم چیز ہے چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ جلا دیتی ہے

مسند احمد میں ہے کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔ قرآن میں ہے وہ پیپ پلائے جائیں گے بہ مشکل ان کے حلق سے اترے گی چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے اور شور وغل پر یہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا۔ بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کے پہچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا۔ ہائے کیا برا پانی ہے یہ وہ گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا سخت گرم بہتے ہوئے نالے سے انھیں پانی پلایا جائے گا۔ ان کا ٹھکانہ ان کی منزل ان کا گھر ان کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴾ وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

یقیناً جو لوگ ایمان لائیں نیک اعمال کریں ہم تو کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے ان کیلئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں۔ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے وہاں تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔

جنت کا ذکر اور اس کی خوشحالی: اوپر برے لوگوں کا حال اور مال بیان فرمایا اب نیکوں کا آغاز و انجام بیان ہو رہا ہے یہ اللہ رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کیلئے ہمیشگی والی مدامی جنتیں ہیں۔ ان کے بالاخانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ انھیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہو گا نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہو گا یہ آرام شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گی تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چار زانو بیٹھنے کا نام بھی اتکا ہے ممکن ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے اتکا کر کے کھانا نہیں کھاتا اس میں بھی یہی دو قول ہیں۔ ﴿ ارآئك ﴾ جمع ہے ﴿ اریکۃ ﴾ کی تخت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ انھیں بری سزا اور بری جگہ ہے۔ سورۂ فرقان میں بھی انہی دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ کا بیان ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

انھیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنادے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے جنھیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی دونوں باغ اپنا پھل خوب لاتے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی۔ الغرض اس کے پاس میوے تھے ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔ یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے اور نہ میں

قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔

دو آدمیوں کا واقعہ: چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا انگوروں کے باغ ارد گرد کھجوروں کے درخت درمیان میں کھیتی درخت پھلے ہوئے بیلیں ہری کھیتی سبز پھل پھول بھرپور نقصان کسی قسم کا نہیں ادھر ادھر نہریں جاری۔ اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود مالدار شخص۔ اس کی دوسری قرات ﴿ ثُمُرٌ ﴾ بھی ہے یہ جمع ہے ﴿ ثَمْرَۃ ﴾ کی جیسے ﴿ خَشْبَۃ ﴾ کی جمع ﴿ خُشُبٌ۔ ﴾ الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر و غرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں عزت و اولاد میں جاہ و حشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں۔ ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں۔ یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر جبر انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا اس قدر مست تھا کہ اس کی زبان سے نکلا ناممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ پھلدار درخت یہ جاری نہریں یہ سرسبز بیلیں کبھی فنا ہو جائیں حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی اور بے ایمانی اور دنیا کی خرمستی اور اللہ کے ساتھ کفر کی وجہ تھی۔ اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال و متاع کیسے دیدیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّ لِیْ عِنْدَہٗ لَلْحُسْنٰی ﴾ اگر میں لوٹایا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہوگی۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿ اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴾ یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو کفر کر رہا ہے ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بہ کثرت مال و اولاد ملے گی۔ یہ خدا کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر باتیں بناتا ہے اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقعہ پر آئے گا انشاء اللہ وبہ الثقہ

قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗٓ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰکِنَّا۠ ھُوَ اللّٰہُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْکَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْھَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُھَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس اللہ سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی بنادیا ہے۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔ تو اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہتا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگرچہ تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے۔ مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور پھسلنا میدان بن جائے یا اس کا پانی خشک ہو جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے۔

واقعہ کا اگلا حصہ: اس کافر مالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ و پند کی ایمان و یقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا۔ فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل

ملے جلے پانی سے جاری رکھی۔ جیسے آیت ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ میں ہے کہ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا تم اس کی ذات کا اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کے اس کی قدرتوں کے بے شمار نمونے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں۔ کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے موجود کر دیا۔ وہ خود بہ خود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا وجود پیدا کیا پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

میں تو تیرے مقابلہ میں کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلانے کیلئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میووں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ جس بندے پر اللہ اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے اہل و عیال ہوں دولتمندی ہو فرزند ہوں پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی بجز موت کے پھر آپ اس آیت کی تاویل کرتے۔ حافظ ابوالفتح کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتلا دوں؟ وہ خزانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور سونپ دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صرف لاحول الخ نہیں بلکہ وہ جو سورۂ کہف میں ہے یعنی ﴿ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾۔ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے تو ہمیشگی والا سمجھے بیٹھا ہے تباہ کر دے آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے تمام کھیت اور باغ پٹ ہو جائے سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اگی ہی نہیں تھی یا اس کی نہروں کا پانی دھنسا دے۔ غور مصدر ہے معنی میں ”غائر“ کے بہ طور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع ٥ ١٧

اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا الٹا پڑا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا۔ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا۔ یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ ہمیشگی والے کے ہی ہیں۔ وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہے۔

واقعہ کا باقی حصہ: اس کا کل مال کل پھل غارت ہو گیا۔ وہ مومن اسے جس بات سے ڈرا رہا تھا وہی ہو کر رہی اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش میں اللہ کے ساتھ مشرک نہ بنتا جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا فرزند قبیلہ سب رہ گیا فخر و غرور سب ڈھے گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی بعض لوگ ﴿ هُنَالِكَ ﴾ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا۔

اور بعض ﴿ مُنْتَصِرًا ﴾ پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتداء کرتے ہیں۔ ﴿ وَلَايَةُ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ وِلَايَةُ ﴾

بھی ہے پہلی قرائت پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن و کافر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا جائے پناہ نہیں عذاب کے وقت کوئی بھی بجز اس کے کام نہیں آسکتا جیسے فرمان ہے ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ﴾ الخ یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے جنھیں ہم شریک اللہ ٹھیرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں۔ اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا۔ واؤ کے کسرہ کی قرات پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کیلئے ہے ﴿ اللّٰهِ الْحَقِّ ﴾ کی دوسری قرات قاف کے پیش سے بھی ہے کیونکہ یہ ﴿ الْوَلَايَةُ ﴾ کی صفت ہے جیسے فرمان الٰہی ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی جیسے اور آیت میں ہے ﴿ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ﴾ اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کیلئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿45﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿46﴾

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے پھر آخر کار وہ چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مال و اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے ہاں البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ازروئے ثواب اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں۔

دُنیا کے زوال کی مثال: دنیا اپنے زوال اور فنا اور خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتا ہے اور ہزار ہا پودے لہلانے لگتے ہیں ترو تازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گزرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں۔ اور ہوائیں انھیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں۔ اس حالت پر جو قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورۂ یونس کی آیت ﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ اور جیسے سورۂ زمر کی آیت ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ میں اور جیسے سورۂ حدید کی آیت ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ میں صحیح حدیث میں بھی ہے دنیا سبز رنگ میٹھی ہے الخ۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں جیسے فرمایا ہے ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ﴾ انسان کیلئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں بیٹے خزانے وغیرہ مزین کر دی گئی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ الخ تمہارے مال تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے یعنی اس کی طرف جھکنا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ والحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمانؓ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے جو موذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا۔ آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور ﷺ نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا

جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک کے گناہ معاف یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اسے عثمان! آپ بتلائے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ﴾

باقیات صالحات کیا ہیں: حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں۔ باقیات صالحات یہ ہیں ﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾ حضرت سعید بن مسیبؒ نے اپنے شاگرد عمارہؒ سے پوچھا کہ بتلاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔ آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا۔ انھوں نے کہا زکوۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا۔ سنو وہ پانچ کلمے ہیں۔ ﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾ حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا آپ نے بجز الحمد للہ کے چار اور کلمات بتلائے ہیں۔ حضرت مجاہد بجز لا حول الخ کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسنؒ اور قتادہؒ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ حسنؒ اور قتادہ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ﴾ یہ ہیں باقیات صالحات۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ باقیات صالحات کی کثرت کرو۔ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح اور الحمد للہ اور ﴿ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾ (احمد) سالم بن عبد اللہؒ کے مولیٰ عبد اللہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ نے محمد بن کعب قرظی کے پاس کسی کام کیلئے بھیجا تو انھوں نے کہا کہ سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوئی۔ تو سالم نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انھوں نے فرمایا ﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ﴾ اور ﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ ﴾ اور ﴿ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾ ۔ سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظیؒ نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال و جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے کہا سنو! میں نے (حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے سنا ہے انھوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں انھوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگالیں اس کی مٹی پاک ہے اس کی زمین کشادہ ہے۔ میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا ﴿ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾ بہ کثرت پڑھیں۔

مسند احمد میں نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور ہمارے پاس آئے آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں۔ ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میرے بعد جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے جو ان کے جھوٹ کو سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرف داری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں اور جو ان کے جھوٹ کو نہ سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ لوگو سن رکھو ﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ﴾ یہ باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں مسند میں ہے آپ نے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کی ترازو میں بے حد وزنی ہیں ﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴾ اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ صبر اور

طلب اجر کرے واہ واہ پانچ چیزیں ہیں جو ان کا یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے وہ قطعاً جنتی ہے اللہ پر قیامت کے دن پر جنت دوزخ پر مرنے کے بعد کے جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے بجز اس ایک کلمے کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں تم اس وقت ان کلمات کو بکثرت پڑھا کرو ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّ اَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِمَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴾ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے سلامتی والا دل اور سچی زبان عطا فرما۔ تیرے علم میں جو بھلائی ہے میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو بے شک غیب داں تو ہی ہے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا پہاڑ پر چڑھا پھر اترا۔ پھر آں حضرت ﷺ کے پاس پہنچا اسلام قبول کیا۔ آپ نے مجھے سورۃ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿سورئہ اِذَا زُلْزِلَتِ ﴾ سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ فرمایا یہ ہیں۔ باقی رہنے والی نیکیاں

اس سند سے مروی ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کلی کرے پھر سو بار ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل خون کے وہ معاف نہیں ہوتا ابن عباسؓ فرماتے ہیں باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﴾ ہے اور روزہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین رہیں ملتا رہتا ہے فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

ع۲۵۴

جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کئے جائیں گے یقیناً ہم تمہیں اسی طرح لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ کرنے ہی کے نہیں۔ نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا جو کچھ انھوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔

قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر: اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جو تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہو گا نہ چھپر ساری مخلوق بغیر آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے روبرو ہو گی کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہو گی۔ کوئی درخت پتھر گھانس پھونس دکھائی نہ دے گا تمام اول آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہو گا تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کئے جائیں گے اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھیں ہوئے کھڑے ہوئے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہو گی بجز ان کے جنھیں خدائے رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہو گی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف۔ وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہو گی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل لکھا ہو گا۔ اپنی بداعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی افسوس بد کرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو۔ چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔

اللہ کے ہاں پورا حساب ہو گا: طبرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے منزل کی ہم سے فرمایا جاؤ جسے کوئی لکڑی کوئی ٹکڑی کوئی کوڑا کوئی گھانس پھونس جو مل جائے لے آؤ۔ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے چھپٹیاں چھول لکڑی پتے کانٹے درخت جھاڑ جھکار جو ملے لے آئے ڈھیر لگ گیا تو آپ نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس نے کسی کی کی ہو گی اسے موجود پائے گا جیسے آیت ﴿ يَوْمَ تَجِدُ ﴾ الخ اور آیت ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ ﴾ الخ اور آیت ﴿ يَوْمَ تُبْلَى ﴾ الخ میں ہے تمام پوشیدگیاں کھل پڑیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ہر بدعہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا اس کی بدعہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے گی۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہو گا اور اعلان ہو گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگزر کرنا معاف فرما دینا یہ اس کی صفت ہے ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت عدل و انصاف سے وہ سزا بھی دیتا ہے جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے گی پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا نیکیوں کو بڑھاتا ہے گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے عدل کی ترازو اس دن سامنے ہو گی کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہو گی الخ

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کیلئے ایک اونٹ خریدا سامان کس کر سفر کیا۔ مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے

پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیسؓ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے۔ انھوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہؓ؟ میں نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے۔ اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا ننگے بدن بے ختنہ بے سر و سامان۔ پھر انھیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلے دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی ہو ہم نے کہا حضور ﷺ یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں ننگے بدن بے مال و اسباب ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس دن اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوا دیا جائے گا اس کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں جنھیں ہم نے بالتفصیل آیت ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ﴾ الخ کی تفسیر میں اور آیت ﴿ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا ﴾ الخ کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر لیا یہ جنوں میں سے تھا اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے) میں نے انہیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور نہ خود ان کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا زور بازو بنانے والا بھی نہیں۔

شیطان انسان کا دشمن ہے: بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے۔ اپنے خالق مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہئے اللہ کے احسان و اکرام اس کے لطف و کرم کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے اس کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تشریف تعظیم اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حکم برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بد اصل تھا آگ سے پیدا شدہ تھا اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا۔ فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آ جاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی ٹپکتا ہے گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا انہی کی مشابہت کر تا تھا اور اللہ کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی

آ گیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور صاف انکار کر بیٹھا۔ اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا۔ وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھی فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کئے گئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا جنت کا داروغہ تھا۔ اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے۔ جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا جنتوں کا داروغہ تھا آسمان دنیا کا بادشاہ تھا زمین کا بھی سلطان تھا۔ اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آ گیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا۔ بر بنائے تکبر صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی مدنی بصری کوفی یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا۔ یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن رہتا تھا زمین پر۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا اس کے قبیلے کا نام جن تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا رب کی نافرمانی سے غضب میں آ گیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہیں ہونا چاہیے کہتے ہیں یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں۔ لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیلی ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گزر جائیں اللہ ہی کو ان کے اکثر کا صحیح حال معلوم ہے۔

ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی وافی ہے ہمیں اگلی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم ان سے محض بے نیاز ہیں اس لئے کہ وہ تبدیل ترمیم کمی بیشی سے خالی نہیں بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئیں ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں کھرا کھوٹا پرکھ لیں زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ گلنے دیں۔

محدثین اصحاب الجرم والتعدیل کا امت پر احسان عظیم: جیسے کہ اللہ رحمٰن نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز حفاظ پیدا کئے ہیں جنھوں نے حدیثوں کو جمع کیا تحریر کیا صحیح حسن ضعیف منکر متروک موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا۔ گھڑنے والوں بنانے والوں جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تاکہ ختم المرسلین سید العالمین ﷺ کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے۔ پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و رضامندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین آمین۔ اللہ انھیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم وارضاھم۔

الغرض ابلیس اطاعت الٰہی سے نکل گیا پس تمہیں چاہیئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا۔ یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورۂ یٰسین میں قیامت کا اس کی ہولناکیوں کا اور نیک و بد لوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو تم آج کے دن الگ ہو جاؤ الخ۔

اللہ کا کوئی وزیر مشیر نہیں ہے: جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اولیا بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں کسی چیز کی ملکیت انھیں نہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انھیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے تمام چیزوں کو صرف میں نے ہی پیدا کیا ہے سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے میرا کوئی شریک وزیر مشیر نظیر نہیں جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿ قُلِ

﴿ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَايَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ الخ جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو ہی سوا اللہ کے پکار کر دیکھ لو یاد رکھو ان کو آسمان وزمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات نہیں نہ ان کا ان میں کوئی ساجھا نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو جائے الخ مجھے یہ لائق نہیں نہ اسکی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دوست وبازو اور مددگار بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو میرے شریک تھے انھیں پکارو یہ پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دیگا ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے۔ گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

بروز قیامت مجرم کہیں بھاگ نہ سکیں گے: تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنھیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچالیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى ﴾ الخ ہم تمہیں اسی طرح تنہا تنہا لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا تم وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنھیں تم شریک اللہ ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تم میں ان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے الخ اور آیت میں ہے ﴿ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ ﴾ کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے الخ اسی مضمون کو آیت ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ ﴾ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے۔

سورۂ مریم میں ارشاد ہے کہ انھوں نے اپنی عزت کے لئے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنا رکھے ہیں لیکن ایسا ہونے کا نہیں وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے ان میں اور ان کے معبودان باطل میں آڑ حجاب اور ہلاکت کا گڑھا ہم بنا دیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں جہنم کی یہ وادی انھیں آپس میں نہ ملنے دے گی کہتے ہیں یہ وادی لہو پیپ کی ہوگی ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا ہے مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آڑ کر دیں گے جیسے آیت ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴾ اور آیت ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴾ اور آیت ﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ ﴾ الخ اور آیت ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ﴾ وغیرہ میں ہے یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی ہر ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے بغیر داخلے کے داخلے سے بھی زیادہ رنج وغم اور مصیبت والم شروع ہو جائے گا عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھرتھری میں رہے گا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور اسکا کلیجہ قابو سے باہر ہے

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں لیکن انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

انسان بہت جھگڑالو ہے: انسانوں کے لئے ہم نے اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب خوب کھول کھول کر کر دیا ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باوجود اس بیان اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بٹھاتا ہے آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ۖ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

لوگوں کے پاس ہدایت آچکنے کے بعد انھیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ انھیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آموجود ہو جائے ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے بھی بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبریاں سنادیں اور ڈرادیں۔ کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سند بنا کر جھگڑے کر کے چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑکھڑادیں وہ میری آیتوں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے مذاق میں اڑاتے ہیں۔

عذاب دیکھنے کے شوق میں لوگ حق کا انکار کرتے ہیں: اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکتے ہیں چاہتے ہیں کہ خدا کے عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔ کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لا سکتا ہو لے آ۔ قریش نے یہ بھی کہا اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔

انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی! ہم تو تجھے مجنون جانتے ہیں۔ اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا وغیرہ وغیرہ پس عذاب اللہ کے انتظار میں رہتے ہیں۔ اور اس کے معائنہ کے درپے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرا دینا ہے کافر لوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہونے کی۔ حق ان کی باطل باتوں سے دبنے کا نہیں یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں۔ اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے بیشک ہم نے ان کے دلوں پر اس کی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں گرانی ہے گو تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے۔ تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربانی والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بیشک انہیں جلد ہی عذاب کرے۔ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی جگہ ہی نہیں پائیں گے۔ یہ ہیں وہ بستیاں جنہیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔

بڑا ظالم کون ہے: فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے؟ جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بد عملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی ہیں انہیں بھی فراموش کر جائے۔ اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی اب لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ پانی مشکل و محال ہے اے نبی! تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی ہی کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھو وہ سخت عذابوں والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے پردہ پوشی ہے معافی ہے تا کہ گمراہی والے راہ راست پر آجائیں گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جمار ہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کوئی چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی۔ یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخر ش مٹادی گئیں ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں پس اے مشرکو تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم نبی کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم طاقت قوت میں سامان اسباب میں بہت کم ہو میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ

الْحُوْتَ ۚ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾

جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچے جہاں دونوں دریاؤں سے ملنے کی جگہ تھی وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا۔ جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے ہمیں تو اپنے اس سفر سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے وہیں میں تو مچھلی بھول گیا تھا در اصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔ اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی۔ اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔

حضرت موسیٰ اور خضر کا واقعہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ خدا کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں۔ آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں۔ کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا۔ کہتے مخل وقوع ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے۔ یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے واللہ اعلم تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرنوں تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو حقب کہتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حقب سے مراد اسی (۸۰) برس ہیں۔ مجاہدؒ ستر برس کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ زمانہ بتلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی کو لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا یہ دونوں مچھلی ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹے اس نہر کے پانی کے چھینٹے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے جلنے لگ گئی۔ آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی رکھی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کیلئے جست لگائی اور حضرت یوشع علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے ہوئے پانی میں گئی اور پانی میں سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا پس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ بن جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا۔ ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا رہا پتھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی وہ مچھلی گئی وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا۔ محمد بن اسحاق مرفوعا لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی اس طرح ابتداء دنیا سے نہیں جما سوائے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے ارد گرد کے پانی کے یہ نشان مثل سوراخ زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے واپس پہنچنے تک باقی ہی رہے اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تلاش میں تو ہم تھے جب مچھلی کو بھول کر یہ دونوں آگے بڑھے یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے بھولنے والے صرف یوشع تھے جیسے فرمان ہے۔ ﴿ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لولو اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں جب وہاں سے ایک مرحلہ اور طے کر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوئی اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ہم ٹھیرے تھے اس

وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا بھی شیطان نے یاد سے ہٹا دیا۔ ابن مسعودؓ کی قرات ﴿ اَنْ اَذْکُرَلَہٗ ﴾ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی نے تو عجیب و غریب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لو اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے تو وہ دونوں اپنے اسی راستے پر اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

بخاری کی روایت: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ حضرت! نوف کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہ تھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا وہ دشمن خدا جھوٹا ہے ہم سے ابی بن کعبؓ نے فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ سے انھوں نے سنا کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے آپ نے جواب دیا کہ میں تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ نا پسند آیا۔ اسی وقت وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر پروردگار! میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشہ دان میں ڈال لو جہاں وہ مچھلی کھو جائے وہیں وہ مل جائیں گے تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے پتھر کے پاس پہنچ کر اپنے سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے مچھلی اس توشے دان میں تڑپی اور کود کر اس سے نکل گئی سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو۔ پانی کا چلنا بحکم اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر کرنا آپ سے بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکان اور بھوک معلوم ہوئی خدا نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے تکان کا نام تک نہ تھا۔ اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی۔ اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام لیا تھا وہیں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی۔ مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی۔

چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس لوٹے۔ اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے سلام کیا اس نے کہا تعجب ہے آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انھوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو خدا کی طرف سے سکھائی گئی ہے آپ نے فرمایا موسیٰ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم وہ مجھے نہیں خدائے تعالیٰ نے دونوں کو جداگانہ علم عطا فرما رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں آپ تمہیں اس کی بابت خبردار کر دوں اتنی باتیں کر کے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے۔ انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا۔ کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلہاڑے سے توڑ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوش گوار کام کرنے لگے اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمائیے

اور سختی نہ کیجئے حضور ﷺ فرماتے ہیں واقعی پہلی غلطی بھول سے ہی تھی فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمند میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میرے اور تیرے علم نے خدا کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی اس سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے۔ اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ چند کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی گردن اس طرح مروڑی کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو اسی کو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری نبھ نہیں سکتی۔ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انھوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمائیے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انھوں نے نہ دیا مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے (حضرت) خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی۔ اب میں تمہیں ان کاموں کی اصلیت بتا دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ بیان فرماتا۔ حضرت ابن عباسؓ کی قرات میں ﴿ وَكَانَ وَرَآئَهُمْ ﴾ کے بدلے ﴿ وَكَانَ اَمَامَهُمْ ﴾ ہے اور ﴿ سَفِينَةٍ ﴾ کے بعد ﴿ صَالِحَةٍ ﴾ کا لفظ بھی ہے اور ﴿ اَمَّا الْغُلَامُ ﴾ کے بعد ﴿ فَكَانَ كَافِرًا ﴾ کے لفظ بھی ہیں۔ اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلہ میں الخ۔

ایک اور حدیث: صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں (حضرت) عبداللہ بن عباسؓ کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کوفے میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے۔ پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گزری اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبے سے آنکھیں بہہ نکلی تھیں اور دل نرم پڑ گئے تھے جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انھوں نے اللہ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا۔ اس میں ہے کہ جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہو گی۔ چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انھوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے ان کا نام یوشع بن نون ﴿ تِهلا لِفتٰهُ ﴾ سے مراد یہی ہے یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی تھی اور (حضرت یوشع علیہ السلام جاگ رہے تھے جو مچھلی کود گئی۔ انھوں نے خیال کیا کہ جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی ذکر کر دوں گا اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے۔ واپسی پر حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے سبز گدی بچھائے ملے ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے اس کا ایک سرا تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا اس میں یہ بھی

تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں تورات موجود ہے وحی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ بس نہیں ؟اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ توڑ کر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا۔ پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا اور تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیار اسے حضرت خضر علیہ السلام نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا۔ ایک قرات میں ﴿ زَاكِيَةً مُّسْلِمَةً ﴾ بھی ہے۔ ﴿وَرَآئَهُمْ﴾ کی قرات ﴿اما مهم﴾ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں ہدد بن بدد ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام حیسور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا الخ۔ یہ نوف کعبؒ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ علیہ السلام کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن میشا تھے۔

ایک اور روایت: اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری سے سوال کیا کہ خدایا اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو تو مجھے آگاہ فرما۔ اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل میں ہی مشغولی ہے۔ اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز پر اطلاع ہوتی ہے۔ چنانچہ شرط ہو گئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضر علیہ السلام خود نہ بتلائیں۔ کہتے ہیں یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیارا بے گناہ بچہ اس بیدردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضر علیہ السلام نے جان سے مار ڈالا۔ دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرا دیا اور پھر بہ آرام چننے بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکتا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا دھندا لے بیٹھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کا خزانہ صرف علم تھا۔

اور روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب ہو گئی اور یہاں آ کر وہ بہ آرام رہنے سہنے لگے تو حکم خدا ہوا کہ انھیں خدا کے احسانات یاد دلاؤ۔ آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا تمہارے نبی سے باتیں کیں اسے اپنے لئے پسند فرما لیا اس پر اپنی محبت ڈال دی تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں۔ اس نے تمہیں تورات عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے خدا کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں انھیں یاد دلائیں۔ اس پر ایک اسرائیلی نے کہا کہ فی الواقع بات یہی ہے اے نبی اللہ ! کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں۔ وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمہیں ایک مچھلی ملے گی اسے لے لو۔ اپنے ساتھی کو سونپ دو پھر کنارے کنارے چل دو۔ جہاں تو مچھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے کھو جائے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جو ان کا غلام تھا مچھلی کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہیں میں مچھلی کو بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرنا شیطان نے بالکل بھلا دیا۔ میں نے

دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جا رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سنکر بڑا ہی تعجب ہوا۔ جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لئے۔ مچھلی جہاں سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی نبی اللہ سخت متعجب ہوئے اب مچھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی الخ۔

ابن عباسؓ اور حر بن قیسؒ میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان تھا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعبؓ گزرے ابن عباسؓ نے انھیں بلا کر اپنا اختلاف بیان کیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تقریباً اوپر گزر چکی ہے اس میں سائل کے سوال کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ ع

اس سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک میں آپ اس کی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں۔

حضرت موسیٰ اور خضر کا علم: یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر علیہ السلام بے خبر تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو مہربان کر لیں ان سے سوال کرتے ہیں شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے۔ پوچھتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں سکھایا پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر صبر کر سکیں۔ اور واقع میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے خدائے تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے میں اسے صبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا پھر خضر علیہ السلام نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی

ابتداء نہ کرنا۔

ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے۔ پوچھا کہ تمام بندوں میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلے کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے۔ دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ جو عالم ہو کر علم کی جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون؟ فرمایا۔ خضر عرض کیا میں انھیں کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہو پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی جستجو میں چلے پھر وہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں چڑیا نے چونچ میں پانی لیا تھا الخ۔

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک ایک کشتی میں سوار ہوئے خضر علیہ السلام نے اس کے تختے توڑ دیئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو اسے توڑ رہا ہے پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے تو بڑی منکر چیز لایا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے بھول پر مجھے نہ پکڑ اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال۔

حضرت خضر نے کشتی توڑ دی: دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انھیں پہچان کر بغیر کرایہ کے لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک تختہ اس کا اکھیڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا واہیات ہے۔ ﴿لِتُغْرِقَ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں ﴿ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ ﴾ یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے امرا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں۔ یہ سنکر حضرت خضر علیہ السلام نے انھیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کے خلاف کیا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے کچھ نہ کہنا نہ سوال کرنا ان کاموں کی مصلحت و حکمت خدا مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول سے ہی تھا۔

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا خضر علیہ السلام نے اسے مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا ؟ بے شک تو تو بڑی بری چیز لایا۔

حضرت خضر نے ایک بچہ مار ڈالا: فرمان ہے اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز نہایت خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا اسے پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر توڑ دیا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑی بچہ اسی وقت مر گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا کیا واہیات ہے چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا یہ کونسی بھلائی ہے ؟ بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

﴿الحمدُ لِلہ﴾ پندرھواں پارہ ختم ہوا

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا؟ کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے جواب دیا کہ اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً تم میری طرف سے معذرت کو پہنچ چکے۔

حضرت موسیٰؑ کی معذرت: حضرت خضر نے اس دوسری مرتبہ اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ کو ان کی منظور کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لیے حضرت موسیٰؑ نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو۔ اب اگر میں آپ پر اعتراض کر دوں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا۔ یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی۔ اب اگر قصور کروں تو سزا پاؤں۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لیے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور بھی بہت سی تعجب خیز باتیں معلوم ہوتیں لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر چھٹی لے لی کہ اب اگر پوچھوں تو جگ ٹوٹ جائے میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کرنے لگے انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی اس نے اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر دیا موسیٰ کہنے لگے اگر تم چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے وہ کہنے لگے بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان اب میں تجھے ان باتوں کی اصلیت بھی بتا دوں گا جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا

حضرت خضر نے بلا اجرت دیوار بنا دی: دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے۔ ایک بستی میں پہنچے۔ مروی ہے وہ بستی ایلہ تھی۔ یہاں کے لوگ بڑے ہی بخیل تھے۔ انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے جگہ چھوڑ چکی ہے جھک پڑی ہے۔ دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے۔ اسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا۔

پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا دیا خم ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی۔ اس وقت پھر کلیم اللہ بول اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر نٹ گئے اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کر دی اس پر کچھ اجرت کیوں نہ لی؟۔ جو بالکل ہمارا حق تھا۔ اس وقت وہ اللہ کا بندہ بول اٹھے کہ لو صاحب اب مجھ میں اور آپ میں حسب اقرار خود جدائی ہو گئی کیوں کہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو

پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا اب سنو! جن باتوں پر آپ نے تعجب سے سوال کیا اور سہار نہ سکے ان کی اصلی حکمت آپ پر ظاہر کیے دیتا ہوں۔

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے رہتے تھے میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا

کشتی چند یتیموں کی تھی: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ انہوں نے کیا تھا۔ حضرت موسیٰ کو اس راز کا علم نہ تھا اس لیے بظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے تھے لہذا حضرت خضر نے اب اصل معاملہ سمجھا دیا۔ فرمایا کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو وہ چھوڑ دے گا اگر یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔ مروی ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام ہدو بن بدو تھا۔ بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گزر چکی ہے توراۃ میں ہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا۔ توراۃ میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ (واللہ اعلم)

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

اور اس نوجوان کے ماں باپ ایماندار تھے ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت و پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔

یہ جوان کافر اور سرکش بننے والا تھا: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام حیثور تھا۔ حدیث میں ہے کہ اس کی جبلت میں ہی کفر تھا۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس بچے کی پیدائش سے اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے حالانکہ اس کی زندگی ان کے لیے ہلاکت تھی۔ پس انسان کو چاہیے کہ اللہ کی قضاء پر راضی رہے۔ رب انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے غافل ہیں۔ مومن جو کام اپنے لیے پسند کرتا ہے اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو اللہ اس کے لیے پسند کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کے لیے جو اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی ہی والے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے ﴿ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لیے برا اور ضرر والا سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لیے بھلا اور مفید ہو۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ اللہ انہیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر ماں باپ کو زیادہ پیار ہو یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک ہو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے اللہ نے ان کے ہاں

ایک لڑکی دی۔ مروی ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل میں ایک مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں میں نے اپنی رائے اور اختیار سے کوئی کام نہیں کیا یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

دیوار دو یتیم بچوں کی تھی: اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیوں کہ پہلے ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةٍ ﴾ فرمایا تھا اور یہاں ﴿ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ فرمایا۔ اسی طرح مکہ کو بھی قریہ کہا گیا ہے۔ فرمان ہے ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ﴾ آیت میں مکہ اور طائف دونوں شہروں کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست کر دینے میں مصلحت خداوندی یہ تھی کہ یہ اس شہر کے دو یتیموں کی تھی۔ اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا۔ ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گو یہ بھی مروی ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا۔ بلکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جس خزانے کا ذکر کتاب اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ "تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت ومشقت میں ڈال رہا ہے اور رنج وغم برداشت کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ جہنم کے عذابوں کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے۔ تعجب ہے کہ موت کا یقین رکھتے ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔" "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہ عبارت ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی لیکن اس میں ایک راوی بشر بن منذر ہیں کہا گیا ہے کہ یہ مصیصہ کے قاضی تھے۔ ان کی حدیث میں وہم ہے۔ سلف سے بھی اس بارے میں بعض آثار مروی ہیں۔

حسن بصری فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد قریب قریب مندرجہ بالا نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا۔ عمر مولی غفرہ سے بھی تقریباً یہی مروی ہے۔ امام جعفر بن محمد فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں۔ مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم بوجہ اپنے ساتویں دادا کی نیکیوں کے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں کیوں کہ اس میں بھی ہے کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم کی چیز ہے۔ (واللہ اعلم)

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں اللہ کی مہربانی حاصل کر لیتے ہیں جیسے قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ دیکھیے! آیت میں ان کی صلاحیت کوئی بیان نہیں ہوئی۔ ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور نیک عملی بیان ہوئی ہے اور پہلے گزر چکا کہ یہ باپ جس کی نیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی۔ یہ ان بچوں کا ساتواں دادا تھا۔ (واللہ اعلم)

آیت میں ہے تیرے رب نے چاہا یہ اسناد اللہ کی طرف اس لیے کی گئی کہ جوانی تک پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں۔ دیکھئے بچے کے بارے میں اور کشتی کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہے ﴿ فَاَرَدْنَا اور فَاَرَدْتُّ ﴾ کے لفظ ہیں۔ (واللہ اعلم)

یہ تینوں کام اللہ کی رحمت تھے: پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں باتیں جنہیں تم نے خطرناک سمجھا سراسر رحمت تھیں۔ کشتی والوں کو گو قدرے نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی۔ بچے کے مرنے کی وجہ سے گو ماں باپ کو رنج ہوا لیکن ہمیشہ کے رنج اور عذاب اللہ سے بچ گئے اور پھر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا بھلا ہو۔ یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کیے بلکہ احکام اللہ بجالایا۔ اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور پوری بحث پہلے گزر چکی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ رسول تھے۔ ایک قول ہے یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔

امام بن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح تھا۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے لقب خضر ہے۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ شاہزادے تھے۔ یہ اور ابن صلاح تو قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گو بعض حدیثوں میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے میں وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعزیت کے لیے آپ تشریف لائے تھے لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اکثر محدثین وغیرہ اس کے برخلاف ہیں اور وہ حیات خضر کے قائل نہیں۔ ان کی ایک دلیل آیت قرآنی ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ﴾ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو ہمیشگی کی زندگی نہیں دی اور دلیل آنحضرت ﷺ کا غزوہ بدر میں یہ فرمانا ہے کہ الٰہی! اگر میری یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین میں تیری عبادت پھر نہ کی جائے گی۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے اور آپ کے صحابہ کرام میں ملتے کیوں کہ حضور تمام جن وانس کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ (زمین پر) ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔ آپ پروفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ آج جو زمین پر ہیں ان میں سے ایک بھی آج سے لے کر سو سال پر باقی نہیں رہے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر کو خضر اس لیے کہا گیا کہ وہ سفید رنگ سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے سبز داگ آیا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ خشک زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پھر وہ لہلہانے لگی۔

الغرض حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کے سامنے جب یہ گتھی سلجھادی اور ان کاموں کی اصل حکمت بیان کر دی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکار کرنے کے لیے آپ جلدی کر رہے تھے۔ چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی۔ اس لیے لفظ ﴿ لَمْ تَسْتَطِعْ ﴾ کہا اور اب بیان کر دینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لیے لفظ ﴿ لَمْ تَسْطِعْ ﴾ کہا۔ یہی صفت آیت ﴿ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴾ میں ہے یعنی یاجوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ پس چڑھنے میں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لیے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیف کا مقابلہ خفیف سے کیا گیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کر دی۔ (واللہ اعلم) حضرت موسیٰ کے ساتھی کا ذکر ابتداء قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لیے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ اور خضر کا واقعہ بیان کرنا تھا۔

حدیثوں میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون تھے۔ یہی حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا اس لیے انہیں ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان چھوڑ دیا۔ وہ کشتی یونہی ہمیشہ تک موجوں کے تلاطم میں رہے گی۔ یہ بالکل ضعیف ہے کیوں کہ اس واقعہ کے راویوں میں ایک تو حسن بن عمارہ ہے جو متروک ہے دوسرا اس کا باپ ہے جو غیر معروف ہے۔ یہ واقعہ سند اٹھیک نہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ؕ۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝ۙ۸۴

تجھ سے ذوالقرنین کا یہ واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں تو کہہ دے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ سناتا ہوں ہم نے اسے زمین میں قوت عطا فرمائی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیے تھے۔

حضرت ذوالقرنین کا واقعہ: پہلے گزر چکا کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو ہم محمد ﷺ سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے اس نوجوان کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہو گیا تھا اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت سورہ کہف نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لیے آئے ہو۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ لیکن اس میں بہت طول ہے اور نکارت ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں۔

ذوالقرنین کون ہیں: تعجب ہے کہ امام ابوزرعہ رازی جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں پوری وارد کی ہے۔ فی الواقع یہ بیان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز چیز ہی ہے اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں اسکندر ثانی رومی تھا وہ فیلپس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور سکندر اول تو بقول ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بناء کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے آپ پر ایمان لایا تھا آپ کا تابعدار بنا تھا انہی کے وزیر حضرت خضر تھے اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فیلسوفی تھا واللہ اعلم۔ اس نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے میں تھا جیسے ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے بیت اللہ شریف بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔ ہم نے بفضلہ ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دیے ہیں۔

ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ: وہبؒ کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا۔ یہ بھی وجہ بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس کا دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اس قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا ہے ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ ساتھ ہی قوت لشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب عجم سب اس کے ماتحت تھے۔ ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا۔ زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیتے تھے۔ تمام زبانیں جانتے تھے جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے ایک مرتبہ حضرت کعب احبارؒ سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہے اس لیے بھی کہ حضرت کعبؒ کو جو کچھ کہیں لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ جھوٹ ہی ہو۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ کعب کا کذب تو بارہا سامنا آ چکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ

چوکتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات جھوٹ سے تحریف سے خرافات سے تبدیل سے محفوظ نہ تھیں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایات کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جبکہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی سچی اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

افسوس انہی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائی مسلمانوں میں ڈال دی اور بڑا فساد پھیل گیا۔ حضرت کعبؓ نے اس اسرائیلی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ جو پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی۔ دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں ﴿ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ وہ ہر چیز دی گئی تھی۔ اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت جمائیں۔ ان کاموں میں جن اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ مشرق و مغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا اور تمام اسباب انہیں مہیا کر دیے تھے اور پوری قوت و طاقت دے دی تھی۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ۭ

وہ ایک راہ کے درپے ہو گیا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ایک قوم کو بھی پایا ہم نے فرمادیا کہ اے ذوالقرنین یا تو تو انہیں تکلیف پہنچائے یا ان کے بارے میں تو کوئی بہترین روش اختیار کرے جواب دیا کہ جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی اب سزا دیں گے پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے پھر سے سخت تر عذاب کرے گا۔ ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کے لئے تو بدلے میں بھلائی ہے اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کہیں گے۔

ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچے: ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچ گئے۔ یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے نہیں کیونکہ وہاں تک کسی کا جانا ممکن ہے۔ ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بھی آپ تجاوز کر گئے اور سورج مدتوں ان کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی بددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دروغ بے فروغ ہیں۔

سورج کہاں غروب ہوتا ہے: الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب

ہو رہا ہے جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا بظاہر یہی منظر اسکے سامنے ہو گا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔ حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا ﴿ حَمِئَة ﴾ یا تو مشتق ہے ﴿ حَمْاَة ﴾ سے یعنی چکنی مٹی۔ آیت قرآن ﴿ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہی مطلب ابن عباسؓ سے سن کر حضرت نافعؒ نے سنا کہ حضرت کعبؒ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا ایک قرات میں ﴿ فِیْ عَیْنٍ حَامِیَةٍ ﴾ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہوتا پایا۔ یہ دونوں قراتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قرات پڑھے اور ان کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کی مٹی کی سیاہ رنگت کی وجہ سے اس پانی کی کیچڑ اسی رنگت کی ہو۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا اللہ کی بھڑکتی آگ میں اگر اللہ کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ تو زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا۔ اس کی صحت میں نظر ہے (مرفوع ہونے میں) بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمروؓ کا اپنا کلام ہو اور ان دو تھیلیوں کی کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے ملے تھے واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے سورہ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے ﴿ عَیْنٍ حَامِیَةٍ ﴾ پڑھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم تو ﴿ حَمِئَةٍ ﴾ پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؒ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ توراۃ میں اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعبؒ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہیے وہی اس کے پورے عالم ہیں ہاں توراۃ میں تو میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ اللہ کریم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے۔ اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہوتا نظر آتا ہے۔ ابن عباسؓ نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں خلب ثاط اور حرمد۔ ان کے کیا معنے ہیں؟ کہا مٹی کیچڑ اور سیاہ۔ اسی وقت حضرت عبداللہؓ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے سورہ کہف کی تلاوت حضرت کعبؒ نے سنی اور جب آپ نے ﴿ حَمِئَةٍ ﴾ پڑھا تو کہا کہ واللہ جس طرح توراۃ میں ہے اسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا توراۃ میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور و غل نہ ہو تو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج کے غروب ہونے کی آواز تک آئے۔ وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر و ظلم کریں یا ان میں عدل و انصاف کریں اس پر ذوالقرنین نے اپنے عدل و ایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر و شرک پر اڑا رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل و غارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے کہ وہیں اس کا مرنڈا ہو جائے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے۔ واللہ اعلم۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے سخت تر اور دردناک عذاب کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے دستبرداری کر لے اسے اللہ اپنے ہاں بہترین بدلہ دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

پھر وہ اور راہ کے پیچھے لگا۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لیے ہم نے اس سے اور کوئی پردہ اور اوٹ نہیں بنائی۔ واقعہ ایسا ہی ہے۔ ہم نے اسکے آس پاس کی کل خبروں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

ذوالقرنین سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے: ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے راستے میں جو قومیں ملتیں اللہ کی عبادت اور اسکی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور اللہ کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں اپنا ماتحت کر کے وہاں کے مال و مویشی اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے۔ اسرائیلی خبروں میں ہے کہ یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے اور برابر زمین پر دین ربانی کی تبلیغ میں رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہی۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی جیسے ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک انکی مچھلی تھی۔

سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر ادھر ہو جایا کرتے تھے۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ وہاں تو کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے۔ سلمہؒ کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ایک بچھا لیتے۔ قتادہؒ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کے وقت یہ لوگ پانی میں گھس جاتے وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں۔ پہلے کسی وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو سورج نکلتے وقت باہر نہ ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ تو بتلاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ یہیں ٹھہرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی اسکے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔ گو اسکا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے پر پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ؕ ﴿۹۶﴾

وہ پھر ایک سفر کے سامان میں لگا یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا ان دونوں کے ادھر اس نے ایک ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے کے قریب بھی

نہ تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ سرمایہ اکٹھا کر دیں؟ اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی دیوار بنا دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو کر رکھا ہے وہی بہتر ہے تم صرف اپنی قوت طاقت سے میری مدد کرد میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان یہ دیوار برابر کر دی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں۔

ذوالقرنین دو دیواروں کے پاس پہنچے: اپنے شرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرتین وہیں شمال کر طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ وہ پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے ہیں بال بچوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل حضرت آدم سے فرمائے گا کہ اے آدم! آپ لبیک وسعدیک کے ساتھ جواب دیں گے۔ حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر پوچھیں گے کتنا حصہ؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائیگا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یاجوج ماجوج۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کیے گئے ہیں گویا وہ حضرت آدم اور حضرت حوا کی نسل سے نہیں بلکہ صرف نسل آدم سے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل ہی غرب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ہاں ایسے کے قصے ملاوٹی اور بناوٹی ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔ سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلے یافث کی ہی اولاد ہیں۔ انہیں ترک اس لیے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

امام ابن جریرؒ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں انکی شکلوں ان کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے۔ ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ ان پہاڑوں کے درے میں ذوالقرتین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اور ان کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت و طاقت عقل و ہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سامال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے۔ یہی جواب حضرت سلیمان کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت و طاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں ﴿ زُبَر ﴾ جمع ہے ﴿ زُبْرَة ﴾ کی۔ ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرا دی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہو گئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔ اس کے طول و عرض اور موٹائی کی بیان میں بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

ذوالقرنین نے سیسہ پلائی دیوار بنائی: جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اسکے چو طرف آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہو گئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہادو چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہو گئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھارے دار چادر ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیسی ہے؟ اس نے کہا دھاریدار چادر جیسی جس میں سرخ و سیاہ دھاریاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔

خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر ش اس دیوار تک پہنچا دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔ دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بہت سے عجائب و غرائب امور دیکھے جوانہوں نے واپس آکر خلیفہ کی خدمت میں عرض کئے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

پس نہ تو ان میں دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت ہے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں۔ کہا کہ یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے۔ ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین دوز کر دے گا بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔ اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں دھنستے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔

یاجوج و ماجوج اس دیوار سے باہر نہیں نکل سکتے: اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے اس لیے چڑھنے میں ﴿ مَا اسْطَاعُوْا ﴾ کا لفظ لائے اور توڑنے میں ﴿ مَااسْتَطَاعُوْا ﴾ کا لفظ لائے۔ غرض نہ تو وہ چڑھ کر آسکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر روز یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع ان کی نظر آجائیں چونکہ دن گزر جاتا ہے اس لیے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آکر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں قیامت کے قریب جب ان کا نکالنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا تو یہ کھودتے ہوئے جب چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس انشاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے فوراً گرادیں گے اور باہر نکل پڑیں گے تمام پانی چاٹ جائیں گے لوگ تنگ آکر قلعوں میں پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ یہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے انکی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آگئے۔ اب ان کی گردنوں میں گٹھلیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم ربانی اسی وبا سے ہلاک کر دیں جائیں گے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ زمیں کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم وخون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام ترمذیؒ بھی اسے لائے ہیں اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں۔ اس کی سند بہت قوی

ہے لیکن اس کا متن نکارت سے خالی نہیں اس لیے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ وہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار نہایت مضبوط بہت پختہ اور سخت ہے۔

کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے۔ دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی اصل میں تھی ویسی ہی پاتے ہیں۔ آخری دن وہ بہ الہام الٰہی جاتے وقت انشاءاللہ کہیں گے دوسرے دن جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ انہی کعبؒ سے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہم ہو گیا ہو اور اسے آنحضرت ﷺ کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کر دیا ہو واللہ اعلم۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ عرب کی خرابی کا وقت قریب آ گیا آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم بھلے لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ ہاں بخاری میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہؓ کا ذکر نہیں مسلم میں ہے اور بھی اس کی سند میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں۔

مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ پھر ان میں بھی دو حضور کی بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ تعالیٰ عنہن بزار میں یہی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ (مترجم کہتا ہے اس تکلف کی اور ان مرفوع حدیثوں کے متعلق اس قول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم آیت قرآن اور ان صحیح مرفوع حدیثوں کی درمیان بہت آسانی سے یہ تطبیق دے سکتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا سوراخ نہیں کر سکتے جس میں سے نکل آئیں۔ پتلی کر دینا یا حلقے کے برابر سوراخ کر دینا اور بات ہے جو مقصود ذوالقرنین کا اس دیوار کے بنانے سے تھا وہ بفضلہ حاصل ہے کہ نہ وہ اوپر سے اتر سکیں نہ توڑ کر یا سوراخ کر کے نکل سکیں اور اسی کی خبر آیت میں ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں واللہ اعلم۔ مترجم)

اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو اب امن دے دیا۔ ہاں جب اللہ کا وعدہ آ جائے گا تو اس کا ڈھیر ہو جائے گا اور یہ زمین دوز ہو جائے گی مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ اونٹنی کا کوہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہو تو عرب میں اسے ﴿ نَاقَةٌ دَكَّاءُ ﴾ کہتے ہیں۔

قرب قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی: قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو وہ پہاڑ زمین دوز ہو گیا۔ وہاں بھی لفظ ﴿ جَعَلَهٗ دَكًّا ﴾ پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ ہو جائے گا۔ اللہ کے وعدے اٹل ہیں قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھسے جائیں گے یگانوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ وقعہ دجال کے آجانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہو گا اس کا پورا بیان آیت ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴾ کی تفسیر میں آئے گا انشاءاللہ۔

جب صور پھونکا جائے گا: اس کے بعد صور پھونکا جائے گا اور سب جمع ہو جائیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہو جائیں گے بنی خزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن و انسان آپس میں گتھ جائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں کہ کیا بات ہے؟ مشرق کی طرف بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتوں کو دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن چوطرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر ناامید ہو کر چیخ و پکار

شروع کردے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہے ہیں۔ ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا کہ اسے موذی خبیث! کیا اللہ تعالیٰ نے تیرا مرتبہ نہیں بڑھلیا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا یہ کہے گا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کر رہے ہو آج تو چھٹکارے کا راستہ بتلاؤ۔ میں عبادت ربانی کے لیے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو داروغہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ تیرے لیے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجاآوری کے لیے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہو گا کہ یہی کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ۔

اب یہ خبیث ہکابکا رہ جائے گا وہیں فرشتہ اپنے پر سے اسے اور اس کی ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا۔ جہنم انہیں لے کر دبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ چلائیگی کہ تمام فرشتے اور تمام رسول علیہ و نبی گھٹنوں کے بل اللہ کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دیے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل تالیس اور منسک۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے

اور نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ہیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے۔ پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ وہ ایک قران ہے جس میں پھونک دیا جائے گا۔ پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ اسلام ہوں گے۔ جیسے کہ لمبی حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور کو منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں۔ لوگوں نے پوچھا حضور! پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾۔ پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کے لیے جمع کریں گے سب کا حشر ہمارے سامنے ہو گا جیسے سورہ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقرر دن کے وقت پر اکٹھے کئے جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿ وَ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ بچے گا۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۟ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۟ۧ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۟

اس دن ہم جہنم کو بھی کافروں کے سامنے لا کھڑا کر دیں گے۔ جنکی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور (امر حق) سن بھی نہیں سکتے تھے۔ کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں؟ کہ میرے سوا وہ میرے غلاموں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ سنو ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کی لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔

کفار کو پہلے جہنم دکھائی جائے گی: کافر جہنم میں جائیں اس سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذابوں کو دیکھ لیں گے اور یہ یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم و رنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم کو قیامت کے دن گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بے کار کیے بیٹھے رہے نہ حق کو دیکھا نہ حق کو سنا نہ مانا نہ عمل کیا۔ شیطان کا ساتھ دیا اور رحمان کے ذکر سے غفلت برتی۔ اللہ کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کریں گے محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کھڑے ہوں گے۔ ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

پوچھ لے کہ اگر تم کہو تو میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات سے کفر کیا تو ان کے تمام اعمال غارت ہو گئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق میں اڑایا۔

اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں کون ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے انکے صاحبزادے مصعبؒ نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ ہاں خارجیوں نے اللہ کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا۔ پس حضرت سعدؓ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ حضرت علیؓ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کو شامل ہے اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کی عبادت و اطاعت اُس طریقے سے بجالاتے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان شخص ہے۔ یہ آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکہ میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں۔

جیسے سورہ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوئے تھے آج وہ باوجود ریاضت و عبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿ وَ قَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا ﴾ ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بے کار کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو دور سے پانی سمجھ رہا ہو۔ لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت و ریاضت تو کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے کہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور پسندیدہ اللہ ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہو گئیں اور وہ بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مان کر ہی نہ دیا۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہیگا۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بڑا بھاری آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر

کے پر کے برابر بھی نہ ہو گا پھر آپ نے فرمایا تم اگر چاہو اس آیت کی تلاوت کر لو ﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہو گا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے سے گزرا تو آپ ﷺ نے حضرت بریدہؓ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ہو گا۔ مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعبؓ کا قول بھی مروی ہے یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا اور اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لیے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہو گا۔

نیک اعمال والوں کی مہمانی: اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں بہتی ہیں یہی ان کی مہمان خانہ ہو گی یہ یہاں ہمیشہ کے لیے رہیں گے نہ نکالے جائیں نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت و محبت انس والفت بڑھتی جا رہی ہے اس لیے نہ طبیعت اکتاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بڑھتا ہے اور نئی نعمت ملتی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

کہدے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لائیں۔

سات سمندروں کی سیاہی بھی رب کے کلمات نہیں لکھ سکتی: حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لیے دنیا میں اعلان کر دیجئیے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر الٰہی کلمات الٰہی قدرتوں کے اظہار اللہ کی باتیں اللہ کی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن کہ اللہ کی قدرتیں اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات الٰہی پورے لکھ لیے جائیں۔ اللہ کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے تمام انسانوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر

کے مقابلہ میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہیاں نبڑ جائیں لیکن کلمات الٰہی ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں بے شمار ہیں۔

کون ہے جو اللہ کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثناوصفت بجالا سکے؟ بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرمارہا ہے بیشک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یادرکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝۱۱۰

اعلان کر دے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

پیغمبر لوگوں کی طرح ایک بشر ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا فرمان ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر اتری۔ حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں تم بھی انسان ہو اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قرآن تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ دیکھو میں کوئی غیب داں تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دیئے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس اللہ کی وحی نہ آتی تو میں ان گزشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو تمام تر وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم موحد بن جاؤ شرک چھوڑ دو میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے اللہ سے مل کر اجر و ثواب لینا چاہتا ہو اسے مطابق شریعت عمل کرنے چاہیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے بغیر ان دونوں رکن کے کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت فرمایا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود مرضی الٰہی کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے اور یہ آیت اتری یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز روزہ صدقہ خیرات حج زکوۃ کرتا ہے اللہ کی رضامندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی۔ آپ نے فرمایا اس کی کل عبادت اکارت ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے جو اس کی عبادت میں اور نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرمادیتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دے دو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے پاس باری باری آتے رات گزارتے کبھی آپ ﷺ کو کوئی کام ہوتا تو فرما دیتے۔ ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے جو رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشتناک بات بتلاؤں؟ وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے۔

مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں میں اور حضرت ابو درداءؓ جابیہ کی مسجد میں گئے وہاں ہمیں حضرت عبادہ بن صامتؓ ملے بائیں ہاتھ سے تو انہوں نے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداءؓ کا بایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے نکلے آپ فرمانے لگے دیکھو اگر تم تینوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے کہ اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضور ﷺ کی

زبان سے قرآن سیکھا ہوا بھلا آدمی حلال کو حلال اور حرام حرام کو سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت لوگوں میں ایسی ہو جیسے مردہ گدھے کے سر کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت شداد بن اوسؓ اور حضرت عوف بن مالکؓ آگئے اور بیٹھتے ہی حضرت شدادؓ نے فرمایا لوگو! مجھے تو تم پر سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش اور شرک کا۔ اس پر حضرت عبادہؓ اور حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ہم سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے ہاں پوشیدہ شہوات تو یہی خواہش کی چیزیں عورتیں وغیرہ ہیں۔ لیکن یہ شرک ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ حضرت شداد فرمانے لگے اچھا بتلاؤ تو ایک آدمی دوسروں کو دکھانے کے لیے نماز روزہ زکوۃ صدقہ خیرات کرتا ہے اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کیا اس نے شرک کیا؟ سب نے جواب دیا بیشک ایسا شخص مشرک ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو دنیا کے دکھاوے کے لیے نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا کے دکھاوے کے لئے روزے رکھے وہ مشرک ہے جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لیے صدقہ خیرات کرے وہ بھی مشرک ہے۔ اس پر حضرت عوف ابن مالکؓ نے کہا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے اور جو دوسرے کے لیے ہو اس رد کر دے۔ حضرت شدادؓ نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہوگا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہے کہ میں سب سے بہتر حصے والا ہوں جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں اور نہایت بے پرواہی سے جز و کل سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ ایک دن رونے لگے۔ ہم نے پوچھا حضرت آپ کیسے رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آگئی اور اس نے رلا دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنو! وہ سورج چاند پتھر بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا (ابن ماجہ و مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں۔ میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی کو دے دیتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ پورا عمل اس غیر کے لیے ہی ہے۔ اور حدیث میں ہے مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری قیامت کے دن ریاکاروں کو جواب ملے گا کہ جاؤ جن کے لیے اعمال کئے تھے ان ہی کے پاس جزا مانگو دیکھو پاتے بھی ہو؟ ابو سعید ابن ابی فضالہ انصاری صحابیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں اس دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو ملا ہوا سے چاہئے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ ساجھے سے بہت بے نیاز ہے۔ ابو بکرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا ہے ریاکار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہوگا اور نیک اعمال لوگوں کو سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہوگا (مسند احمد۔)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی روایت مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے اپنے نیک اعمال اچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا۔ اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہوگا۔ یہ بیان فرما کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے (مسند احمد۔) حضرت انس راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ جناب باری عزوجل فرمائے گا اسے پھینک دو اسے قبول کرو اسے

پھینک دو۔ اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں تک ہمارا علم ہے ہم تو اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں جواب ملے گا جن کو میں پھکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریاکاری تھی۔ آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے ہی لئے کئے گئے ہوں (بزار)

ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو وہ جب تک نہ بیٹھے اللہ کے غصے اور غضب میں ہی رہتا ہے۔ ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کے دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح نماز پڑھے اور تنہائی میں بری طرح جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے پروردگار عزوجل کی توہین کی۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو حضرت امیر معاویہ قرآن کی آخری آیت بتلاتے ہیں لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورہ کہف پوری کی پوری مکہ میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اترتا رہا۔ تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا مطلب یہ ہو کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوتی اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلا نہیں گیا اسکے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو اس میں تبدیلی و تغیر کرے واللہ اعلم۔

ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابو بکر بزار رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آیت ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا﴾ الخ کو رات کے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکہ تک پہنچے۔

الحمد اللہ سورہ کہف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ مریم مکیہ

تعارف سورت: اس سورت کے شروع کی آیتیں حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے شاہ حبش کے دربار میں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں (۔ مسند احمد وسیرت محمد بن اسحاق)

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾

بہت ہی مہربان بہت ہی رحم والے اللہ کے نام سے شروع

کھیعص یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی جب کہ اس نے اپنے رب سے خفیہ خفیہ دعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار! میرے ہڈیاں بودی ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر سے سفید بالوں کے شعلے اٹھ رہے ہیں لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے میرے بیوی بھی بانجھ ہے تو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور میرے رب تو اسے مقبول بندہ بنالے۔

حضرت زکریاء کا ذکر: اس سورت کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروف مقطعہ کہا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان ہم سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اللہ کا بندہ حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر جو لطف ربانی نازل ہوا اس کا وقعہ بیان ہو رہا ہے ایک قرات میں زکریا ہے۔ یہ لفظ مدد سے بھی ہے اور قصر سے بھی دونوں قرائتیں مشہور ہیں۔ آپ ﷺ بنو اسرائیل کے زبردست پیغمبر تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ رب سے دعا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ پوشیدہ دعا اللہ کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی سے اللہ کو پکارے کہ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود میں ہوں تیرے پاس موجود ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کے بالوں کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے یعنی ظاہری اور پوشیدگی کی تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ جب تجھ کریم سے کچھ مانگا تو نے عطا فرمایا۔ ﴿ مَوَالِیَ ﴾ کو کسائی نے ﴿ مَوَالِیْ ﴾ پڑھا ہے۔ مراد اس سے عصبہ ہیں۔

امیر المومنین عثمان بن عفانؓ سے ﴿ خِفْتُ ﴾ کو ﴿ خَفَّتْ ﴾ پڑھنا مروی ہے یعنی میرے بعد میرے والے بہت کم ہیں۔ پہلی قرات پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتہ دار ہیں ان سے مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی برا تصرف کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔ انبیاء علیہم السلام اس سے بہت پاک ہیں انکا مرتبہ اس سے بہت زیادہ ہے کہ وہ اس لیے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا ورثہ دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا۔

دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہم السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس ایسی کونسی بڑی رقم تھی کہ جسکے ورثے کے لیے اس قدر پس وپیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور دنیا کے زاہد ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے حدیث ہے رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ نہیں بٹتا جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔

ترمذی میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریاؑ کا یہ عرض کرنا کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لیے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ ﴾ سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے یعنی نبوت کے وارث ہوئے نہ کہ مال کے ورنہ مال میں اولاد بھی شریک ہوتی ہے تخصیص نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے۔ پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا اپنی دعا میں یہ وجہ بیان فرماتے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ نہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا۔ پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہم جماعت انبیاء کا ورثہ نہیں بٹتا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور لاد یعقوب میں تھے۔ ابو صالحؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے۔ حسنؒ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وراث بنے۔ سدیؒ کا قول ہے میری اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث بنے۔ زید بن اسلمؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ابو صالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان حضرت یعقوب کی نبوت کا وہ وارث ہو۔

عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا پر رحم کرے بھلا انہیں وارث مال سے کیا غرض تھی اللہ تعالیٰ لوط علیہ اسلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی زکریا پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو کہنے لگے اے اللہ مجھے اپنے پاس سے ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔ لیکن یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح حدیثوں کا معارضہ نہیں کر سکتیں واللہ عالم۔ اور اے اللہ! اسے اپنا پسندیدہ غلام بنالے اور ایسا دین دار دیانتدار بنا کہ تیری محبت کے علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے۔ اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیار کی نظر سے دیکھے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦

اے زکریا ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے ہم نے اس پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا۔

حضرت زکریا کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحیٰی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا﴾ الخ وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت کی نماز کی جگہ میں نماز میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورے نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا۔ یہی معنی ﴿سَمِيًّا﴾ کے آیت ﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ میں ہیں۔

یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی۔ زکریا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہ اسلام نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی بلکہ بہت پھوس بڑھاپے میں اولاد کا ہونا یہ تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا کے ہاں تو اس پورے بڑھاپے تک کوئی اولاد ہوئی ہی نہ تھی۔ اسی لیے حضرت خلیل اللہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اس پھوس بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے۔ آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ کیا اس بڑے ہوئے بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ ساتھ ہی ساتھ میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں یہ تو سخت تر تعجب خیز چیز ہے۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر الٰہی سے تعجب ہے۔ اے ابراہیم کے گھرانے والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں۔ اللہ تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ⑧ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨

زکریا کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کی انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا تیرے رب نے فرمادیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے تو خود جب کہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔

حضرت زکریا کا تعجب: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے دونوں جانب سے حالت محض ناامیدی کی ہے۔ بیوی بانجھ جس سے اب تک اولاد نہیں ہوئی۔ میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا۔ خشک ٹہنی جیسا ہو گیا ہوں۔ گھر والی

بھی بڑھیا پھوس ہو گئی ہے۔ پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہو گی؟ غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب وخوشی دریافت کی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور ﷺ ظہر وعصر میں پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو ﴿ عتیاً ﴾ پڑھتے تھے ﴿ یا عسیاً ﴾ (احمد)۔

فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا۔ اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہو گا۔ اللہ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی قدرت والا کام تو تم خود دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴾ یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گزرا ہے جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِـيًّا ۝

کہنے لگے میرے پروردگار میرے لیے کوئی علامت مقرر فرما دے ارشاد ہوا کہ تیرے لیے علامت یہ ہے کہ باوجود بھلا چنگا ہونے کے تو تین راتوں تک کسی شخص سے بول چال نہ سکے گا اب زکریا اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔

گذارش کی کہ کوئی نشانی مقرر ہو: حضرت زکریا اپنے مزید اطمینان اور تشفی قلب کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما۔ جیسے کہ خلیل اللہ نے مردوں کے جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لیے ظاہر فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہو گا بیمار نہ ہو گا لیکن تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی۔ تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔

یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار حمد وثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے۔ ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ ﴿ سویاً ﴾ کے معنی پے در پے کے ہیں۔ یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری زبان دنیوی باتوں سے رکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے مروی ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے چنانچہ سورہ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو۔ ہاں اپنے رب کی یاد بکثرت کرو اور صبح وشام اسکی پاکیزگی بیان کیا کرو۔ پس ان تین دن رات میں آپ کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اشاروں سے اپنا مطلب سمجھا دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں۔ اب آپ اپنے حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت رب نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح وذکر کا آپ کا حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم ہوا۔ لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لیے انہیں اشاروں سے سمجھایا یا زمین پر لکھا انہیں سمجھا دیا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

اے یحییٰ! میری کتاب کو قوت کے ساتھ مضبوطی سے تھام لے اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرما دی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی

بھی وہ پرہیز گار شخص تھا اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ گردن کش اور گنہگار نہ تھا اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔

حضرت یحییٰ کی خوبیاں: بمطابق بشارت ربانی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توراۃ سکھادی جو ان میں پڑھی جاتی تھی اور جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاء دوسروں کو بتلاتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر بچپن کی ہی تھی۔ اسی لیے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن ہی سے کر دیا اور حکم دے دیا کہ حرص اجتہاد کوشش اور قوت کے ساتھ کتاب اللہ سیکھ لے۔ ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم و علم قوت و عزم دانائی اور حلم عطا فرمایا۔ نیکیوں کی طرف بچپن سے ہی جھک گئے اور کوشش و خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے۔ بچے آپ سے کھیلنے کو کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔

حضرت یحییٰ کا وجود حضرت زکریا علیٰہ السلام کے لیے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا۔ جس پر بجز ہمارے اور کوئی قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ "حنان" کا مطلب کیا ہے۔ لغت میں محبت و شفقت رحمت وغیرہ کے معنی میں یہ آتا ہے بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے چھٹپنے سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت و محبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یاحنان یامنان پکارتا رہے گا۔ پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا۔ آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے۔ ساتھ ہی ماں باپ کے فرماں بردار اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی۔ کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوئے۔ کبھی ان کی روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا۔ کوئی سرکشی کوئی نافرمانی کی خو آپ میں نہ تھی۔

تین گھبراہٹ کے اوقات: ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کی اللہ کی طرف سے امن وامان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں۔ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا۔ محشر والے دن بھی علی ھذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑا مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ کو سلامتی ملی۔

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰ کے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصد گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ یہ حدیث مرفوعا اور دو سندوں سے بھی مروی ہے لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ حضرت یحییٰؑ سے فرمانے لگے آپ میرے لیے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت یحییٰ نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں نے تو آپ ہی اپنے اوپر سلام کہا اور آپ پر خود اللہ تعالیٰ نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نبی اللہ کی فضیلت ظاہر ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ

لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾

اس کتاب میں مریمؑ کا بھی واقعہ بیان کر جب کہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مشرقی مکان میں آئیں۔ اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ اسکے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی رب ترس ہے۔ اسے نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔ اس نے کہا بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کے لیے ایک نشان بنادیں گے اور اپنی خاص رحمت۔ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔

حضرت مریمؑ کا واقعہ: اوپر حضرت زکریا کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے پورے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی کو کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ بلکہ اولاد کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں ان کے ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جو نیک کار اور وفا شعار تھے۔ اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ حضرت مریمؑ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں کسی مرد کا ہاتھ تک انہیں نہ لگا تھا اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اولاد عطا فرمائی۔ حضرت عیسیٰؑ جیسا فرزند انہیں دیا جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور روح اللہ اور کلمتہ اللہ تھے۔ پس چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لیے یہاں بھی اور سورہ آل عمران میں بھی اور سورہ انبیاء میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کے بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معائنہ کر لیں۔ حضرت مریمؑ عمران کی صاحبزادی تھیں حضرت داؤدؑ کی نسل میں سے تھی۔ بنو اسرائیل میں یہ گھرانا طیب وطاہر تھا۔ سورہ آل عمران میں آپ کی پیدائش وغیرہ کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لیے دنیوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نذر قبول کر لی اور حضرت مریمؑ کی نشو و نما بہترین طور سے کی۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں ریاضتوں میں اور نیکیوں میں مشغول ہو گئیں۔ آپ کی عبادت و ریاضت زہد و تقوے زبان زد عوام ہو گیا تھا۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش و تربیت میں تھیں جو اس وقت کے بنی اسرائیلی نبی تھے۔ تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے۔ حضرت زکریا پر حضرت مریمؑ علیہ السلام کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے نئی قسم کے بے موسم کے پھل وہاں موجود پاتے۔ دریافت کیا کہ مریمؑ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے۔

اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے ایک ہیں۔ آپ مسجد قدس کی مشرقی جانب گئیں یا تو بوجہ کپڑے آنے کے یا کسی اور سبب سے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مریمؑ صدیقہ بیت المقدس سے مشرق کی طرف گئی تھیں جیسے فرمان اللہ ہے اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرقی رخ نمازیں شروع کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنالیا۔ مروی ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں وہ جگہ یہاں سے دور اور غیر آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا جسے پانی دینے کے لیے آپ گئی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں حجرہ بنالیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت الٰہی میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں واللہ اعلم۔

جبرئیل بشکل انسانی آئے: جب یہ لوگوں سے دور پڑ گئیں اور ان میں اور آپ میں حجاب ہو گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے حضرت جبرئیل کو بھیجا۔ وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿قرآن اَنْزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ الخ میں ہے۔ ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ روز ازل میں جب کہ ابن آدم کی تمام روحوں سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار لیا گیا تھا ان روحوں میں حضرت عیسیٰ کی روح بھی تھی۔ اسی روح کو بصورت انسان اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی قول ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی برا آدمی نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو خوف الٰہی کر میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرہ سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف وہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لیے صاف کہدیا کہ اور کوئی گمان نہ کرو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبرئیل کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آگئے اور کہدیا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔ ﴿ لِاَهَبَ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ يَهَبَ ﴾ ہے ابو عمرو بن علاء جو ایک مشہور معروف قاری ہیں ان کی یہی قرات ہے دونوں قراتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے اور دونوں میں استلزام بھی ہے۔ یہ سن کر مریمؑ صدیقہ کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی ﴿ بَغِيًّا ﴾ سے مراد زناکار ہے۔

جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ ﴿ مَهْرُ الْبَغِيِّ ﴾ زانیہ کی خرچی حرام ہے۔ فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر ٹالا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اللہ اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دیدے وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچہ کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنادے گا۔ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہو گی تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدم کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰؑ کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔

پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ اللہ کی رحمت بنے گا رب کا پیغمبر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے مریمؑ! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریمؑ ہوگا جو دنیا اور آخرت میں آبرودار ہوگا اور ہوگا بھی اللہ کا مقرب۔ وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور ہوگا بھی صالح لوگوں میں سے یعنی بچپن اور بڑھاپے میں اللہ کے دین کی دعوت دے گا۔

مروی ہے کہ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰؑ بولتے تھے اور مجمع میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم اللہ میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرئیل کا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان الٰہی آنحضرت ﷺ سے ہو اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی مریمؑ باعصمت بی بی تھیں۔ ہم نے اسمیں روح پھونکی تھی اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی رُوح پھونک دی۔ پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے واللہ اعلم۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

پس وہ حمل سے ہو گئیں اور اسی وجہ سے وہ یکسو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ پھر دردِ زہ اسے ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا۔ اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھی بھولی بسری ہو جاتی۔

حضرت مریمؑ کھجور کے تنے کے پاس چلی گئیں: مروی ہے کہ جب آپ فرمان الٰہی سن چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرئیلؑ نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس سے انہیں بحکم باری تعالیٰ حمل ٹھہر گیا۔ اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسوسنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی برات پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں۔ کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا۔ ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریاؑ کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی اللہ کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے تئیں اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانا نبی کا گھرانا تھا وہ قدرت الٰہی پر اور صداقت مریمؑ پر ایمان لائیں۔ اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو گی اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہو گیا کیونکہ یہ تعظم الٰہی کے خلاف ہے اس کی جلالت کے شایان شان نہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ خالہ زاد بھائی تھے یہ دونوں خالہ زاد بھائی نہیں تھے بلکہ ماموں بھانجے تھے دونوں ایک ہی وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰؑ کی والدہ اکثر حضرت مریمؑ سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک۔ اسی لیے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا۔ یہ قول غریب ہے ممکن ہے کہ آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو۔ کیونکہ حمل کا الگ ہونے کا اور دردِ زہ کا ذکر ان آیتوں میں "ف" کے ساتھ ہے اور "ف" تعقیب کے لیے آتی ہے لیکن تعقیب ہر چیز کی اسکے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسانوں کی پیدائش کا حال آیت قرآن ﴿ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ** ﴾ میں ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے بصورت نطفہ رحم میں ٹھہرایا پھر نطفے کی پھٹکی بنائی پھر اس پھٹکی کو لوتھڑا بنایا پھر اس لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کیں۔ یہاں بھی وہ جگہ "ف" ہے اور ہے بھی تعقیب کے لیے۔ لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ دونوں میں حالتوں میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿ **اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً** ﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے؟ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے بہت بعد سبزہ اگتا ہے۔ حالانکہ "ف" یہاں بھی ہے پس تعقیب ہر چیز کی اس چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ مثل عادت عورتوں کے اپنے حمل کا زمانہ پورا گزارا۔ مسجد میں ہی مسجد کے خادم ایک صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا انہوں نے جب حضرت مریمؑ کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریمؑ کے زہد و اتقا عبادت و ریاضت رب ترسی اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ برائی دل سے دور کرنی چاہی۔ لیکن

جوجوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا۔ اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریمؑ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا۔ بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا بغیر دانے کے کھیت کا ہونا بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے۔ سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا۔ سب سے پہلے جو کھیتی اللہ تعالیٰ نے اگائی وہ بغیر دانے کے تھی۔ سب سے پہلے اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا وہ بے باپ کے تھے بلکہ بے ماں کے بھی۔ ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریمؑ کو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے۔ اب حضرت صدیقہ نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں۔

امام محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہوگئے تو قوم نے پھبتیاں پھینکنی آواز کسنے اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت اٹھائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں۔ نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں جب درد زہ اٹھا تو آپ ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کا حجرہ تھا۔ یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کے درد لگے۔ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں۔ اس بستی کا نام بیت لحم تھا۔ پہلے معراج کے واقعہ کے بیان میں ایک حدیث گزری ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی جگہ بھی بیت لحم تھا واللہ اعلم۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو۔ اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں۔ کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے جانتی تھیں کہ کوئی انہیں سچا نہ کہے گا۔ ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص من گھڑت سمجھے گا دنیا آپ کو پریشان کر دے گی اور عبادت واطمینان میں خلل پڑے گا۔ ہر شخص برائی سے یاد کرے گا اور لوگوں پر برا اثر پڑے گا۔ تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اٹھالی جاتی بلکہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ کی جاتی۔ اس قدر شرم وحیا دامن گیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کہ کاش کہ میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اتری ہوئی چیز ہو جاتی کہ نہ کوئی یاد کرے نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے۔ حدیثوں میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے۔ ہم نے ان روایتوں کو آیت ﴿ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا ﴾ الخ کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ﴿۲۶﴾ۚ

اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور اس درخت کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تو یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔ اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے رب رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔

حضرت مریمؑ کیلئے انعامات خداوندی: ﴿ مِنْ تَحْتِهَا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ مَنْ تَحْتَهَا ﴾ بھی ہے۔ یہ خطاب کرنے والے حضرت جبرئیلؑ تھے۔ حضرت عیسیٰ کا تو پہلا کام وہی تھا جو اپنے اپنی والدہ کی برات و پاکدامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبرئیلؑ نے یہ تشفی دی تھی۔ یہ قول بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ نے ہی کہی تھی۔ آواز آئی کہ غمگین نہ ہو تیرے قدموں تلے تیرے رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم پی لو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت عیسیٰ ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا

ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس میں سے تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھلدار تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپکے ہلاتے ہی اس میں سے قدرت اللہ تعالیٰ سے کھجوریں جھڑنے لگیں۔ کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت دیدی۔ فرمایا کھاپی اور دل کو مسرور رکھ۔

حضرت عمرو بن میمونؒ کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لیے تر کھجوروں اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ کھجور کے درخت کا اکرام کرو۔ یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم پیدا ہوئے تھے۔ اس کے سوا اور کوئی درخت نر مادہ مل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کی ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی۔ کوئی درخت اس سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک مرتبے والا نہیں۔ اسی لیے اس کے نیچے حضرت مریمؑ کو اتارا۔ یہ حدیث بالکل منکر ہے ﴿ تُسقطُ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ تسّاقطُ ﴾ اور تسقط بھی ہے۔ مطلب تمام قراتوں کا ایک ہی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ کسی سے بات نہ کرنا اشارے سے سمجھا دینا کہ میں آج روزے سے ہوں۔ یا تو مراد یہ ہے کہ انکے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس دو شخص آئے ایک نے سلام کیا دوسرے نے نہ کیا۔ آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریمؑ کے لیے ہی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنی منظور تھی اس لیے اسے عذر بنا دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمن ابن زیدؒ کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟ میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کونسا عذر پیش کر سکوں گی ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسیاً منسیاً ہو گئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے کہا اماں! آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نمٹ لوں گا۔ آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج آپ نے چپ رہنے کی نذر کر لی ہے۔

فَأَتَتْ بِهِۦ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُۥ ۖ قَالُوا۟ يَٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّى عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِىَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِى نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِى مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَتِى وَلَمْ يَجْعَلْنِى جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

اب حضرت عیسیٰؑ کو لیے ہوئے وہ اپنی قوم کے پاس آئیں سب کہنے لگیں مریمؑ نے تو بڑی بری حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ مریمؑ نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں۔ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے۔ اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔ اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا سلام ہی سلام ہے۔

مریمؑ عیسیٰ کو لے کر آئیں: حضرت مریمؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا۔ اور اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریم تو نے تو بڑا ہی برا کام کیا۔ نوف بکالیؒ کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریمؑ کی جستجو میں نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کہیں انہیں کھوج ہی نہ ملا۔ راستے میں ایک چرواہا ملا۔ اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں اس جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں اور میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ اس طرف ایک نور نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کی نشان دہی پر جا رہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسیٰؑ کی والدہ بچے کو لیے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں۔ انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان سبھوں نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون کی نسل سے تھیں یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی سی عبادت و ریاضت حضرت مریمؑ صدیقہ کی تھی۔ اس لیے انہیں ہارون کی بہن کہا گیا۔ کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لیے لوگوں نے طعن کی راہ سے انہیں اس کی بہن کہا۔

ہارون کی بہن کیوں کہا: ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ہارون و موسیٰ کی وہی سگی بہن ہیں جنہیں حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے جب حضرت موسیٰؑ کو پیٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گزرے۔ یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہی نبی ہوئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لیے کہ مجھ میں اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں گزرا۔ پس اگر محمد بن کعبؒ قرظی کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارون کی سگی بہن تھیں ٹھیک ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمان اور حضرت داؤدؑ سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤدؑ حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ﴾۔ ان آیتوں میں حضرت داؤدؑ کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے۔ اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسیٰؑ کے بعد کا واقعہ ہے۔ انہیں جو غلطی لگی ہے اس کی وجہ توراۃ کی وہ عبارت ہے جس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب مرا اس وقت مریمؑ بنت عمران نے جو موسیٰؑ اور ہارون کی بہن تھیں دف پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ترانے بلند کئے آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں۔ اس عبارت سے قرظیؒ نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی بہن کا نام بھی مریمؑ ہو۔ (لیکن یہ کہ یہی مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کی ماں تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ محض ناممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں کا نام ایک ہو ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں تو عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں ولیوں کے نام پر اپنے نام رکھتے تھے۔

مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ نے نجران بھیجا۔ وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم ﴿ یٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ تو عیسیٰؑ سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ مجھ سے تو کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب میں مدینہ واپس آیا اور حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے انہیں اسی وقت کیوں نہ جواب دیا کہ وہ لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولادوں کے نام برابر رکھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت کعبؓ نے کہا تھا کہ یہ ہارون موسیٰؑ کے بھائی ہارون نہیں۔ اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر تم نے رسول اللہ سے کچھ سنا ہو تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہو گئیں۔ اس تاریخ میں ہمیں

قدرے تامل ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت مریمؑ کا گھرانا اوپر سے ہی نیک صالح اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثتہً چلی آ رہی تھی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض گھرانے اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر چلن ہو گیا تھا۔ یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون کا جنازہ نکلا ہے تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے

حضرت عیسیٰ بولے: الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہو گئی؟ تم تو نیک کوکھ کی بچی ہو۔ ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانا پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ کڑوی کسیلی باتیں سن کر آپ نے حسب فرمان اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو۔ ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیسا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے۔ بھلا گود کے بچے سے ہم کیا پوچھیں گے اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اٹھے کہ لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا ایک غلام ہوں۔ سب سے پہلا کلام حضرت عیسیٰؑ کا یہی ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اولاد سے پاک بتلایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی۔ پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس میں اپنی والدہ کی برات بیان کی بلکہ دلیل بھی دیدی کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرما دی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنا رہے تھے آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر انکی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا۔ کہتے ہیں کہ اس قول کے وقت آپ کی انگلی اٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔ عکرمہؒ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں اسی وقت آپ کو یاد تھی سب سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں۔ میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا انہیں نفع پہنچانے والا ہوں۔ ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کسی عمل کے اعلان کی اجازت ہے؟ فرمایا بھلی بات کہنے اور بری بات کے روکنے کی اس لیے کہ یہی اصل دین ہے اور یہی انبیاء اللہ کا ورثہ ہے۔ یہی کام ان کے سپرد ہوتا رہا۔ پس اجماعی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا ہے۔ جہاں بیٹھتے اٹھتے آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا کبھی اللہ کی باتیں پہنچانے سے نہ رکتے۔ فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز و زکوٰۃ کا پابند رہوں۔ یہی حکم ہمارے نبی ﷺ کو ملا۔ ارشاد ہے ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ۔ پس حضرت عیسیٰؑ نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری لمحے تک لکھ دیئے ہیں

(اس سے تقدیر کا ثبوت اور منکرین تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے) رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ملا ہے۔ عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں۔ جیسے آیت ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ اور آیت ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ﴾ میں۔ اس نے مجھے گردن کش نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بدبخت بن جاؤں۔ کہتے ہیں کہ جبار و شقی وہ ہے جو غصے میں آکر خونریزی کرے۔ فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بدبخت اور گردن کش ہو۔ بدخلق وہی ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور بننے والا ہو۔

مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی مبارک ہے وہ پیٹ جس میں تو نے پرورش پائی اور مبارک وہ سینہ جس نے تجھے دودھ پلایا۔ آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی اور سرکش اور بدبخت نہ بنا۔ پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے دن میں مجھ پر سلامتی ہے۔ اس سے بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوق اللہ تعالیٰ ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے پھر موت کا مزہ بھی چکھیں گے پھر قیامت کے دن دوبارہ اٹھیں گے بھی۔ لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور کٹھن ہیں۔ آپ پر آسان اور سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہو

گی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سراسر سلامتی ہی سلامتی ﴿ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ ﴾

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾

یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریمؑ کا یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک شبہ میں مبتلا ہیں۔ اولاد اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں وہ تو بالکل پاک ذات ہے وہ تو جب کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ میرا اور تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب کا اسی کی عبادت کیا کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے پس کافروں کے لیے ویل ہے اس بڑے دن کے آجانے سے۔

حضرت عیسیٰؑ کا اصل واقعہ یہی ہے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ میں جن لوگوں کا اختلاف تھا ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرما دی۔ قول کی دوسری قرات قولُ بھی ہے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں ﴿ قَالَ الْحَقَّ ﴾ ہے۔ قول کا رفع زیادہ ظاہر ہے۔ جیسے ﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ الخ میں یہ بیان فرما کر کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اس کے بندے پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل ظالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پاک اور دور ہے۔ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے ادھر حکم ہوا ادھر چیز تیار موجود ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی مثال رب تعالیٰ کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت وہ ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہیئے حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا ہوں یہی ہے اسکی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے۔ یہ فرمان بھی آپ کا ماں کی گود سے ہی تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت رکھی اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود اللہ تعالیٰ ہے یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ اللہ کا لڑکا ہے۔ کسی نے کہا تین معبودوں میں سے ایک ہے۔ ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ یہ قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم رب تعالیٰ کی ہے۔

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے۔ ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں مختلف ہوئے۔ ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا۔ جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا۔ اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا! اب دو نے

تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے۔ اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جو رہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو! اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں۔ ایک تو اللہ جو معبود ہیں۔ دوسرے یہی معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے علیہم لعائن اللہ۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے۔ ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب جوت اچھلا۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبالیا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔

مسیحیوں نے دین عیسیٰ بدل دیا: اکثر مورخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا۔ آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مختلف الخیال تھے۔ سو کچھ کہتے تھے تو ستر اور ہی کچھ کہتے تھے۔ پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا۔ ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو ساٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف کثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرف داری کی جائے۔ پس اس کی پالیسی نے اسی طرف متوجہ کر دیا اور اس نے باقی سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لیے امانت کبری کی رسم ایجاد کی جو دراصل سب سے زیادہ پاجیانہ خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں ان میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں قانوناً رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب چاروں طرف کنیسے گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علماء کو بٹھانے اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نو پیدہ مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں جزیرہ میں روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے۔ اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰؑ سولی پر چڑھ گئے۔ حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر اٹھا لیا ہے یہ ہے عیسائی مذہب اختلاف کی ہلکی سی مثال۔

ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھیں اسکی اولادیں اور شریک وساجھی ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پالیں لیکن اس عظیم الشان دن ان کی ہلاکت انہیں ہر چہار طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو جلدی عذاب نہ کرے لیکن بالکل چھوڑتا بھی نہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسکی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے آیت قرآن ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ تلاوت فرمائی یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے۔ جب وہ کسی ظلم سے آلود بستی کو پکڑتا ہے یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے۔

بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ناپسندیدہ باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔ خود قرآن فرماتا ہے ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ ﴾ بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کا ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا۔ آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھیں۔ انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔

یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہو گی۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی

گواہی دے کہ اللہ ایک ہی ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوالائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے حضرت مریمؑ کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

وقف لازم ۔ ع ۵ ۔ ۲

کیا خوب دیکھنے سننے والے ہوں گے اس دن جب کہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے لیکن آج تو یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں تو انہیں اس رنج و افسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا۔ اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے۔ خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ ہماری طرف لوٹا کر لائے جائیں گے۔

ظالم روز قیامت سب کچھ سنیں گے: ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بند کیے ہوئے اور کانوں میں کارک لگائے ہوئے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی اور کان بھی خوب کھل جائیں گے جیسے فرمان اللہ تعالیٰ ہے ﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا ﴾ کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھا سنا الخ۔

پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا نہ حسرت و افسوس کرنا نہ واویلا کرنا۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لے کر دین اللہ کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت و افسوس نہ کرنا پڑتا۔ اس دن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے جبکہ تمام کام فیصل کر دیئے جائیں گے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس حسرت و ندامت کے سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں بلکہ ایمان و یقین بھی نہیں رکھتے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑ ے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے۔ دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہوگا اور وہ بھی یہی جواب دیں گے اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت تمہارے لیے ہیشگی ہے موت نہیں اور اے اہل جہنم تمہارے لیے بھی ہیشگی ہے اور موت نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ ﴾ الخ تلاوت فرمائی اور آپ ﷺ نے اشارہ کیا اور فرمایا اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں (مسند احمدؒ) ابن مسعودؓ نے ایک واقعہ مطوّل بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہو گا وہ دن ہی حسرت و افسوس کا ہے جہنمی اپنے جنتی گھر کو دیکھ رہا ہو گا اور اس سے کہا جاتا ہو گا کہ اگر تم نیک عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی وہ حسرت و افسوس کرنے لگیں گے۔ ادھر جنتیوں کو ان کا جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب ہیشگی کی آواز لگا دی جائیگی اس وقت جنتی تو اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اس قدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے یہ وقت حسرت بھی ہو گا اور کام کے خاتمے کا وقت بھی یہی ہو گا۔ پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے

چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ الخ پھر بتلایا کہ خالق مالک متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب کچھ فانی ہے باقی صرف اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ ہی ہے۔ کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعوے دار بجز اس کے نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عبدالحمید ابن عبدالرحمنؒ کو کوفے میں خط لکھا جس میں لکھا حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر فنا لکھدی ہے۔ سب کو اسکی طرف پہنچنا ہے۔ اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کرا رہا ہے لکھدیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں ان کا وارث وہی ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِیْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کر۔ بیشک وہ بڑی راستی والے پیغمبر تھے۔ جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔ میرے مہربان باپ آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی ماننے میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آ جائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ اباجی مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی اللہ کا عذاب نہ آ پڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

حضرت ابراہیم کی باپ کے ساتھ گفتگو: مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل اللہ کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی خود حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ بیان کیجئے۔ اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرستی سے روکا۔ صاف کہا کہ کیوں ان بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نہ نفع پہنچا سکیں نہ ضرر۔ فرمایا کہ میں بے شک آپ کا بچہ ہوں۔ لیکن اللہ کا علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو راہ راست دکھاؤں گا برائیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا۔ اباجی یہ بت پرستی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سمجھاتا ہے اور وہی اس سے خوش ہوتا ہے۔ جیسے سورہ یسین میں ہے ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے انسانو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ﴾ یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں۔ دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے مخالف ہے اسکی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے اسی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے اگر تو نے بھی اسکی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر تجھے بھی پہنچا دے گا۔ اباجان آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب نہ آ جائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور اللہ کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ نہ

جائے۔ دیکھو شیطان خود بے کس بے بس ہے اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچادے گی۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ یعنی یہ یقینی اور قسمیہ بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالیاں انہیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کام کچھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تم ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہے ہو سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔ کہا اچھا تم پر سلام ہو۔ میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔ وہ مجھ پر حد درجے مہربان ہے میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں صرف اپنے پروردگار کو ہی پکارتا رہوں گا مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا۔

باپ کا جہالت بھرا جواب: حضرت ابراہیم کے اس طرح سمجھانے پر انکے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم! تو میرے معبودوں سے بیزار ہے انکی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا اور انہیں برا کہتا رہا اور ان کی عیب جوئی اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ۔ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جائے ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لیے گیا گزرا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ کیونکہ آپ میرے والد ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے بھڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام۔ اور آیت میں ہے لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ تم کو سلام ہو ہم جاہلوں کے درپے نہیں ہوتے۔ پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان واخلاص کی ہدایت کی۔ مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے۔ اسی وعدے کے مطابق آپ ان کے لیے بخشش طلب کرتے رہے۔ شام کی ہجرت کے بعد بھی مسجد حرام بنانے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو۔ آپ ہی کی اقتداء میں پہلے پہلے مسلمان بھی ابتداء اسلام کے زمانے میں اپنے قرابتدار مشرکوں کے لئے طلب بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم قابل اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں۔

اور آیت میں فرمایا ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴾ یعنی نبی کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لیے استغفار نہ کرنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ ابراہیم کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے۔ ابراہیم تو بڑے ہی رب دوست اور حلم والے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور

تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں۔ میں صرف رب واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔ واقعہ بھی یہی ہے۔

یہاں پر لفظ عسٰی یقین کے معنوں میں ہے اس لیے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بعد سید الانبیاء ہیں ﷺ۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾

جب ابراہیم ان سب کو اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انھیں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے۔ اور دونوں کو نبی بنا دیا اور ان سب کو ہم نے اپنی بہت سی رحمتیں عطا فرمائیں اور ہم نے ان کے ذکر جمیل کو بلند درجے کا کر دیا۔

ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا ہوئے: خلیل اللہ ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم و ملک کو دین الٰہی پر قربان کر چکے سب سے یکسو ہو گئے۔ اپنی برات اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو اللہ نے ان کی نسل جاری کر دی۔ آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہوئے اور حضرت اسحٰق کے ہاں حضرت یعقوبؑ ہوئے جیسے فرمان ہے ﴿ وَ يَعْقُوبَ نَافِلَةً ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوبَ ﴾ یعنی اسحاق کے پیچھے یعقوبؑ۔ پس حضرت اسحٰق حضرت یعقوبؑ کے والد تھے۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت ﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ ﴾ میں صاف لفظ ہیں کہ حضرت یعقوب نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اسی اللہ کی جس کی عبادت آپ کرتے رہے اور آپ کے والد ابراہیم اسمٰعیل اور اسحاق۔

پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نسل جاری رکھی بیٹا دیا بیٹے کے ہاں بیٹا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف بھی نبی بنائے گئے تھے۔ ان کا ذکر یہاں نہیں کیا۔ اس لئے کہ حضرت یوسف کی نبوت کے وقت خلیل الرحمن زندہ نہ تھے۔ یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحاق و یعقوب کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی۔ اس لئے اس احسان کا ذکر بیان فرمایا رسول اللہ ﷺ سے جب سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ ابن اسحاق نبی اللہ ابن ابراہیم نبی اللہ و خلیل اللہ۔ اور حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم ہیں علیہم الصلوۃ والسلام۔ ہم نے انھیں اپنی بہت ساری رحمتیں دیں اور ان کا ذکر خیر اور ثناء جمیل کو دنیا میں ان کے بعد بلندی کے ساتھ باقی رکھا۔ یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں۔ ﴿ فَصَلَوٰةُ اللهِ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ۚ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اس قرآن میں موسیٰؑ کا ذکر بھی کر جو چنا ہوا اور رسول اور نبی تھا۔ ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور راز گوئی کرتے ہوئے ہم نے اسے قریب کر لیا۔ اور اپنی خاص مہربانی سے اسکے بھائی کو نبی بنا کر عطا فرمایا۔

حضرت موسیٰ کا ذکر: اپنے خلیل کا بیان فرما کر اب اپنے کلیم کا بیان فرماتا ہے ﴿ مُخْلَصًا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ مُخْلِصًا ﴾ بھی ہے یعنی وہ با اخلاص عبادت کرنے والے تھے۔ مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ ہمیں بتلایئے کہ

مخلص شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو محض اللہ کے لئے عمل کرے اسے اس بات کی چاہت نہ ہو کہ لوگ میری تعریفیں کریں دوسری قرات میں ﴿ مُخْلَصًا ﴾ ہے یعنی اللہ کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ تھے علیہ الصلوۃ والسلام۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿ اِنِّيْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ ﴾ آپ ﷺ کے نبی اور رسول تھے۔ پانچ بڑے بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں یعنی نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور محمد ﴿ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ وَ عَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ نے انھیں مبارک پہاڑ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپؑ آگ کی تلاش میں طور کی طرف یہاں آگ دیکھ کر بڑھے تھے۔

ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں اس قدر قریب ہوگئے کہ قلم کی آواز سننے لگے۔ مراد اس سے توراۃ لکھنے کی قلم ہے۔ سدیؒ کہتے ہیں آسمان میں گئے اور کلام باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ! جبکہ میں تیرے دل کو شکر گزار اور تیری زبان کو اپناذکر کرنے والی بنادوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی۔ اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر ان کی امداد کے لیے ان کے ساتھ کر دیا۔ جیسے کہ آپ کی چاہت اور دعا تھی۔ فرمایا تھا ﴿ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ ﴾ اور آیت میں ہے

﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴾ موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کر دیا۔ آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں فارسل الی ھارون الخ ہارون کو بھی رسول بنا الخ۔ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اس سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی۔ حضرت ہاورن حضرت موسیٰ سے بڑے تھے ﴿ صَلٰوةُ اللّٰهِ وَ سَلَامُه عَلَيْهِمَا ﴾

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر بھی بیان کر. وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا رہتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔

حضرت اسماعیل سچے وعدے والے تھے: حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا ذکر خیر بیان ہو رہا ہے۔ آپ سارے حجاز کے باپ ہیں۔ جو نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے ہر حق ادا کرتے تھے۔ ہر وعدے کی وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آپ کو ملونگا وہاں آپ آجانا حسب وعدہ حضرت اسمٰعیل وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا۔ آپ اس کے انتظار میں وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ایک دن رات پورا گزر گیا۔ اب اس شخص کو یاد آیا۔ اس نے آکر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں۔ پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر میں آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا تھا۔ اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گزر چکا تھا۔

ابن شوذب کہتے ہیں کہ وہیں مکان کر لیا تھا۔ عبد اللہ بن ابوالحمسا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی واپس آتا ہوں۔ پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری دوسرا دن بھی گزر گیا تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔

میں آج تین دن سے یہیں تمہارا انتظار کر تارہا (خرائطی)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے بوقت ذبح کیا تھا کہ اباجی! آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدے کی وفا کی اور صبر و سہار سے کام لیا۔ وعدے کی وفا نیک کام ہے اور وعدہ خلافی بہت بری چیز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ایمان والو! وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی غضبناک کی ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ وعدہ اخلافی امانت میں خیانت ان آفتوں سے مومن الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل میں تھی اور یہی پاک صفت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھی۔ کبھی کسی سے وعدے کا خلاف آپ نے نہیں کیا۔

آپ نے ایک مرتبہ ابوالعاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ اس نے مجھ سے کیا پورا کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے تخت خلافت نبوی پر قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے لیے تیار ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لیے موجود ہوں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپیں بھر کر دونگا۔ حضرت صدیق اکبر کے پاس جب بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابر کو بلوا کر فرمایا لو لپ بھر لو۔ آپ کی لپ میں پانچ سو درہم آئے۔ حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ سو درہم لے لو۔ پھر حضرت اسمٰعیل کا رسول و نبی ہونا بیان فرمایا۔ حالانکہ حضرت اسحٰق کا صرف نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کو پسند فرمایا۔ پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صابر تھے اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے۔ یہی فرمان اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ اپنی اہل و عیال کو نماز کا حکم کرتا رہ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب کرنے والے فرشتے رحم سے خالی زور آور اور بڑے سخت ہیں۔ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا وہ خلاف کریں۔ بلکہ جو ان سے کہا گیا کہ اسی کی تابعداری میں مشغول ہیں۔ پس مسلمانوں کو حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ اپنے گھر بار کو اللہ تعالیٰ کی باتوں کی ہدایت کرتے رہیں گناہوں سے روکتے رہیں یونہی بے تعلیم نہ چھوڑیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس مرد پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لیے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے۔ اور اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر اسے نیند سے بیدار کرتا ہے۔ اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتی ہے پھر اپنے میاں کو جگاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا ڈالتی ہے (ابوداؤد و ابن ماجہ)۔ آپ کا فرمان ہے کہ جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی نماز کی ادا کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں عورتوں میں دونوں کا نام لکھ لیے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کر وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا۔ ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

حضرت ادریس کو بلند مرتبہ ملا: حضرت ادریس کا بیان ہو رہا ہے کہ آپ سچے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے۔ آپ کو

ہم نے بلند مکان پر اٹھالیا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس سے ملاقات کی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریر نے ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت کعب سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریس کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں۔ اس پر آپ کو خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں۔ جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا کہ میرے پاس یوں وحی آئی ہے اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں۔ اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں پر بٹھا کر آسمان پر چڑھادیا۔ جب چوتھے آسمان پر آپ پہنچے تو ملک الموت کو دیکھا۔ فرشتے نے آپ سے حضرت ادریس کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مجھے ابھی حکم ہوا کہ ادریس کی روح چوتھے آسمان پر قبض کر۔ میں فکر مند تھا کہ وہ زمین پر اور مجھے یہاں اس آسمان پر اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کرلی گئی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کعب کا یہ بیان اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کے بعض میں نکارت ہے واللہ اعلم۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتہ کے پچھوایا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے کہ فرشتہ کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ لوں۔ دیکھ کر فرمایا صرف ایک آنکھ کی پلک کے برابر۔ اب جو فرشتہ اپنے پر تلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریس کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ درزی تھے۔ سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے۔ مجاہد تو کہتے ہیں کہ حضرت ادریس آسمانوں پر چڑھا لیے گئے آپ مرے نہیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح بے موت اٹھا لیے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ سے بروایت عوفی مروی ہے کہ چھٹے آسمان پر اٹھا لیے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ حسن وغیرہ کہتے ہیں بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾

السجدة

یہی ہیں وہ انبیاء جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں چڑھالیا تھا اور اولاد ابراہیم و یعقوب ہے اور ہماری طرف سے راہیافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے۔ انکے سامنے جب رب رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے تھے۔

انبیاء پر اللہ کا فضل ہوا: فرمان اللہ تعالیٰ ہے کہ یہ ہے جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورۃ میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف استطراد ہے۔ یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس صلوات اللہ وسلامہ علیہ اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کر دیئے گئے تھے۔ اس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ ہیں اور ذریت ابراہیم سے مراد حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں علیہم السلام۔ یہی قول ہے حضرت سدی اور ابن جریر کا۔ اسی لیے ان کے نسب جدا گانہ بیان فرمائے گئے۔

انبیاء کی نسل: گو اولاد آدم میں سب ہیں مگر ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان بزرگوں کی نسل سے نہیں جو حضرت نوح کے ساتھی تھے۔ کیونکہ حضرت ادریس تو حضرت نوح علیہ اسلام کے دادا تھے۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح کے اوپر کے نسب میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ادریسؑ ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس بھی بنی اسرائیل کے نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس کا بھی حضور سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابرہیم اور حضرت آدم علیہما السلام نے کہا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت ادریس حضرت نوح سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ لا الہ الا اللہ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو۔ لیکن انھوں نے اس کا انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیاء کے لیے قرار دیا ہے۔

اس کی دلیل سورہ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰق حضرت یعقوب حضرت نوح حضرت داؤدؑ حضرت سلیمان حضرت یوسف حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰؑ حضرت الیاس حضرت اسماعیل حضرت یسع حضرت یونس علیہم السلام وغیرہ کا ذکر اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ تو بھی ان کی ہدایت کی اقتدا کر۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت مجاہد نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤدؑ بھی مقتدا نبیوں میں سے ہیں۔ فرمان ہے کہ ان پیغمبروں کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین کو سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے ہوئے روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اسی لیے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تاکہ ان پیغمبروں کی اقتدا اور اتباع ہو جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریمؑ کی تلاوت کی اور جب اس آیت پہ پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا ﴿۶۰﴾

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ بجز ان کے جو توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

نااہل جانشین: نیک لوگوں کا خصوصاً انبیا کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جو حدود الٰہی کے محافظ نیک اعمال کے نمونے بدیوں سے بچتے تھے۔ اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نمازوں تک سے بے پروا بن گئے۔ اور جب نماز جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واجبات کی وہ کیا پروا کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے اور تمام اعمال سے افضل و بہتر ہے۔ یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ دنیا کی زندگی پر اطمینان سے رنجھ گئے۔ انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہو گا بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے۔ اسی لیے امام احمد اور بہت سے سلف خلف کا مذہب ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے۔

نماز چھوڑنا کیسا گناہ ہے: کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے کے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں فرق نماز کا ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ اس مسئلہ کو بسط سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں۔ یا نماز کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے کہیں نمازوں میں سستی کرنے والوں کے عذاب کا بیان ہے کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے کہیں محافظت کا۔ آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کا چھوڑ دینا اور نہ چھوڑنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا۔ ان کا ضائع کرنا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے اور ان کا ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جبکہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے۔ اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے۔

عطاء بن ابورباح بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہونگے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں ہی اچھل کود کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے۔ پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں۔ مومن منافق اور فاجر۔

راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کرے گا۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ اصحاب صفہ کے لیے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد وعورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں یہ نشے پینے والے نمازیں چھوڑنے والے شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے عشاء کی نمازوں کی وقت سو جانے والے کھانے پینے میں مبالغہ اور تکلف کر کے پیٹو بن کر کھانے والے جماعتوں کو چھوڑنے والے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔

ابو اشہب عطاردی فرماتے ہیں حضرت داودؑ پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیاد کھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مومنوں سے لڑیں۔ جھگڑیں گے۔ ﴿ غَيًّا ﴾ کے معنے خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ﴿ غَيٌّ ﴾ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا سنو حضور نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال

تک تو جہنم کی تہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غی اور اثام میں پہنچے گا۔ غی اور اثام جہنم کے نیچے کے دو کنویں ہیں جہاں جہنمیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔ ﴿ غَیٌّ ﴾ کا ذکر آیت ﴿ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ میں ہے اور اثام کا ذکر آیت ﴿ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ میں ہے۔ اس حدیث کو فرمان رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے پھر فرماتا ہے ہاں جو ان کاموں سے توبہ کر لے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اس کی عاقبت سنوار دے گا اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا۔ توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے بے گناہ۔ یہ لوگ جو نیکیاں کریں ان کے اجر انہیں ملیں گے۔ کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں پر کوئی پکڑ نہ ہوگی یہ ہے کرم اس کریم کا اور یہ ہے حلم اس حلیم کا کہ توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے ناپید کر دیتا ہے۔ سورہ فرقان میں گناہوں کا ذکر فرما کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استثناء کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور و رحیم ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

ہیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ رب مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہی ہے وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لیے وہاں صبح شام ان کا رزق ہوگا یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔

جن جنتوں کے مؤمن وارث ہونگے: جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشگی والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے۔ ان جنتوں کو انھوں نے دیکھا نہیں۔ لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انھیں ان پر ایمان و یقین ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آکر ہی رہیں گے۔ نہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے۔ یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے ﴿ مَاْتِیًّا ﴾ کے معنے ﴿ اٰتِیًا ﴾ کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آ ہی گیا جیسے کہتے ہیں کہ مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامت کی دھوم ہوگی چو طرف سے اور خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی۔ جیسے سورہ واقعہ میں ہے ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ وہاں کوئی بے ہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے یہ استثناء منقطع ہے۔

صبح شام پاک طیب عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلا تکلف و تکلیف بے مشقت و زحمت چلی آئیں گی۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے۔ نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جنتی پہچان لیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے نہ وہاں انھیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ۔ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا بخور خوشبودار اگر ہوگا ان کے پسینے مشک بو ہوں گے۔ ہر ایک جنتی مرد کی دو بیویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کے پنڈے کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی نلی کا گودا تک باہر سے نظر آئے۔ ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہوگی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے۔ کوئی اختلاف یا آپس میں نہ ہوگا۔ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں گزرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شہید لوگ اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے سے پاس سرخ رنگ

قبوں میں ہیں۔ صبح شام روزی پہنچائے جاتے ہیں (مسند)

پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لیے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لیے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ چنانچہ ایک غریب منکر حدیث میں ہے کہ صبح شام کا کیا ٹھیکہ ہے رزق تو بے شمار ہر وقت موجود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جن میں ادنی درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ نعمتوں والی جنتیں انھیں ملیں گی جو ظاہر باطن اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے جن کی ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ کے شروع میں بیان ہوئی ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارث فردوس بریں ہیں جن کے لیے دوامی طور پر جنت الفردوس اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔ (اے اللہ! ہمیں بھی تو اپنی رحمت کاملہ سے فردوس بریں میں پہنچا آمین)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے۔ ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کیا کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟

فرشتے اللہ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے: صحیح بخاری میں ہے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل سے فرمایا آپ جتنا آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کے آنے میں بہت تاخیر ہوگئی جس سے حضور غمگین ہوئے۔ پھر آپ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ روایت ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے۔ جب آئے تو حضور نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پس گویا یہ آیت ﴿ وَالضُّحٰى ﴾ کی آیت جیسی ہے۔

کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی۔ جب ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا میرا شوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا اس سے کسی قدر زیادہ شوق خود مجھے آپ کی ملاقات کا تھا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا مامور اور پابند ہوں وہاں سے جب بھیجا جاؤں تب ہی آسکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی۔ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے آنے میں دیر لگائی۔ پھر جب آئے تو حضور نے رک جانے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کتروائیں انگلیاں اور پوریاں صاف نہ رکھیں مونچھیں پست نہ کرائیں مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آسکتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کر لو آج وہ فرشتہ آرہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔ ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ یعنی دنیا و آخرت اور اس کے درمیان

کی یعنی دونوں نفخوں کے درمیان کی چیزیں بھی اسی کی تملیک کی ہیں۔ آنے والے امور آخرت اور گزر چکے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش نہیں کیا نہ اس کی یہ صفت۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴾ قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لے نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہے نہ ناخوش۔

ابن ابی حاتم میں ہے آپ فرماتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم اللہ تعالیٰ کی عافیت کو قبول کر لو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا بھولنے والا نہیں۔ پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا آسمان و زمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک مدبر متصرف وہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو ٹال سکے تو اسی کی عبادتیں کئے چلا جا اور اسی پر جما رہ۔ اس کا مثیل شبیہ ہمنام ہم پلہ کوئی نہیں۔ وہ بابرکت ہے وہ بلندیوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں جل جلالہ۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

انسان کہہ رہا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تیرے پروردگار کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے ہم پھر ہر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو رب رحمٰن سے بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے ہم انہیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے پورے سزاوار ہیں۔

اللہ کی قسم محشر بپا ہوگا: بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا وہ قیامت کا اور اس دن کی دوسری اور نئے سرے کی زندگی کا حال سن کر سخت تعجب کرتے تھے جیسے قرآن کا فرمان ہے ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ﴾ یعنی اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ سورۂ یسین میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سڑ گل گئی ہیں کون زندہ کر دے گا؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ خالق حقیقی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے۔ یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا۔ شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر جب کچھ نہ تھا تب تو اللہ تعالیٰ اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا تو اب جبکہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتداء آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر۔ جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ لائق نہ تھا۔ مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی

لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرا ابتدا کی اعادہ نہ کرے گا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتداء بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اس کا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ کہتا ہے میری اولاد ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی اور۔ مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انھیں بھی جمع کروں گا پھر انھیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں گھٹنوں گر پڑیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ﴾ ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا جب تمام اول آخر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیں گے ان کے رئیس و امیر اور بدیوں اور برائیوں کے پھیلانے والے ان کے یہ پیشوا انھیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انھیں اللہ تعالیٰ کے گناہوں کی طرف مائل کرنے والے علیحدہ کر لیے جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ﴾ جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکار کھا تھا تو انھیں دگنا عذاب کر پھر خبر کا خبر پر عطف ڈال کر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ عذابوں کا اور جہنم کی آگ کا سزاوار کون کون ہے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا ﴿ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصل شدہ امر ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

ہر ایک جہنم پر سے گذرے گا: مسند امام احمد بن حنبل کی ایک غریب حدیث میں ہے ابو سمیہ فرماتے ہیں جس ورود کا اس آیت میں ذکر ہے اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مومن اس میں داخل نہ ہوں گے کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے لیکن پھر بسبب اپنے تقوے کے نجات پا جائیں گے۔ میں نے (حضرت) جابر سے مل کر اس بات کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وارد تو سب ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں گے ہر ایک نیک بھی اور ہر ایک بد بھی لیکن مومنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر تھی یہاں تک کہ اس ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگے گی۔ پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور ہمارا ورود تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم وہیں سے گزر کر تو آرہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت آگ ٹھنڈی کر دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے روئیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آیت ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ ﴾ یاد آگئی اور رونا آگیا مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں۔ اس وقت آپ بیمار تھے۔ حضرت ابو میسرہ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کے لیے جاتے تو رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے دھونے کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ ایک بزرگ شخص نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گزرنا ہے؟

انھوں نے جواب دیاہاں یقیناً معلوم ہے۔ پھر پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہو جاؤ گے؟ انھوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر ہمارے لیے ہنسی خوشی کیسی؟ یہ سن کر جب سے لے کر موت کی گھڑی تک ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔ نافع بن ازرق حضرت ابن عباس کا اس بارے میں مخالف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ. اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ ﴾ پیش کر کے فرمایا دیکھو! یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ﴾ اور فرمایا بتلاؤ فرعون اپنی قوم کو جہنم میں لے جائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کر لے کہ ہم اس میں داخل تو ضرور ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالے گا۔ اس لیے کہ تو اس کا منکر ہے۔ یہ سن کر نافع کھسیانہ ہو کر ہنس دیا۔ یہ نافع خارجی تھا اس کی کنیت ابوراشد تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت ﴿ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ بھی پڑھی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْنِىْ مِنَ النَّارِ سَالِمًا وَّاَدْخِلْنِى الْجَنَّةَ غَانِمًا ﴾ اے اللہ مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی مروی ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لیے اور گنہگاروں کے لیے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنے میں خود قرآن کریم کی دو آیتوں میں وارد ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وارد تو سب ہوں گے پھر گزر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔

پل صراط کا ذکر: حضرت ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پل صراط سے سب کو گزرنا ہوگا۔ یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے۔ اب بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے بعض ہوا کی طرح بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہو گا گر تا پڑ تا نجات پائے گا۔ پل صراط پھسلنی چیز ہے جس پر ببول جیسے اور گوکھرو جیسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی۔ جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہوں گے جن سے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے الخ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ پہلا گروہ تو تجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا۔ دوسرا گروہ ہوا کی طرح جائے گا تیسرا تیز رفتار گھوڑوں کی طرح۔ چوتھا تیز رفتار جانور کی طرح۔ فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ سلامت رکھ الٰہی بچالے۔

بخاری و مسلم کی بہت سی مرفوع حدیثوں میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ جہنم اپنی پیٹھ پر تمام لوگوں کو جمالے گی جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے۔ اب جہنم سب برے لوگوں کا نوالہ کر جائے گی۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح جانتی پہچانتی ہے جس طرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مومن صاف بچ جائیں گے۔ سنو جہنم کے دار روغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں۔ ایک مارتے ہیں تو سات لاکھ آدمیوں کا چورا ہو جاتا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضور نے فرمایا مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ یہ سن کر حضرت حفصہ نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے تو آپ نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس میں سے نجات پا جائے گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر۔ اس سے مراد یہی آیت ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابیؓ کو بخار چڑھا ہوا تھا جس کی عیادت کے لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف لے چلے۔ آپ نے فرمایا کہ جناب باری عزوجل کا فرمان ہے کہ یہ بخار بھی ایک آگ ہے میں اپنے مومن بندوں کو اس میں اس لیے مبتلا کرتا ہوں کہ یہ

جہنم کی آگ کا بدلہ ہو جائے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مجاہد نے بھی یہی فرما کر پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص سورہ قل ہو اللہ احد دس مرتبہ پڑھ لے اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو ہم بہت سے محل بنالیں گے۔ آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی کمی نہیں وہ بہتر سے بہتر اور بہت سے بہت دینے والا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں میں لکھ لے گا فی الواقع ان کا ساتھ بہترین ساتھیوں کا ساتھ ہے اور جو شخص کسی تنخواہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی خوشی کے لیے مسلمان لشکروں کی ان کی پشت کی طرف سے حفاظت کرنے کے لیے پہرہ دے وہ اپنی آنکھ سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری کرنے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کا ذکر کرنا خرچ کرنے سے بھی سات سو گنا زیادہ اجر رکھتا ہے۔ اور روایت میں ہے سات ہزار گنا۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز روزہ اور ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا درجہ رکھتے ہیں۔

قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس آیت سے گزرنا ہے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے۔ حضور فرماتے ہیں اس دن بہت سے مرد عورت اس پر سے پھسل پڑیں گے۔ اس کے دونوں کناروں فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے۔ پل صراط پر جانے کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائیں گے ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم میں جھڑ جھڑ جائیں گے۔ مومن بھی اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائے گی۔ پھر یہ نجات یافتہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیاء بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ آگ انھیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کی سجدہ کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔ پھر اپنے اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلیں گے پھر اس سے کم والے پھر اس سے کم والے یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے۔ پھر اس سے کم والے پھر اس سے بھی کمی والے۔ پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا آلہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو۔ پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر ہمیشگی اور دوام لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان حدیثوں کا جو صحت کے ساتھ آچکی ہیں۔ پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو جائیں گے اور بد لوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں بتاؤ ہم تم دونوں جماعتوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟ اور کس کی مجلس شاندار ہے؟ ہم تو ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔

کفار مومنوں سے مذاق کرتے: اللہ تعالیٰ کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انھیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پر تکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سجی ہوئی ہیں؟ اور آباد اور بارونق ہیں؟ پس ہم جو کہ مال و دولت شان و شوکت عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں؟ یا یہ جو کہ چھپتے پھرتے ہیں کھانے پینے کو نہیں پاتے۔ کہیں ارقم بن ابوار قم کے گھر میں

چھپتے ہیں اور کہیں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ﴾ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟

حضرت نوحؑ کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ تیرے ماننے والے تو سب غریب محتاج لوگ ہیں ہم تیرے تابعدار بن نہیں سکتے۔

اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انھیں دھوکہ لگ رہا ہے اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں جنھیں اللہ نے ہم پر فضیلت دی ہے؟ پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے پہلے ان سے بھی ظاہر داری میں بڑھے ہوئے اور مالداری میں آگے نکلے ہوئے لوگ تھے۔ لیکن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انھیں تہس نہس کر دیا۔ ان کی مجلسیں ان کے مکانات ان کی قوتیں ان کی مالداریاں ان کے سوا تھیں۔ شان و شوکت میں ٹیپ ٹاپ میں تکلفات میں امارت اور شرافت میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا بھس اڑا دیا غارت اور برباد کر دیا۔ فرعونیوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں ان کے شاندار مکانات اور عالیشان محلات اب تک موجود ہیں اور وہ غارت کر دیئے گئے مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔ مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں۔ ندی سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں۔ عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں کو نادی اور ندی کہتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ﴾ میں ہے۔ یہی ان مشرکین کا قول تھا کہ ہم باعتبار دنیا کے تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ لباس میں مال متاع میں صورت شکل میں ہم تم سے افضل ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾

کہدے کہ جو گمراہی میں ہوتا ہے رب رحمٰن اس کو خوب لمبا کھینچ لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ لیں جن کا وعدہ دیئے جاتے ہیں یعنی عذاب یا قیامت کو اس وقت ان کو صحیح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ کون برے مرتبے والا اور کس کا جتھا کمزور ہے۔

گمراہ اور گمراہی کی طرف جاتا ہے: ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے تئیں حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوشحالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آجائے یا ان کی موت نہ آجائے۔ اس وقت انھیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا اور کس کے ساتھی کمزور تھے۔ دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا۔ یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے۔

جیسے یہودیوں سے سورۃ جمعہ میں مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو۔ اسی طرح سورہ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر لعنت اللہ تعالیٰ پڑنے کی دعا کریں۔ پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

راہیافتہ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔

ہدایت والا ہدایت کی طرف جاتا ہے: جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اس طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی سورۃ اترتی ہے کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کسے اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟ الخ باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لفظوں کی تشریح میں سورہ کہف میں گزر چکی ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہی پائیدار نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ سے نیکوں کے لیے بہتر ہیں۔

عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ کہنے سے جھڑ جاتے ہیں۔ اے ابودرداء! ان کا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں یہی جنت کے خزانے ہیں۔ اس کو سن کر حضرت ابودرداء کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنوں کہنے لگیں۔ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

کیا تو نے اسے بھی دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال و اولاد ضروری ہی دی جائیگی۔ کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ہرگز نہیں یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لیے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے یہ جن چیزوں کی کہہ رہا ہے اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہو گا۔

عاص بن وائل سرکش کا ذکر: حضرت خباب بن ارت فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا قرض عاص ابن وائل کے ذمے کچھ تھا میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تابعداری سے نہ نکل جائے۔ میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کر دوں گا تو آ جانا۔ اس پر یہ آیت اتری (بخاری و مسلم)۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اس کی تلوار بنائی تھی۔ اس کی اجرت میری ادھار تھی فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے رب رحمان' سے کوئی قول و قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے۔ اس نے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمانوں کا قرض اس کے ذمے تھا۔ ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا چاندی ریشم پھل پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا۔ پس یہ آیتیں ﴿ فَرْدًا ﴾ تک اتریں۔ ﴿ وَلَدًا ﴾ کی دوسری قرات واؤ کے پیش سے بھی ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنے میں ہے اور پیش سے جمع کے معنے میں ہے۔ قیس قبیلے کی یہی لغت ہے واللہ اعلم

اس مغرور کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام کی خبر ہے؟ جو یہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی قول قرار عہد پیان لیا ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید مان لی ہے؟ کہ اس کی وجہ سے اسے دخول جنت کا یقین ہو چنانچہ آیت ﴿ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴾ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے کلمے کا قائل ہو جانا ہی مراد لیا گیا ہے پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کی جاتی ہے اور اس کے خلاف مؤکد بیان ہو رہا ہے کہ اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے۔ اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے اور آخرت میں تو اس کے لیے عذاب ہی عذاب ہے جو ہر وقت بڑھتا رہے گا اسے مال و اولاد بھی وہاں ملنا تو کجا؟ اس کے برعکس دنیا کا مال و متاع اور اولاد و کنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا وہ تن تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں ﴿ وَنَرِثُهُ مَا عِنْدَهُ ﴾ ہے۔ اس کی جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں۔ یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ لیکن ایسا ہرگز ہونا نہیں وہ تو ان کی پوجا سے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب ہی اکساتے رہتے ہیں تو ان کے بارے میں جلدی نہ کر ہم تو خود ہی ان کے لیے مدت شماری کر رہے ہیں۔

قیامت کے روز معبود اپنے عابدوں کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے: کافروں کا خیال ہے کہ ان کے اللہ کے سوا کے اور معبود ان کے حامی مددگار ہوں گے غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور بالکل برعکس ہے۔ ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا اس سے بڑھ کر بدراہ اور گم کردہ راہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ انہیں پکار رہا ہے جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں۔ ﴿ كَلَّا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ كُلٌّ ﴾ بھی ہے۔ خود یہ کفار بھی اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے۔ یہ سب عابد و معبود جہنمی ہوں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا۔ ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا۔ ایک دوسرے کو برا کہے گا۔ سخت تر جھگڑے پڑیں گے۔ سارے تعلقات کٹ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے مدد تو کہاں؟ مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لیے اور عابد معبودوں کے لیے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں۔ طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔

جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمان سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ تو جلدی نہ کر ان کے لیے کوئی بددعا نہ کر۔ ہم نے خود عمداً انھیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ انھیں بڑھتا رہنے دے۔ آخر وقت مقررہ پر دبوچ لیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ انھیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ آخر سخت عذابوں کی طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے۔ تم فائدہ حاصل کر لو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصلی ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں۔ ان کے سانس بھی ہم نے گنے ہوئے ہیں۔ مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

وقف لازم وقف لازم

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رب رحمان کی طرف بطور مہمان کے جمع کریں گے اور گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔ کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی قول قرار لے لیا ہے۔

پرہیزگار رب کے مہمان ہونگے: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ایمان لائے پیغمبروں کی تصدیق کی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی گناہوں سے بچے رہے پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے۔ نورانی سانڈنیوں کی سواری پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مہمان خانے میں بعزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف نارب ترس گنہگار رسولوں کے دشمن دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لیے کھڑا ہے۔ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں۔ آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے۔ آیئے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بعزت واکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں۔ پس مومن اللہ تعالیٰ کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لیے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے۔ یہ سب ہنسی خوشی آبرو عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے۔ ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی۔ ایک مرفوع روایت میں ہے لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے

مہمانوں پر رب کے انعامات: ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یارسول اللہ! وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم اس اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی پردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لیے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے۔ جن کے پروں سے نور بلند ہو رہا ہوگا۔ جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے۔ یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھیں گے۔ ایک کا پانی پئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے۔ اور بال جم جائیں گے۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں۔ ان کے چہرے چمک اٹھیں گے۔ اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے۔ نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے۔ خازن جنت آئیں گے۔ دروازے کھولیں گے۔ جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا کہ میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں۔ اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لا سکیں گی اور خیموں سے نکل ان سے چمٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں۔ میں ہمیشگی والی ہوں جو موت سے دور ہوں۔ میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی۔ میں خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی۔ میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ

ہوں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں۔ لولو اور موتیوں پر زرد سرخ سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔ ہر دیوار ایک دوسرے کی ہمشکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں۔ ہر تخت پر ستر حوریں ہیں۔ ہر حور پر ستر جوڑے ہیں۔ تاہم ان کا جسم جھلک رہا ہے۔ ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہو گی۔ صاف شفاف پانی کی خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا بہترین خوش ذائقہ بے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ پھلدار درخت میووں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہیں کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہیں بیٹھے بیٹھے چاہیں لیٹے لیٹے۔ سبز و سفید پرندا اڑ رہے ہیں۔ جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا۔ جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا اور پھر وہ قدرت اللہ تعالیٰ سے زندہ چلا گیا۔ چاروں طرف سے فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبریاں دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے ہو۔ یہ ہے بدلہ تمھارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔ یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو۔ جیسے کہ حضرت علیؓ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے واللہ اعلم

ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے کھا کر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہو گی۔ کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہو گا۔ مومن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں۔ یہ خود کہیں گے کہ ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴾ ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے ہاں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا ہے۔ یہ استثنا منقطع ہے۔ مراد اس عہد سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت دوسروں کی پوجا سے برات مدد کی اس سے امید تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان موحدین نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ حاصل کر لیا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہمیں بھی وہ بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا یوں کہو۔

﴿ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾۔ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے ﴿ خَائِفًا مُّسْتَجِيْرًا مُّسْتَغْفِرًا رَّاهِبًا رَاغِبًا اِلَيْكَ ﴾ (ابن ابی حاتم)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

ان کا قول تو یہ ہے کہ رب رحمان نے بھی اولاد اختیار کی ہے۔ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جائیں۔ کہ تم رب رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو۔ شان رحمان کے لائق نہیں کہ وہ اولاد

رکھے۔ آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔ ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔ یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔

اللہ کی اولاد کہنے سے آسمان پھٹ جانے کا خطرہ ہے: اس مبارک سورۃ کے شروع میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے باپ بغیر اپنے حکم سے حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں جس سے ذات اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ ان کے قول کو بیان فرمایا پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے۔ ﴿ اِدًّا ﴾ اور ﴿ اَدًّا ﴾ اور ﴿ اٰدًّا ﴾ تینوں لغت ہیں لیکن مشہور ﴿ اِدًّا ﴾ ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان تھر تھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے لے کر پھٹ جائے۔ اس لیے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت جانتی ہے۔ ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انھیں معلوم ہے کہ بدکار بے سمجھ انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر تہمت باندھی ہے۔ نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی۔ مخلوق تمام اس کی وحدانیت کی شاہد ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کار آمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کی شہادت کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ صحابہ نے کہا اور حضور! جس نے زندگی میں کہہ لیا۔ فرمایا اس کے لیے اور زیادہ واجب ہو گئی۔ قسم اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور ﴿ لا اله الا الله ﴾ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے۔ اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے واللہ اعلم۔

پس انکا یہ مقولہ اتنا بد ہے کہ آسمان بوجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے کانپ اٹھیں اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑوں کا چورا ہو جائے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹی بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور اور کلام نہیں سنتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا۔ تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا۔ مگر جب زمین پر رہنے والے لوگوں نے اللہ کے لیے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔

کعب کہتے ہیں ملائکہ غضبناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ایذا دہندہ باتوں پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انھیں عافیت دے رہا ہے روزیاں پہنچا رہا ہے برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔ پس ان کی اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے زمین و آسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں۔ اس لیے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے۔ اس کی جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں۔ زمین و آسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا سب کا پالنہار سب کا خبر گیر ہے۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے۔ سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔ ہر مرد و عورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں نہ شریک و ساجھی۔ ہر ایک بے یار و مددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے۔ ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہ لاشریک لہ سب کی چکوتیاں کرے گا جو چاہے گا کرے گا۔ عادل ہے ظالم نہیں۔ کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

بے شک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کئے ہیں ان کے لیے اللہ رحمٰن محبت پیدا کر دے گا۔ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے کہ تو اسکے ذریعہ سے پرہیز گاروں کو خوشخبری دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے۔ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کر دیں ہیں کیا ان سے ایک کی بھی آہٹ تو پاتا ہے یا ان کی آواز کی بھنک بھی تیرے کان میں پڑتی ہے۔

اہل توحید کو اللہ کی محبت ملے گی: فرمان ہے کہ جن کے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا نور ہے ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو (حضرت) جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ کل آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے۔ اور جب کسی بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اس سے میں ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ (حضرت) جبرائیل بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں اللہ کا دشمن ہے تم سب اس سے بیزار رہنا۔ چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر وہ غضب و ناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے (بخاری و مسلم وغیرہ)۔

مسند احمد میں ہے کہ جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں۔ پس حضرت جبرئیلؑ ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر رحمت اللہ ہو گئی۔ پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں۔ پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے۔ پھر زمین پر اسکی مقبولیت اترتی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ یہ آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اترتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی مروی ہے۔

پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنے والے ایمانداروں سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے۔ مومن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔ وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اڑھا دیتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے۔ اب وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑا۔ جب دیکھو نماز میں مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے۔ اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریا کار کہتے ہیں۔ اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کر لیا

کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کروں گا۔ کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی۔ لیکن یہ قول درست نہیں اس لیے کہ یہ پوری سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ہجرت کے بعد اس سورۃ کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں۔ اور جو اثر امام صاحب نے وارد کیا ہے وہ سند اً بھی صحیح نہیں واللہ اعلم

ہم نے اس قرآن کو اے نبی تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کر کے نازل فرمایا ہے جو فصاحت بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ تو انھیں جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں دلوں میں ایمان اور ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل پر مٹے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں مخمور جھگڑالو جھوٹے اندھے بہرے فاسق فاجر ظالم گنہگار بدکردار ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اور اس کے عذابوں سے متنبہ کر دے۔ جیسے قریش کے کفار وغیرہ بہت سی امتوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تھا نبیوں کا انکار کیا تھا ہم نے ہلاک کر دی ہیں جن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا۔ ایک کی آواز بھی دنیا میں نہیں رہی۔ رکز کے لفظی معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰه ﴾ سورہ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ طٰہٰ مکیہ

تعارف سورت: امام الائمہ حضرت محمد بن اسحٰق بن خزیمہؒ اپنی کتاب التوحید میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہو گا وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔ یہ روایت غریب ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

سُورَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٣﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾

بخشش اور مہربانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے بلکہ اس کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے جو رحمٰن ہے جو عرش پر قائم ہے۔ جس کی ملکیت آسمان و زمین کی اور ان دونوں کے درمیان کی اور کرہ خاک کے نیچے

کی ہر ایک چیز ہے۔ اگر تو اونچی بات کہے تو وہ تو ہر ایک پوشیدگی کو اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بہترین نام اسی کے ہیں۔

اللہ کی صفات عالیہ: سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ گو یہ بھی مروی ہے کہ مراد طہ سے "اے شخص" ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ نبطی کلمہ ہے۔ کوئی کہتا ہے معرب ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طہ یعنی زمین پر دونوں پاؤں ٹکا دیا کر۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت و تکلیف میں ڈال دیں کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور نے اور آپ کے صحابہ نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمھیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا بلکہ یہ نیکوں کے لیے عبرت ہے یہ خدائی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

حافظ ابوالقاسم طبرانیؒ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لیے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمھیں اس لیے عطا فرمائی تھی کہ تمھارے گناہوں کو بخشدوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت اپنے تئیں رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام پاک کے ذریعہ آسان کر دی اور فرمایا کہ یہ قرآن تمھیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔ یہ قرآن شقاوت اور بدبختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت و نور و دلیل جنت ہے یہ قرآن نیک لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہے تذکرہ وعظ و ہدایت و رحمت ہے۔ اسے سن کر اللہ تعالیٰ کے نیک انجام بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہان سنوار لیتے ہیں یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے۔ جس نے زمین نیچی اور کثیف بنائی ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے۔

حضرت عباس والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں وارد کی ہے وہ رحمٰن اللہ اپنے عرش پر مستوی ہے اس کی پوری تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ سلامتی بھرا طریقہ یہی ہے کہ آیات و احادیث صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے۔ بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف و تشبیہ اور تعطیل و تمثیل کے تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہیں۔ اسی کے قبضے اور ارادے اور چاہت تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الہ اور رب ہے۔ کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں۔ ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کعب کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے۔ پانی کے نیچے پھر زمین ہے۔ پھر اس کے نیچے پانی۔ اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے۔ اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں۔ اس کے نیچے ہوا خول اور ظلمت ہے۔ یہیں تک انسان کا علم ہے باقی اللہ جانے۔

حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں۔ چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں ساتویں میں دوزخ ہے۔ وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کا فرمان رسول سے ہونا بھی غور طلب ہے۔

مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے۔ گرمی سخت تڑاخے کی پڑ رہی تھی۔ دو دو چار چار آدمی منتشر ہو کر چل رہے تھے۔ میں لشکر کے شروع میں تھا اچانک ایک شخص آیا اور اسلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے کون محمد ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں اس کے ساتھ لگ گیا۔ میرے ساتھی آگے بڑھ گئے۔ جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اسی میں حضور ﷺ تھے۔ میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضور ﷺ سرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہیں۔ سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی سواری کے پاس گیا اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ ہی محمد ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنی چاہتا ہوں۔ جنھیں زمین والوں سے بجز ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تمھیں جو کچھ پوچھنا ہو۔ پوچھ لو۔ اس نے کہا بتلایئے انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں۔ لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ اس نے کہا بجا ارشاد ہوا اب یہ فرمایئے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباہت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا سنو! مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے اور عورت کا پانی پتلا ہے۔ جونسا پانی غالب آ گیا اسی پر شبیہ جاتی ہے۔ اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا۔ اچھا یہ بھی فرمایئے کہ بچے کے کونسے اعضاء مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کونسے عورت کے پانی سے؟ فرمایا مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال۔ اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا اچھا یہ بتلایئے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ایک مخلوق ہے۔ کہا ان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین۔ کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی۔ کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اندھیرا۔ کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ہوا۔ کہا ہوا کے نیچے؟ فرمایا تر مٹی۔ کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں۔ اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی۔ آپ نے فرمایا اسے پہچانا بھی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل تھے۔ یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے۔

اس کے راویوں میں قاسم بن عبدالرحمان کا تفرد ہے جنھیں امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ کسی چیز کے برابر نہیں۔ امام ابو حاتم رازی بھی انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں اور اس حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ظاہر و باطن اونچی نیچی چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے۔

جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کی پوشیدگیوں سے واقف ہے۔ جو غفور و رحیم ہے۔ ابن آدم خود جو چھپائے اور جو اس پر خود پر بھی چھپا ہوا ہو اللہ تعالیٰ کے پاس کھلا ہوا ہے۔ اس عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا علم۔ سب کی پیدائش اور مار کر جلانا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے۔ تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے۔ تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے اور اسے تو تو کل کیا پوشیدگیاں کرے گا ان کا علم بھی ہے۔ ارادے ہی نہیں بلکہ وسوسے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ کئے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل سب اس پر ظاہر ہیں۔ وہی معبود برحق ہے۔ اعلیٰ صفتیں اور بہترین نام اسی کے ہیں۔ سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسماء حسنی کے متعلق حدیثیں گزر چکی ہیں ﴿ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃُ ﴾

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝

وقف لازم

تجھے موسیٰ کا قصہ بھی معلوم ہے؟ جب کہ اس نے آگ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ذرا سی دیر ٹھہر جاؤ۔ مجھے آگ دکھائی دی ہے بہت ممکن ہے

کہ میں اس کا کوئی انگارا تمہارے پاس لاؤں یا آگ کے پاس سے راستے کی اطلاع پاؤں۔

حضرت موسیٰ کا واقعہ: یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس مدت کو پورا کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی۔ اور آپ اپنی اہل کو لے کر دس سال سے زیادہ عرصے کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ راستہ بھول گئے تھے۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں کے درمیان تھے اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا۔ ہر چند چقماق سے آگ نکالنا چاہا لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی۔ ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تاکہ تم سینک تاپ کر لو اور کچھ روشنی بھی ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتلا دے۔ بہر صورت راستہ کا پتہ یا آگ مل ہی جائے گی۔

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام یقیناً میں ہی تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے کیونکہ تو پاک میدان طوے میں ہے۔ میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں لائق عبادت میرے سوا اور کوئی نہیں تو میری ہی عبادت کر تا رہ اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ قیامت یقیناً آنیوالی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو۔ اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت موسیٰ میدان میں پہنچے: جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے۔ یا تو اسلیے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں یا اس لیے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی۔ جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں۔ یا اس لیے کہ اس بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں۔ اور بھی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ طوی اس وادی کا نام تھا۔ یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴾۔ میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کر لیا ہے۔ دنیا میں سے تجھ منتخب کر لیا ہے۔ اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں۔ اس وقت کے روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے اور تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے تجھے شرف ہم کلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا اے اللہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ فرمایا گیا اس لیے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا۔ اب تو میری وحی کو کان لگا کر دھیان دھر کر سن۔ میں ہی معبود ہوں کوئی اور نہیں۔ یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا۔ کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا۔ میری یاد کے لیے نمازیں قائم کرنا میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے۔ یا یہ مطلب کہ جب میں

یاد آؤں نماز پڑھو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان اللہ تعالٰی ہے میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔

بخاری و مسلم میں ہے جو شخص سوتے میں یا بھول میں نماز کا وقت گزار دے اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آتے ہی نماز پڑھ لے۔ اس کے سوا اور کفارہ نہیں۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں۔ ایک قرات میں ﴿ اُخْفِيْهَا ﴾ کے بعد ﴿ مِنْ نَّفْسِىْ ﴾ کے لفظ بھی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقررہ وقت معلوم ہو۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے۔ انبیاء اس سے بے علم ہیں۔

جیسے فرمان ہے ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ زمین آسمان والوں میں سے سوائے رب واحد کے کوئی اور غیب داں نہیں۔ اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے۔ وہ اچانک آ جائے گی۔ یعنی اسکا علم کسی کو نہیں۔ ایک قرات میں ﴿ اَخْفِيْهَا ﴾ ہے ورقاء فرماتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر نے اسی طرح پڑھایا ہے اس کے معنے ہیں ﴿ اُظْهِرُهَا ﴾۔ اس دن ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا خواہ ذرہ برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو۔ اپنے کرتوت کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے۔ پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں۔ قیامت کے منکر دنیا کے مفتون مولا کے نافرمان خواہش کے غلام کسی اللہ کے بندے کے اس پاک عقیدے میں اسے ڈھیل مل نہ کرنے پائیں۔ اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے تو یہ غارت ہوا اور نقصان میں پڑا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

اے موسیٰ تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے میں اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑ لیا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے بہت سے فائدے کام کے ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام اسے ہاتھ سے نیچے ڈال دے ڈالتے ہی وہ تو سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ فرمایا بے خوف ہو کر پکڑ لے ہم اسے اسی پہلی سی صورت میں دوبارہ لا دیں گے۔

عصائے موسیٰ ؑ کا ذکر: حضرت موسیٰ ؑ کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو بغیر اللہ تعالٰی کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن۔ طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لیے تھا کہ حضرت موسیٰ کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے۔ یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے۔ یہ جیسی کچھ ہے تجھے معلوم ہے۔ اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا۔

اس سوال کے جواب میں کلیم ربانی عرض کرتے ہیں یہ میری اپنی لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ یعنی چلنے میں مجھے یہ سہارا دیتی ہے۔ اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا بلدار لوہا لگا لیا کرتے ہیں تاکہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں۔ اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں۔ اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی۔ جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی تو آپ اسے گاڑ دیتے۔ یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بظاہر یہ قول بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر آج

اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ اس قدر کیوں گھبراتے؟ وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے چلے آتے تھے۔ پھر بعضوں کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدمؑ کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب دابتہ الارض کی صورت میں ظاہر ہو گی۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام ماشا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے؟ حضرت موسیٰ کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی لگی ادھر ادھر چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی۔ ایسا خوفناک اژدھا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کے راستے میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ الٹے پاؤں بھاگے۔ آواز دی گئی کہ موسیٰ پکڑ لے۔ لیکن ہمت نہ پڑی۔ پھر فرمایا موسیٰ ڈر نہیں پکڑ لے۔ پھر بھی جھجک باقی رہی۔ تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے۔ اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ کہتے ہیں فرمان الٰہی کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی۔ اب یہ نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدھا دکھائی دیا۔ جو اس طرح چل پھر رہا ہے جیسے کسی کی جستجو ہو۔ گیا بھن او نٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے۔ آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھیر گئے۔ وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے۔ آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے۔ تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو۔ ہم اسے اس کی اسی اگلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ صوف کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا۔ آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا۔ فرشتے نے کہا موسیٰ اگر اللہ تعالیٰ اسے کاٹنے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ لیکن یہ حرکت مجھ سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی۔ میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو تھام لیا۔ اسی وقت وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا۔ اس وقت جب کہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا۔ اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لے تو وہ سفید چمکتا ہوا ہو کر نکلے گا لیکن بغیر کسی عیب اور روگ کے یہ ہے دوسرا معجزہ۔ یہ اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھانا چاہتے ہیں۔ تو فرعون کی طرف جا اس نے بڑی دند مچار کھی ہے۔ کہنے لگا میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لیے کھول دے۔ اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے یعنی میرے بھائی ہارون کو تو اس سے میری کمر کس دے۔ اور اسے میرا شریک کار کر دے۔ تاکہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں اور بکثرت تیری یاد کریں۔ بے شک

توہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ کے معجزات: حضرت موسیٰ کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چراغ کی طرح روشن نکلا۔ جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ یہ دونوں معجزے یہیں اسی لیے ملے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں۔ پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے۔ اس کے پاس جاکر اسے سمجھاؤ۔

وہبؒ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ دل ٹھیر گیا۔ خوف وخطر دور ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر ٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے باادب ارشاد ربانی سننے لگے۔ تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ۔ یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے۔ کسی کو شریک نہ بنائے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ سلوک واحسان کرے۔ انھیں تکلیف وایذا نہ دے۔ فرعون بڑا باغی ہو گیا ہے دنیا کا مفتون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے۔ تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں۔ میں تجھے دیکھتا بھالتا اور تیری باتیں سنتا سناتا رہوں گا۔ میری مدد تیرے پاس ہوگی۔ میں نے اپنی طرف سے تجھے حجتیں عطا فرمادی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے۔ تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا ہوں جو میری نعمتیں پا کر پھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے۔ دنیا میں پھنس گیا اور غرور وتکبر میں دھنس گیا ہے۔ میری ربوبیت سے بیزار میری الوہیت سے برسرپیکار ہے۔ مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ دیدے بدل لیے ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے۔ میرے عذابوں سے بے خوف ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے۔ زمین اسے نگل جاتی۔ دریا اسے ڈبو دیتے۔ لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دیئے ہوئے ہوں اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ۔ حق تو یہ ہے کہ بے پروائی صرف میری ہی صفت ہے۔ تو میری رسالت ادا کر۔ اسے میری عبادت کی ہدایت کر۔ اسے توحید واخلاص کی دعوت دے۔ میری نعمتیں یاد دلا۔ میرے عذابوں سے دھمکا۔ میرے غضب سے ہوشیار کر دے۔ جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو امن نہیں ملتا۔ اسے نرمی سے سمجھا تاکہ نہ ماننے کا عذر ٹوٹ جائے۔ میری بخشش کی میرے رحم وکرم کی اسے خبر دے۔ کہدے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکے گا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا۔ میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار اس کا دنیوی ٹھاٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آجانا۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کی زبان چل نہیں سکتی۔ اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے۔ اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی۔ اس کا سانس چل نہیں سکتا۔ جب تک میری اجازت نہ ہو۔ اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی نہ پیداوار روکی نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کر اور میری مدد پر بھروسہ رکھ۔ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بودے بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آسکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیاوی جاہ وجلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمھیں اتنا دے دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آسکے۔ لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تاکہ ان کی آخرت سنوری رہے۔ یہ اس لیے نہیں ہوتا وہ میرے نزدیک قابل اکرام نہیں بلکہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنے والے جہان میں جمع مل جائیں۔ میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنی وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں

اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع و خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں۔ ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی سچے اولیا اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہیے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہیے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر سے اسے دیکھا اور اس کا تہس نہس ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے۔ میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی آپ مدد کرتا ہوں۔ انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا آخرت میں انہیں سرخ رو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ کی دعا: حضرت موسیٰ نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گودیوں میں گزارا تھا۔ جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے۔ پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا تھا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ تب سے لے کر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بد خلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا۔ غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں رب کو جانتا ہی نہیں۔ اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کر و فر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے۔ اگر تو آپ میرا مددگار نہ بنا تو یہ سخت بار میرے کندھے نہیں اٹھا سکتے اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے۔ آپ نے انگارا لے کر منہ میں رکھ لیا تھا۔ اس لیے زبان میں لکنت ہو گئی تھی تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے۔ حضرت موسیٰ کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں۔ یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے۔ بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے تا کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ چنانچہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی۔ جیسے کہ فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فرومایہ ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ حسن بصری فرماتے ہیں ایک گرہ کھلنے کی دعا کی تھی جو پوری ہوئی۔ اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی۔ آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان ایسی کر دی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کر دیں۔ اس کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ زبان میں اٹکاؤ تھا اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں۔ یہ دعا بھی پوری ہوئی دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا رے یہ بھی پوری ہوئی۔ حضرت محمد بن کعبؒ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا بھتیجے کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آ جاتی ہے۔ کہا بس یہی کافی ہے حضرت موسیٰ نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی۔ پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لیے میرا وزیر بنا دے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وقت حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ عمرے کے لیے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہدیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے۔ بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ میں بھی یہ سنکر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی۔ فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا آبرو دار تھے اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری کمر مضبوط ہو جائے۔ وہ میری مشاورت میں رہے۔ میرے کام میں اسے بھی میرا ساتھی بنا دے تا کہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان

کریں۔ ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں اور تیری یاد بکثرت کریں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے تو ہمیں دیکھتا ہوا ہے۔ یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا۔ ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا بنا کر اس کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۥ وَلِتُصْنَعَ عَلٰي عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ڛ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ڛ

وقف لازم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تیرے تمام سوالات پورے کر دیے گئے۔ ہم نے تو تجھ پر ایک بار اور بھی بڑا احسان کیا ہے جب کہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جو کیا جاتا تھا۔ کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے تو دریا اسے کنارے لا ڈالے گا اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لیگا۔ اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت و مقبولیت تجھ پر ڈال دیں۔ تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔ جبکہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتا دوں جو اس کی نگہبانی کرے اس تدبیر سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو۔ تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس پر بھی ہم نے تجھے غم سے بچالیا غرض ہم نے تجھے اچھی طرح آزمالیا۔

حضرت موسیٰؑ کے حالات اور تفصیلی واقعات: حضرت موسیٰؑ کی تمام دعائیں قبول ہوئی اور فرمادیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا کیونکہ اس سال وہ بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو۔ دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ لیتی تھیں۔ ایک مرتبہ باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہالے چلیں۔ اب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں۔ اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر ناممکن تھا۔ راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا۔ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا۔ آل فرعون نے اسے اٹھالیا کہ جس غم سے وہ بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آ جائے۔ جس کی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بے گناہ معصوموں کا قتل عام کر رہا تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے بے روک پورے ہو جائیں۔ ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے ہاں تربیت پائے۔

خود فرعون اور اسکی اہلیہ محترمہ نے جب بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سما گئی۔ لے کر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے۔ شاہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے۔ شاہی دربار میں رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی۔ گو فرعون تیرا دشمن تھا

لیکن رب کی بات کون بدلے؟ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ اور رشید ابن جاتا۔ یہ اس لیے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو۔ شاہی خوراکیں کھا۔ عزت ووقعت کے ساتھ رہ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھالیا کھولا بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ دباتے ہی نہیں بلکہ منہ میں ہی نہیں لیتے۔ بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آرہی تھی وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئیں۔ کہنے لگیں کہ اگر آپ اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں۔ اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے۔ سب نے کہا ہم تیار ہیں۔ آپ انہیں لیے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں۔ جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا آپ نے جھٹ سے منہ لگا دودھ پینا شروع کر دیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام واکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہو گئی۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت واکرام بھی پائیں۔ دنیا بھی ملے دین بھی بڑھے۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کو کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم ورنج جاتا رہے۔ پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعونی قبطی مار ڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچالیا۔ فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ راز فاش ہو چکا تھا۔ تمہیں یہاں سے نجات دی۔ تم بھاگ کھڑے ہوئے مدین کے کنوئیں پر جا کر تم نے دم لیا وہیں ہمارے ایک نیک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں۔ ان ظالموں سے تم نے نجات پالی۔ تجھے ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی۔ چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اسکے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جب وہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی ومذہبی ترقی ہو گی۔ یہ باتیں کر کے فرعونیوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دیا جائے۔ لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اسطرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گے۔ اس لیے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھیگی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لیے بھی نہ مل سکیں۔

جتنے بوڑھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس برس حضرت موسیٰ تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی ایک فتنہ تو یہ تھا۔ چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ چنانچہ بحکم اللہ تعالیٰ آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے خود ہی کفناتی دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے آپ اسے مچھلیوں کا شکار بنایا۔ یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جالگا۔ وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں۔ انہوں نے اس صندوق کو اٹھالیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ

ایسا نہ ہو کوئی چوری پڑے۔ یونہی مقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچادیا۔ وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔

ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہوگئی۔ سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ اے ابن جبیر یہ دوسرا فتنہ تھا۔ آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے دیدیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔ میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بحلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بیشک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھادیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں۔ لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے محروم کر دیا۔

الغرض فرعون کو جوں توں کر کے راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں۔ اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا۔ آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کر لے تو اسے بہ منت سونپ دو۔ باہر بازاروں میں میلہ سالگ گیا۔ ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے وہ اس مجمع میں موجود تھیں اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں۔ جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکی کو سمجھ دیدی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھتے کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا۔ ہو کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تاکہ انعام واکرام سے اسکا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کونسی دایہ اس کے لیے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی۔ دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوشخبری سنائی۔ والدہ صاحبہ بہمہ شوق وامید آئیں۔ اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا۔ اپنا دودھ منہ میں دیا۔ بچے نے پیٹ بھر کر پیا۔ اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی۔ ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ۔ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں۔ تم یہیں محل میں رہو اور اس بچہ کی پرورش کرو۔

لیکن حضرت موسیٰ کی والدہ صاحبہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ انہیں یقین کامل تھا۔ اس لیے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی۔ ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لیے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنی اسرائیل بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے جب زمانہ گزر گیا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک دن مقرر ہو گیا۔ تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ۔ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے محل

سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیئے پیشکش ہوتے رہے اور بڑے ہی عزت واکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی شادی منائی گئی۔ پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام واکرام دیں گے۔ لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے

اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔ ملکہ بے تاب ہو کر بول اٹھیں اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے تو آتے ہی ڈاڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور مجھے تاخت و تاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ! بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اسکے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو۔ پھر دیکھو یہ کیا اٹھاتا ہے؟ اگر موتی اٹھالے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں۔ جب عقل و تمیز نہیں اور اس کے ڈاڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کر کے اس کی جان کے دشمن بن جانا کونسی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا۔ دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھی گئیں۔ آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اٹھا لیے اسی وقت وہ چھین لیے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں۔ اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بدلا ہوا رخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے۔

اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے۔ ان میں بھی کمی ہو گئی تھی۔ سب امن وامان سے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ سے فریاد کی۔ آپ کو سخت غصہ آیا اس لیے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا۔ آپ نے اسے ایک مکا مارا اللہ تعالیٰ کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ اسرائیلیوں کی طرفداری کرتے ہیں۔ لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے اس لیے ان کے طرفدار ہیں۔ اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا۔ اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما۔ پروردگار نے بھی آپ کہ اس خطا سے درگزر فرمالیا۔ وہ تو غفور ورحیم ہے ہی۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے۔ تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے۔ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو۔ قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ پھر کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا۔ لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں۔ حضرت موسیٰ کو بھی اس کا بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو۔ یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ اس کا یہ صرف بزدلانہ خیال تھا۔ آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے۔ لیکن خوف وہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ! جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سنکر وہ فرعونی اسے چھوڑ بھاگا دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ کو پکڑ کر قتل کر

دو۔ یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے۔ ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آ کر موسیٰ کو خبر کر دی۔ اے ابن جبیر! یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے۔ شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے۔ نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق پڑا تھا۔ رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ اے اللہ مجھے سیدھی راہ لے چلنا چل کھڑے ہوئے۔

یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے۔ یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں۔ ؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتی ہیں۔ آپ فوراً آگے بڑھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ چونکہ بہت جلد پانی کھینچا آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا۔ یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئیں۔ اور آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار! میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آ گئیں اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔

تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلا لائے۔ وہ آئیں اور حضرت موسیٰ کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا تو آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں۔ آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے۔ ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے۔ اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ اباجی! انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے اور امانتدار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لیا کریں۔ باپ کو غیرت اور غضب آ گیا اور پوچھا بیٹی! تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور سبکی سے۔ امانتداری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سنکر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے۔ واللہ آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا۔ یہ بھی دلیل ہے ان کی رب ترسی اور امانتداری کی۔ باپ کی غیرت وحمیت بھی رہ گئی بچی کی طرف سے دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ کی محبت دل میں سما گئی۔

اب حضرت موسیٰ ؑ سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میرے ہاں کام کاج کرتے رہیں۔ ہاں اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے۔ انشاءاللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں۔ چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر جب میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰ اس مدت کو پورا کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لیے ہوئے یہاں سے چلے۔ پھر وہ واقعات ہوئے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ آگ دیکھی گئے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا لکڑی کا اژدہا بننا ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا نبوت پائی فرعون کی طرف بھیجے گئے تو قتل کے واقعہ کے بدلے کا اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی طلب کی۔ اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون کی ہمدردی اور شرکت کار چاہی۔ یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لیے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے۔

ادھر حضرت ہارونؑ کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اطلاع کرائی بڑی دیر میں جازت ملی گئے فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر تیرے پاس آئے ہیں۔ اب جو سوال وجواب ہوئے ہیں وہ قرآن میں موجود ہیں۔ فرعون نے کہا اچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا۔ جس کا عذر حضرت موسیٰ نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تو ایمان لا اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ۔ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی۔ وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست خوفناک اژدہے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپا۔ مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ رب کے واسطے اسے پکڑلو۔ آپ نے ہاتھ لگایا وہ اسی وقت اصلی حالت میں آگئی آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا۔ جسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا۔ آپ نے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر باہر کریں اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹادیں۔

پھر حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے۔ اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلے کے لیے بلا رہے ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی کوششوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا لکڑی کا سانپ بنا دیتا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کے رسیوں کے وہ سانپ بنائیں کے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے لیے انعام مقرر ہو جانا چاہیئے۔ فرعون نے ان سے قول و قرار کیا کہ انعام کیسا میں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنالوں گا اور تمہیں نہال کر دوں گا جو مانگو گے پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ عید والے دن دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہو گا۔ مروی ہے کہ ان کی یہ عید عشورہ کے دن تھی۔

اس دن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چل کر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے۔ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے اور ہم انہی کی مانیں گے۔ مذاق سے اس بات کو بدل کر کہتے تھے کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بن جائیں گے اگر وہ غالب رہیں۔ میدان میں آکر جادوگروں نے انبیاء اللہ سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تاکہ تمہارے حوصلے نکل جائیں۔ اب انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بن کر اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی طرف دوڑیں جس سے خوفزدہ ہو کر آپ پیچھے ہٹنے لگے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی وحی آئی کہ آپ اپنی لکڑی زمین پر ڈال دیجئے۔ آپ نے ڈالدی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم الشان اژدہا بن کر ان کی طرف دوڑا۔ یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہو گئیں اور وہ ان سب کو نگل گیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں۔ یہ تو سچ مچ اللہ تعالیٰ کی طرف کا نشان ہے۔ جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لائے اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے۔ ہم اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

فرعون اور فرعونیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ رسوا ہوئے منہ کالے پڑ گئے ذلت کے ساتھ خاموش ہو گئے خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ جنہوں نے موسیٰؑ کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بیقرار بیٹھی تھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو غالب کرے۔ فرعونیوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے خیال کیا کہ اپنے خاوند کی طرفداری میں ان کا یہ حال ہے۔ یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ

کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب کبھی کوئی پکڑ آجاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آجاتا اور کہتا کہ تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کر سکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا ٹڈیاں آئیں جوئیں آئیں مینڈک آئے خون آیا اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں۔ جہاں آفت آئی دوڑا وعدہ کیا جہاں وہ ٹل گئی مکر گیا اور اکڑ گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ راتوں رات انہیں لے کر روانہ ہو گئے۔

صبح فرعونیوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔ فرعون سے کہا اس نے سارے ملک میں احکام بھیج کر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں دریا پڑتا تھا اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچی کہ تجھ پر جب میرے بندے موسیٰ کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دیدینا۔ تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں۔ پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعونی آجائیں تو تو مل جانا اور ان میں سے ایک کو بھی بے ڈبوئے نہ چھوڑنا۔ موسیٰ جب دریا پر پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے۔ پانی چڑھا ہوا ہے۔ شور اٹھ رہا ہے گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے۔ دریا بے قرار یوں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ لکڑی مار دیں اور اسے خبر نہ ہو تو عذاب اللہ تعالیٰ میں بسبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے پھنس جائے۔ اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے کلے پر جا پہنچا۔ یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے لو موسیٰ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ اب آپ وہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ آپ کو حکم ہے۔ یقیناً نہ تو اللہ تعالیٰ جھوٹا ہے نہ آپ۔

آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا وہ تجھے بارہ راستے دے دے گا تو گزر جانا۔ اسی وقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ لکڑی ماری۔ ادھر فرعونی لشکر کا اول حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آچکا تھا کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے اور آپ اپنی قوم کو لیے ہوئے اس میں بے خطر اتر گئے اور با آرام جانے لگے۔ جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری۔ جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمان رب تعالیٰ کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا۔ بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا اے رسول اللہ! ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں۔ آپ نے دعا کی اور دریا نے فرعون کی بے جان لاش کو کنارے پر پھینک دیا جسے دیکھ کر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا۔ اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بن کر بیٹھی ہے تو کہنے لگے اے اللہ تعالیٰ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے۔

حضرت موسیٰ نے ناراض ہو کر کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو الخ تم تو اتنی بڑی عبرتناک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت۔ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی فرمانبرداری کرتے رہنا میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ تیس دن کا اس کا وعدہ ہے۔ چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچ کر تیس دن رات کے روزے پورے کر کے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ روزوں کی وجہ سے منہ سے بھبکا نکل رہا ہو گا تھوڑی سی گھاس لے کر آپ نے چبالی۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا صرف اس لئے کہ تجھ سے باتیں کرتے وقت میرا منہ خوشبودار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو مجھے مشک و عنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا۔ آپ نے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ قوم پر تیس دن جب گزر گئے اور حسب وعدہ حضرت موسیٰ نہ لوٹے تو وہ غمگین رہنے لگے۔

حضرت ہارونؑ نے ان میں خطبہ کیا اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقمیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں۔ اس

طرح ان کی امانتیں بھی تمھارے پاس رہ گئی ہیں۔ یہ ہم انھیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں۔ اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھودو اور جو اسباب برتن بھانڈا زیور سونا چاندی وغیرہ کان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو پھر آگ لگا دو۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا۔ یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہ تھا لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا۔ اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھالیا تھا حضرت ہارون نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو اسکے اثر سے ہے جو تمھیں دریا سے پار کرالے گیا خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بن جائے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ نے دعا کی اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بن جائے۔ قدرت الٰہی سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس میں روح نہ تھی لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی۔ اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی۔

بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا یہی تمھارا سب کا رب ہے لیکن موسیٰ راستہ بھول گئے اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے۔ اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دیئے ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے یہی رب ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں؟ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰ کے آتے ہی حقیقت کھل جائیگی۔ دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے۔ ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے۔ نہ یہ ہمارا رب نہ ہمارا اس پر ایمان۔ ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا اور سامری کی بات پر ایمان لائے مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلا دیا۔ ہارون نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو یہ اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمھارا رب تو رحمان ہے۔ تم میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو۔ انھوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے کو آئے لیکن ابتک لوٹے نہیں بعض بیوقوفوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے۔ ادھر دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے۔ آپ اسی وقت رنج و افسوس اور غم و غصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آکر قوم سے بہت کچھ کہا سنا۔ اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ غصے کی زیادتی کی وجہ سے تختیاں بھی ہاتھ سے پھینک دیں۔

پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی ان کے لئے استغفار کیا اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا۔ میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈال دی تھی۔ میری رائے میں یہی بات آئی۔ آپ نے فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ "ہاتھ لگانا نہیں" پھر ایک وعدے کا وقت ہے جسکا خلاف ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے ہوئے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہادیں گے۔ چنانچہ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ رب نہ تھا۔ اب وہ بڑے نادم ہوئے اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارون کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی اور کہا اے نبی! اللہ سے دعا کیجئے وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجالائیں گے تاکہ ہماری یہ زبردست خطا معاف ہو جائے۔

آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر آدمیوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا اور توبہ کیلئے لے چلے۔ وہاں زمین پھٹ گئی اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دیئے گئے حضرت موسیٰ کو فکر لاحق ہوا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ آپ نے گریہ وزاری شروع کی اور دعا کی کہ اے خدایا اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بیوقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر۔ آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور اللہ کی نظریں ان کے باطن پر تھیں ان میں سے ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن در اصل دلی

عقیدہ ان کا اس بچھڑے کے رب ہونے پر تھا۔ انہی منافقین کی وجہ سے سب کو تہ زمین کر دیا گیا تھا۔ نبی اللہ کی اس آہ وزاری پر رحمت الٰہی جوش پر آئی اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے لیکن میں اسے ان کے نام ہبہ کروں گا جو متقی پرہیز گار ہوں زکوٰۃ کے ادا کرنیوالے ہوں میری باتوں پر ایمان لائیں اور میرے اس رسول و نبیؐ کی اتباع کریں جسکے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں یعنی توراۃ و انجیل میں۔

حضرت کلیم اللہ نے عرض کی کہ بار الہامیں نے اپنی قوم کیلئے توبہ طلب کی تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنے والے ہیں۔ پھر اللہ مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا۔ رب العالمین نے فرمایا سنو ان کی توبہ اس وقت قبول ہوگی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے۔ آپس میں گتھ جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا اور جو منافق لوگ تھے انھوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ جو بچ گئے تھے وہ بھی بخشے گئے جو قتل ہوئے وہ بھی بخش دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ اب یہاں سے بیت المقدس کی طرف چلے توراۃ کی تختیاں اپنے ساتھ لیں اور انھیں احکام الٰہی سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے اور انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا۔ وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا۔ انھوں نے اب اقرار کیا اور توراۃ لے لی۔ پہاڑ ہٹ گیا اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم اللہ انھیں لے جانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے۔

تو حضرت موسیٰ کے سامنے نہایت نامردی سے کہا کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہ نکل جائیں تو ہم اس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ تو یونہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سرکشوں میں سے دو شخصوں کو ہدایت دیدی۔ وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰ کی قوم میں آملے اور انھیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسموں اور تعداد سے مرعوب نہ ہو جاو۔ یہ لوگ بہادر نہیں۔ ان کے دل گردے کمزور ہیں تم آگے تو بڑھو ان کے شہر کے دروازے میں گئے اور ان کے ہاتھ پاوں ڈھیلے ہوئے یقیناً تم ان پر غالب آجاؤ گے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ دونوں شخص جنھوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انھیں دلیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے واللہ اعلم۔ لیکن ان کے سمجھانے بجھانے اللہ کے حکم ہو جانے اور حضرت موسیٰ کے وعدے نے بھی ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انھوں نے صاف کورا جواب دیدیا کہ جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے چسکنے کے بھی نہیں موسیٰ تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا اور ان سے لڑ بھڑ لے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو حضرت موسیٰ سے صبر نہ ہو سکا۔ آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے حق میں بددعا نکل گئی اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کا یہی نام مقرر ہو گیا اور انھیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا۔

چالیس سال انھیں یہیں گزر گئے۔ کہیں قرار نہ تھا۔ اسی بیابان میں پریشانی کے ساتھ بھٹکتے پھرتے تھے۔ اسی میدان قید میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا اور من وسلویٰ اتار دیا گیا۔ کپڑے نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے۔ ایک چار گوشہ پتھر رکھا ہوا تھا جس پر حضرت موسیٰ نے لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں۔ ہر طرف سے تین تین۔ یہ لوگ چلتے تھے چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے تھک کر مقام کر دیتے۔ صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے حضرت معاویہؓ نے جب یہ روایت ابن عباسؓ سے سنی تو فرمایا کہ اس میں جو ہے کہ اس فرعونی نے حضرت موسیٰ کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسانی کی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ قبطی کے قتل کے وقت سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قبطی سے لڑ رہا تھا وہاں کوئی اور نہ تھا۔

اس پر حضرت ابن عباسؓ بہت بگڑے اور حضرت معاویہؓ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعدؓ بن مالک کے پاس لے گئے اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا جس نے حضرت موسیٰ کے قتل کے راز کو کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعونی؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعونی نے سنا پھر اسی نے جا کر حکومت سے کہا اور خود اس کا شاہد بنا (سنن

کبریٰ نسائی) یہی روایت اور کتابوں میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے اپنے کلام سے بہت تھوڑا سا حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنو اسرائیل میں سے کسی سے یہ روایت لی ہو۔ کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہے۔ یا تو آپ نے حضرت کعب احبارؒ سے ہی یہ روایت سنی ہو گی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو واللہ اعلم۔ میں نے اپنے استاد و شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی یہی سنا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ڏ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

پھر تو کئی سال تک مدین کے لوگوں میں ٹھیرا رہا پھر تقدیر الٰہی کے مطابق اے موسیٰ تو آیا اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرمالیا اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لئے ہوئے جا خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

حضرت موسیٰ مدین میں: حضرت موسیٰ سے جناب باری عزوجل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ کر مدین پہنچے یہاں سسرال مل گئی اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کے مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے۔ اس رب کی کوئی چاہت نہیں چھوٹتی کوئی فرمان نہیں ٹوٹتا۔ اس کے وعدے کے مطابق اسکے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و منزلت کو پہنچے یعنی رسالت و نبوت ملی۔ میں نے تمھیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنالیا۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا انھیں جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم نے فرمایا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لئے پسند فرمایا اور توراۃ عطا فرمائی۔ کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں۔ الغرض حضرت آدم حضرت موسیٰ پر دلیل میں غالب آ گئے میری دی ہوئی دلیلیں اور معجزے لیکر تو اور تیرا بھائی دونوں فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا تھک کر بیٹھ نہ رہنا۔ چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے۔

چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ میرا پورا اور سچا بندہ وہ ہے جو پوری عمر یاد کرتا رہے۔ فرعون کے پاس تم میرا پیغام لے کر پہنچو اس نے بہت سر اٹھار کھا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے بہت پھول گیا ہے اور اپنے خالق مالک کو بھول گیا ہے۔ اس سے گفتگو نرم کرنا۔ دیکھو فرعون کس قدر برا ہے حضرت موسیٰ کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا۔ حضرت یزید رقاشیؒ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں ﴿ يَامَنْ يَّتَحَبَّبُ اِلٰى مَنْ يُّعَادِيْهِ فَكَيْفَ مَنْ يَّتَوَلَّاهُ وَيُنَادِيْهِ ﴾ یعنی اے وہ اللہ تعالیٰ جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے۔ تیرا کیسا کچھ برتاؤ ہو گا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور تجھے پکارا کرتا ہو۔ حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا میرے غضب و غصے سے میرے مغفرت و رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

تبلیغ میں نرم بات ہو: عکرمہؒ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہو جائے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے تجھے مر کر اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اسے میرے دروازے پر لا کھڑا کرو۔ الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تاکہ اس

کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں۔ جیسے فرمان اللہ تعالیٰ ہے ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے اور انہیں بہترین طریقے سے سمجھا بجھادے تاکہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت ہلاکت سے ہٹ جائے یا اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے لگے اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ يَخْشٰى ﴾ یہ نصیحت اس کے لیے ہے جو عبرت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔ بس عبرت حاصل کرنے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جب تک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں۔ زید بن عمرو بن نفیل کے یا امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں ہے کہ اے اللہ تو وہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے موسیٰ کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کہ کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور تو نے ہی اسے بنایا ہے؟ اور کیا تو نے ہی اسکے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے؟ جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے۔ ادھر صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی۔ بھلا بتلا تو کہ مٹی میں سے دانے نکالنے والا کون ہے؟ پھر اس میں بالیں پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانیوں سے بھی تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا؟

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہمیں تو خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو میں اب تمہارے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا رہوں گا۔ تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے ان کی سزائیں موقوف کر۔ ہم تو تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان لے کر آئے ہیں دراصل سلامتی اسی کے لیے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے۔ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور روگردانی کرے اسی کے لیے عذاب ہیں۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو: اللہ تعالیٰ کے ان دونوں پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کی شکایت رب کے سامنے پیش کی کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے ہماری آواز کو دبانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردے اور ہمارے ساتھ ناانصافی سے پیش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی تشفی کردی گئی۔ ارشاد ہوا کہ اس کا کچھ خوف نہ کھاؤ۔ میں خود تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا۔ کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا۔ میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا۔ میری حفاظت و نصرت تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جائے جو میں فرعون کے پاس جاتے ہوئے پڑھ لیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ﴿ هياشر اهيا ﴾ جسکے معنی عربی میں ﴿ اَنَا الْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّالْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ۔ پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ فرعون کو کیا کہیں؟ ابن عباسؓ

فرماتے ہیں یہ گئے دروازے پر ٹھہرے اجازت مانگی بڑی دیر کے بعد اجازت ملی۔ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح شام فرعون کے ہاں جاتے رہے۔ دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو لیکن فرعون کے ڈر کے مارے کسی نے خبر نہ کی۔ دو سال کے بعد ایک روز اسکے ایک بے تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی بھی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپ کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا اس کا کوئی اور رب ہے اور اسکے رب نے اسے آپ کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے کہا کیا میرے دروازے پر وہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حکم دیا کہ اندر بلالو۔ چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ ہے۔

سدیؒ کا بیان ہے کہ آپ مصر میں اپنے ہی گھر ٹھہرے تھے۔ ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں۔ گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لار کھا اسکے بعد پہچانا سلام کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو۔ حضرت ہارون نے پھر فرمایا بسم اللہ کیجیے۔ رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے۔ حضرت موسیٰ نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے۔ فرعون آگ بگولا ہو گیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آ گیا؟ جو یوں بے ساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے؟ درباریوں نے کہا حضرت کچھ نہیں یونہی ایک مجنون آدمی ہے کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں۔ فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضرت ہارون کو لیے ہوئے آپ اس کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ انہیں سزائیں نہ کر۔ ہم رب العالمین کی طرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے لے کر آئے ہیں اگر تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نازل ہوگی۔

جناب علیہ السلام کا خط: رسول کریم ﷺ نے بھی جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ مضمون تھا کہ یہ خط محمد رسول کریم ﷺ کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اسکے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔ مسیلمہ کذاب نے صادق مصدوق ختم المرسلین ﷺ کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام ہے۔ آپ پر سلام ہوں۔ میں نے آپ کو شریک کار کر لیا ہے۔ شہری آپ کے لیے اور دیہاتی میرے لیے یہ قریشی تو بڑے ہی ظالم لوگ ہیں۔ اسکے جواب میں آنحضرت ﷺ نے اسے لکھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں۔ سن لے زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔ انجام کے لحاظ سے بھلے لوگ وہ ہیں جن کے دل خوف الٰہی سے پر ہوں۔ الغرض پیغمبر الٰہی کلیم اللہ حضرت موسیٰ نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلامتی ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں پھر فرمایا کہ ہمیں بذریعہ وحی الٰہی یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلائیں اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں جیسے ارشاد ہے ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر ریجھ کر اسی کو پسند کرے اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے اور آیتوں میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بدبخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ ان سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کیے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾

فرعون نے پوچھا کہ اسے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ سمجھادی۔ اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے۔ نہ تو میرا رب غلطی کرے نہ بھولے۔

صورتیں اللہ نے بنائی ہیں: چونکہ یہ نابنجار یعنی فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا پیغام اللہ تعالیٰ کلیم اللہ کی زبانی سنکر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے۔ انسان کو بصورت انسان گدھے کو اس کی صورت پر بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ الگ ہے چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا اندازہ مقرر کر کے پھر ان کی ترکیب اسے بتلادی ہے۔

ہر چیز کا علم اللہ کو ہے: عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگادیا ہے۔ نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے۔ یہ سب سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا پھر ان کا کیا حال ہوتا ہے جو ہم سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ فرمایا ان سب کا علم میرے رب کو ہے۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ جزا سزا کا دن مقرر ہے۔ نہ وہ غلطی کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے اسکی ذات بھول چوک سے پاک ہے۔ نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾

ربع ۲

اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا ہے اور اس میں تمہارے لیے راستے چلادیئے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے۔ پھر اس برسات کی وجہ مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ تم خود کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو بھی چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اسی زمین میں سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں سے پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے۔ ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھا دیں لیکن پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔

نعمتیں سب اللہ عطا کرتا ہے: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ اسی اللہ تعالیٰ نے زمین کے لوگوں کے لیے فرش بنایا ہے۔ ﴿ مَهْدًا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ مِهَادًا ﴾ ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے بطور فرش کے بنادی ہے کہ تم اس پر قرار کیے ہوئے ہو۔ اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لیے راہیں بنادی ہیں تاکہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک بآسانی پہنچ سکو۔ وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھالو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارہ خشک اور تر سب اسی سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لیے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے تمہاری ابتدا اسی سے ہے اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم کی پیدائش اسی سے ہوتی ہے۔ اسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے۔ مر کر اسی میں دفن ہونا ہے۔ اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔

ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی۔ مر کر بھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی دیتے ہوئے پہلی بار فرمایا ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ﴾ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا ﴿ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ﴾ تیسری بار فرمایا ﴿ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آچکیں اس نے معجزے اور نشان دیکھ لیے لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا۔ کفر سرکشی اور ضد اور تکبر سے باز نہ آیا جیسے فرمان ہے ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾ یعنی باوجود کہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا لیکن تاہم از راہ ظلم و زیادتی انکار سے باز نہ آئے۔

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

کہنے لگا اے موسیٰ! کیا تو اسی لیے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے؟ تو ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو ضرور لائیں گے تو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے گاہ مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کا خلاف کریں نہ تو صاف میدان میں مقابلہ ہو۔ جواب دیا کہ وعدہ زینت اور جشن کے دن کا ہے۔ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہو جائیں۔

فرعون نے معجزات کو جادو کہا: حضرت موسیٰ کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے تو تو مغرور نہ ہو جا۔ ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے۔ ہم بھی اس دن اس جگہ آجائیں اور تو بھی ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا مجھے منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لیے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آجائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے۔ معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہئے تاکہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پر کھل جائے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا

بتلایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی۔ حضرت موسیٰ نے انکار کیا۔ اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو۔ فرعون نے ۴۰ چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

پس فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے داؤ گھات جمع کئے پھر آ گیا۔ موسیٰ نے ان سے کہا تمہاری شامت آ چکی اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیا میٹ کر دے یاد رکھو وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا جس نے تہمت باندھی۔ پس یہ لوگ اپنے آپس کے مشوروں میں مختلف رائے ہو گئے اور چھپ کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے کہنے لگے ہیں تو یہ دونوں جادوگر اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین مذہب کو برباد کریں تو تم بھی اپنی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو پھر صف بندی کر کے آ جاؤ۔ جو آج غالب آ گیا وہی بازی لے گیا۔

فرعون نے جادوگر جمع کر لیئے: جبکہ مقابلہ کی میعاد مقرر ہو گئی دن وقت اور جگہ بھی ٹھیر گئی تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا تھا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیجدو وقت تک تمام جادوگر جمع ہو گئے۔ فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت نکلوایا اس پر بیٹھا۔ تمام امراء وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ رعایا سب جمع ہو گئی۔ جادوگروں کی صفیں کی صفیں پرا باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ فرعرن نے انکی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔ جادوگروں نے کہا اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ کہا کیوں نہیں میں تو تمھیں اپنا خاص درباری بنالوں گا ادھر سے کلیم اللہ حضرت موسیٰ نے انھیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ شامت اعمال برباد کر دیگی۔ لوگوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو در حقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھادو اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی چیز کو پیدا کر سکے یاد رکھو ایسے جھوٹے بہتانی لوگ فلاح نہیں پاتے۔ یہ سن کر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے یہ کلام جادوگروں کا نہیں۔ یہ تو سچ مچ اللہ کے رسول ہیں۔

بعضوں نے کہا نہیں بلکہ یہ جادوگر ہیں۔ مقابلہ کرو۔ یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور پوشیدگی سے کی گئیں۔ ﴿ اِنْ هٰذٰنِ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ اِنَّ هٰذَيْنِ ﴾ بھی ہے۔ مطلب اور معنی دونوں قراتوں کا ایک ہی ہے۔ اب باواز بلند کہنے لگے کہ یہ دونوں بھائی سیانے اور پہنچے ہوئے جادوگر ہیں۔ اس وقت تک تو تمھاری ہوا بندھی ہوئی ہے۔ بادشاہ کا قرب نصیب ہے۔ مال ودولت قدموں تلے لوٹ رہا ہے۔ لیکن آج اگر یہ بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست انہی کی ہو جائیگی تمھیں ملک سے نکال دیں گے عوام ان کے ماتحت ہو جائیں گے۔ ان کا زور بندھ جائیگا۔ بادشاہت چھین لیں گے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیا میٹ کر دیں گے۔ بادشاہت عیش و آرام سب چیزیں تم سے چھن جائیں گی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آ جائیگی تم یونہی بھٹے بھونتے رہ جاؤ گے تمہارے اشراف ذلیل ہو جائیں گے۔ امیر فقیر بن جائیں گے۔ ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی۔ بنی اسرائیل جو تمھارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور تمھاری حکومت پاش پاش ہو جائیگی۔ تم سب اتفاق کر لو۔ ان کے مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو۔ جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے

زور سے اسے دبادو۔ ایک ہی دفع ہر استاد اپنی کاریگری دکھادے تاکہ میدان ہمارے جادو سے پر ہو جائے۔ دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اسی کی ہو جائیگی اور اگر ہم غالب آ گئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور دربار خاص کے ارا کین بنادے گا

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام یا تو تو پہلے ڈال یا ہم اول ڈالنے والے بن جائیں۔ جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو اب تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال گذرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں بوجہ ان کے جادو کے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام اپنے دل ہی دل میں ڈرنے لگے۔ ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقینا تو ہی غالب اور اوپر رہے گا۔ تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاری گری کو وہ نگل جائے۔ انھوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں۔ اور جادوگر کہیں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا اب تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لا چکے۔

حضرت موسیٰ کا سانپ سب سانپ کھا گیا: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتلاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں اللہ کے پیغمبرؑ نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تاکہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا اور پھر اللہ نے تمھارے کیئے کو کس طرح مٹادیا۔ اسی وقت انھوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں۔ کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں دور دور بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انھیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے زبردست کرتب دکھادیئے۔ تھے بھی یہ لوگ بہت زیادہ۔ ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارے کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا۔ وہ آپس میں گدبد کر کے اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر حضرت موسیٰ کو خوفزدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہراساں نہ بنو۔ آپ نے حکم برداری کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدہا بن گئی جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے۔ اس نے سب کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ اس میں جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ اب سب پر حق واضح ہو گیا معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی۔ حق و باطل میں پہچان ہو گئی۔ سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی۔ فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں لیکن اس میں غالب نہیں آ سکتے۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ جادوگروں کو جہاں پکڑو مار ڈالو۔ پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے جادوگروں نے جب یہ دیکھا انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے۔ وہ جادو کے فن سے ماہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس اللہ کا کام ہے۔ جس کے فرمان اٹل ہیں۔ جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہو جاتا ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں۔ اس کا اتنا کامل یقین انھیں ہو گیا کہ اسی وقت

اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لائے۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے۔ اور شام کو پاکباز مومن اور راہ اللہ تعالیٰ کے شہید تھے۔ کہتے ہیں کہ انکی تعداد اسی ہزار کی تھی یا ستر ہزار کی یا کچھ اوپر تیس ہزار کی یا انیس ہزار کی یا پندرہ ہزار کی یا بارہ ہزار کی۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ ستر تھے۔ صبح جادوگر شام کو شہید۔ مروی ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت دکھادی اور انھوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے سن لو میں تو تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمھیں پوری طرح معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آچکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اب تو تو جو کچھ کرنیوالا ہے کر گزر تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اسی دینوی زندگی میں ہی ہے ہم اس لالچ سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور جو کچھ تو نے ہم سے زبردستی کرایا ہے وہ تو جادو ہے اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

جادوگر ایمان لے آئے: شان ربانی دیکھئے چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آجاتا جن کو اس نے مقابلے کیلئے بلوایا تھا وہ عام مجمع میں ہارے۔ انھوں نے اپنی ہار مان لی۔ اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ خود وہ ایمان لائے جو مقابلے کیلئے بلوائے گئے تھے۔ مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انھوں نے دین برحق کو قبول کر لیا لیکن یہ اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا اور لگا اپنی قوت و طاقت دکھانے۔ لیکن بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا کہ جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے۔ کہ موسیٰ تو تمھارے استاد ہیں۔ انھیں سے تم نے جادو سیکھا ہے تم سب آپس میں ایک ہی ہو۔ مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انھیں بھیجا پھر اسکے مقابلے میں خود آئے اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے اور اسے جتادیا اور پھر اس کا دین قبول کر لیا تاکہ تمھاری دیکھا دیکھی میری رعایا بھی اس چکر میں پھنس جائے۔ مگر تمھیں اپنی اس ساز باز کا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ میں الٹی سیدھی طرف سے تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمھاری جان لوں گا کہ دوسروں کیلئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے تئیں ہدایت پر اور مجھے اور قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا اللہ کے ان ولیوں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب اللہ کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے

خالق مالک کے سامنے کوئی چیز سمجھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے کہ ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے۔ خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے۔ مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنایا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر۔ تو تو ہمیں اسی وقت تک سزائیں دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی خوشی و مسرت نصیب ہو گی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمائیگا۔ بالخصوص یہ قصور جو ہم سے اللہ کے سچے نبی کے مقابلہ پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انھیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انھیں جادو کی پوری تعلیم دو۔ اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادوگری کی خدمت لی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمایا ہمارے لئے یہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاوں سے ڈر نہ تیرے انعام کا لالچ۔ اللہ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت و اطاعت کی جائے۔ اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ یہ کیا کہ سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ وہ جماعت جو سورج نکلنے کے وقت کافر تھی وہی سورج ڈوبنے سے پہلے مومن اور شہید تھی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَمَن يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ ﴿٧٦﴾

ع ۳ ۲۲ ۱۲

بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ کے ہاں جائے گا اس کے لئے دوزخ ہے جہاں نہ موت ہو گی اور نہ زندگی۔ اور جو بھی اس کے پاس ایماندار ہو کر جائے گا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لئے بلند و بالا درجے ہیں۔ ہمیشگی والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہے۔

جہنم میں موت نہ آئے گی: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں۔ اسے اللہ کے عذابوں سے ڈرا رہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا لالچ دے رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی موت سے بدتر ہو گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا ﴾ الخ یعنی نہ تو موت ہی آئے گی نہ عذاب ہلکے ہوں گے کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیتوں میں ہے ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴾ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے بے فیض وہی رہے گا جو ازلی بدبخت ہو جو آخر کار بڑی سخت آگ میں گریگا جہاں نہ تو موت آئے نہ چین کی زندگی نصیب ہو۔ اور آیت میں ہے کہ جہنم میں پھلستے ہوئے کہیں گے کہ اے داروغہ دوزخ تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت ہی دیدے۔ لیکن وہ جواب دے گا کہ نہ تو تم مرنے والے ہو نہ نکلنے والے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اصلی جہنمی تو جہنم میں پڑے رہیں گے نہ وہاں انہیں موت آئے نہ آرام کی زندگی ملے۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے جان نکل جائے گی پھر شفاعت کی اجازت کے بعد ان کا چورا نکالا جائے گا اور جنت کی نہروں کے کناروں پر بکھیر دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو۔ تو جس طرح تم نے نہر کے کنارے کے کھیت کے دانوں کو اگتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح وہ اگیں گے یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا حضور اکرم ﷺ نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔

عمل صالح کرنے والے کیلئے جنت: اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا اور جو اللہ سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جاملا اسے اونچے بلاخانوں والی جنت ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجہ میں اتناہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ سب سے اوپر جنت الفردوس ہے اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو (ترمذی وغیرہ۔) ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں۔ دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان وزمین میں۔ ان میں یاقوت اور موتی ہیں اور زیور بھی۔ ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کے لیے ہی مخصوص ہوں گے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے نبیوں کو سچا جانا۔ سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ انہی میں سے ہیں اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں۔ یہ جنتیں ہمیشگی کی اقامت کی ہیں۔ جہاں یہ ہمیشہ ابدالاباد رہیں گے۔ جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں گناہوں سے خباثت سے گندگی سے شرک وکفر سے دور رہیں اللہ واحد کی عبادت کرتے رہیں رسولوں کی اطاعت میں زندگی گزار دیں ان کے لیے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صد مبارکباد انعام ہیں ﴿ رَزَقَنَا اللّٰهُ اِيَّاهَا ﴾

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تو راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنالے پھر نہ تجھے کسی کے آپکڑنے کا خطرہ نہ ڈر۔ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت انکا تعاقب کیا پھر تو دریا نے ان سب کو جیسا کچھ چھپالینا چاہئے تھا چھپالیا۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا۔

حضرت موسیٰ قوم کو لیکر رات کو نکلے: چونکہ حضرت موسیٰ کے اس فرمان کو بھی فرعون نے ٹال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ کے سپرد کردے۔ اس لیے جناب باری تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ راتوں رات انکی بے خبری میں تمام بنی اسرائیل کو چپ چاپ لے کر یہاں سے چلے جائیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان قرآن کریم میں اور بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے ہجرت کی۔ صبح جب فرعونی جاگے اور سارے شہر میں ایک بنی اسرائیل کو نہ دیکھا فرعون کو اطلاع دی وہ مارے غصے کے چکر کھا گیا اور ہر طرف منادی دوڑادیئے کہ لشکر جمع ہو جائیں اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہماری ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آج ان سب کو تہ تیغ کردوں گا۔ سورج نکلتے ہی لشکر آموجود ہوا۔ اسی وقت خود سارے لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے۔ جو فرعونی لشکر انہیں دکھائی دے گیا۔ گھبرا کر اپنے نبیؑ سے کہنے لگے لو حضرت اب کیا ہوتا ہے۔ سامنے دریا ہے پیچھے فرعونی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راہ دکھادے گا۔ اسی وقت وحی ربانی آئی کہ موسیٰ! دریا پر اپنی لکڑی مار وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دیدیگا۔ چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر لکڑی ماری کہ اے دریا بحکم اللہ تعالیٰ تو ہٹ جا۔ اسی وقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے۔ ادھر ادھر پانی

مثل بڑے بڑے پہاڑوں کے کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں کی طرح کر دیا۔ نہ تو فرعون کی پکڑ کا خوف رہا نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا فرعون اور اس کے لشکری یہ حال دیکھ رہے تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار جاؤ۔ چنانچہ خود مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا۔ ان کے اترتے ہی پانی کو بہنے کا حکم ہو گیا اور چشم زدن میں تمام فرعونی ڈبو دیئے گئے۔ دریا کی موجوں نے انہیں چھپالیا۔ یہاں جو فرمایا کہ انھیں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا یہ اس لئے کہ یہ مشہور و معروف ہے نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے۔

اسی جیسی آیت ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ﴾ ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے پٹکا تھا۔ پھر ان پر جو تباہی آئی۔ سو آئی عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور راہ راست انہیں نہ دکھائی۔ جس طرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم میں جا جھونکے گا جو بدترین جگہ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾

اے بنی اسرائیل دیکھو ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہ طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور تم پر من و سلوے اتارا۔ تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو گا اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے وہ یقیناً تباہ ہوا۔ ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔

جس پر اللہ کا غضب اترے وہ تباہ ہوا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں یاد دلا رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس دن کے روزے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا۔ آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ جس کا بیان ابھی آگے آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من و سلویٰ کھانے کو دیا۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلوی ایک قسم کے پرند تھے جو بحکم باری تعالیٰ ان کے سامنے آجاتے تھے۔ یہ بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ اس میں حد سے نہ گزر جاؤ۔ حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو ورنہ میرا غضب نازل ہو گا۔ اور جس پر میرا غضب اترے یقین مانو کہ وہ بدبخت ہو گیا۔ حضرت شفی بن مانع فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرا لیا جاتا ہے تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہنچتا ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا

ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں۔

دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بخشدیا۔ غرض جس کفر و شرک گناہ و معصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف اللہ تعالیٰ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو اور ہو بھی راہ راست پر شک نہ ہو سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہؓ کی ورش پر ہو اس میں ثواب جانتا ہو۔ یہاں پر ثُمَّ کا لفظ خبر پر ترتیب کرنے کے لیے آیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۚ فَنَسِىَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾

موسیٰ تجھے اپنی قوم سے غافل کر کے کونسی چیز جلدی لے آئی؟ کہا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے ہیں اور میں نے اے رب تیری طرف جلدی اس لیے کی کہ تو خوش ہو جا۔ فرمایا ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا ہے پس موسیٰ سخت ناراض ہو کر افسوس ناکی کے ساتھ واپس لوٹا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم والو! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ بلکہ تمہارا ارادہ ہی یہ ہے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو؟ کہ تم نے میرے وعدے کا خلاف کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدے کا خلاف نہیں کیا بلکہ ہم پر جو زیورات قوم کے لاد دیئے گئے تھے انہیں ہم نے ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے۔ پھر اس نے لوگوں کے لیے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی بچھڑے کا بت جسکی گائے کی سی آواز بھی تھی پھر کہنے لگے کہ یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی لیکن موسیٰ بھول گیا ہے۔ کیا یہ گمراہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ تو انکی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے۔

قوم موسیٰ کی آزمائش بذریعہ سامری جادوگر: حضرت موسیٰ جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بن کر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ ہمارے لیے بھی ان کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمیں روزوں کا حکم دیا۔ پھر دس بڑھا دیئے گئے پورے چالیس ہو گئے۔ دن رات روزے سے رہتے تھے۔ اب آپ جلدی سے طور کی طرف چلے۔ بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ وہاں جب پہنچے تو جناب باری تعالیٰ نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں۔ میں نے جلدی کی ہے کہ تیری رضامندی حاصل کرلوں اور اس میں بڑھ جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے آنے کے بعد

تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا اور انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے۔ اس بچھڑے کو سامری نے بنایا اور انہیں اس کی عبادت میں لگا دیا ہے۔ اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا۔ حضرت موسیٰ کو عطا فرمانے کے لیے توراہ کی تختیاں لکھ لی گئی تھیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر بارے کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہہ دیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر عمدگی سے عمل کریں۔ میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا حضرت موسیٰ کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا اور غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کہ دیکھو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کے باوجود ایسے سخت احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا۔ غم و اندوہ رنج و غصہ آپ کو بہت آیا۔ واپس آتے ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کئے تھے۔ تمہارے ساتھ بڑے بڑے نیک سلوک و انعام کئے۔ لیکن ذرا سے وقفے میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے۔ بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر اتر پڑا۔ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا۔ اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ جو زیور فرعونیوں کے ہمارے پاس مستعار لیے ہوئے تھے ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں۔ چنانچہ ہم نے سب کے سب بطور پرہیزگاری کے پھینک دیئے۔

ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ہارونؑ نے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ہارونؑ کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور ایک جا ہو جائیں اور پگھل کر ڈلا بن جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے۔ سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے اللہ تعالیٰ کے قاصد کے نشان سے بھری تھی اور حضرت ہارونؑ سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ کہ وہ میری خواہش قبول فرمائے۔ آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی۔ اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے۔ چنانچہ وہ بن گیا اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہو گیا۔ پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا حضرت ہارونؑ ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گزرے۔ وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ خود اسے ایسا ہی کر دے اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا اور آواز نکالنے لگا۔

بنی اسرائیل بہکاوے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے۔ یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل اللہ یہی ہے موسیٰ بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چل دیئے ہیں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اس کی محبت رچ گئی۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے اللہ کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا۔ ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے۔

ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے۔ نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اسے اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں۔ آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گزر کر منہ کے راستے نکلتی تھی۔ اسی کی آواز آتی تھی۔ اس بچھڑے کا نام انہوں نے بہموت رکھ چھوڑا تھا۔ ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کے لیے بڑا گناہ کر لیا۔ فرعونیوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کے لیے شرک شروع کر دیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر مچھر کا خون لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عراقیوں کو دیکھو بنت رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر کو تو قتل کر دیں اور مچھر کے خون کے مسئلے پوچھتے پھریں۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾

ہارون نے اس سے پہلے ہی ان سے کہدیا تھا کہ اے میری قوم والو! اس بچھڑے سے تو صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا حقیقی پروردگار تو اللہ رحمٰن ہی ہے۔ پس تم سب میری تابعداری کرو اور میری بات مانتے چلے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کی واپسی تک تو ہم اسی کے مجاور بنے بیٹھے رہیں گے۔

معبود باطل کی پرستش فتنہ ہے: حضرت موسیٰ آئیں اس سے پہلے حضرت ہارون نے انہیں ہر چند سمجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو۔ رب رحمان کے سوا اور کے سامنے نہ جھکو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے۔ سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے۔ وہی عرش مجید کا مالک ہے۔ وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو۔ جو میں کہوں وہ بجالاؤ۔ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے۔ تب تک تو ہم اس کی پرستش چھوڑتے نہیں۔ چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾

موسیٰ کہنے لگے اے ہارون انہیں گمراہ ہوتا ہوا دیکھتے ہوئے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آجاتا کیا تو بھی میرے فرمان کا نافرمان بن بیٹھا؟ ہارون کہنے لگے اے میرے ماں جائے بھائی میری ڈاڑھی اور سر نہ پکڑ مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا۔

حضرت موسیٰ کی ہارون پر ناراضگی: حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے اور پورے غم میں لوٹے تھے تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی ہارون کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورہ اعراف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے کیوں خبر نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان

حضرت ہارون نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میری ماں جائے بھائی! یہ صرف اس لیے کہ حضرت موسیٰ کو زیادہ رحم و محبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آکر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں کہیں آپ مجھ پر نہ بگڑ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگہبانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

موسیٰ نے پوچھا سامری تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی اسے اس میں ڈال دیا۔ میرے دل نے ہی یہ بات میرے لیے بنادی کہا اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا رہے کہ ہاتھ نہ لگانا اور ایک اور بھی وعدہ تیرے ساتھ ہے جو تیرے بارے میں کبھی بھی خلاف نہ کیا جائے گا اور اب تو اپنے اس اللہ کو بھی دیکھ لینا جس کا تو اعتکاف کئے ہوئے تھا کہ ہم اسے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ اڑا دیں گے۔ اصل بات یہی ہے کہ تم سب کا معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے۔

سامری سے حضرت موسیٰ کی گفتگو اور بددعا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا یہ شخص باجرما کا رہنے والا تھا۔ اس کی قوم گائے پرست تھی۔ اس کے دل میں بھی گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اسکا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ کرمانی تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی بستی کا نام سامرا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لیے جبرئیلؑ آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی۔

اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت جبرئیلؑ آئے اور موسیٰ کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے سم تلے کی مٹی اٹھالی۔ حضرت موسیٰ کو جبرائیل آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ نے توراۃ لکھی حضرت موسیٰ قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے۔ لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس بچھڑے کو جلادیا۔ لیکن اس اثر کی سند غریب ہے۔ اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے وقت ان میں ڈال دی جو خوبصورت بچھڑا بن گئے۔ اور چونکہ بیچ میں خلا تھا۔ وہاں سے ہوا گھستی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت جبرئیلؑ کو دیکھتے ہی اسکے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اسکے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھالوں۔ میں جو چاہوں گا وہ اسی مٹی کے ڈالنے سے بن جائے گا۔ اسکی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھیں۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے اور فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہوسکتے۔ تو غمزدہ ہونے لگے۔

سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اسے جمع کر کے آگ لگا دو۔ جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنالے۔ چنانچہ یہی ہوا اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ کا رب یہی ہے۔ یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھادی۔ کلیم اللہ نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ اب نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے باقی سزا تیری قیامت کو ہو گی جس سے چھٹکارا محال ہے۔ ان کے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا۔

اب تو اپنے اللہ کا حشر بھی دیکھ لے جسکی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے۔ پھر اسکی راکھ تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دی۔ مروی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لیے ان کا بچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ نے پھونک دیا اور دریا میں اس کی خاک بہادی۔ جس نے بھی اسکا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے۔ اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہو گی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسروں کو قتل کرو۔ اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا معبود یہ نہیں۔ مستحق عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی تمام جہاں اس کا محتاج ہے اور اس کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ اسکے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے۔ بلکہ اس کے پاس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے۔ سب کی جگہ اسے معلوم ہے۔ سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ علم اللہ تعالیٰ محیط کل اور سب کو حاوی ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾

اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی ہو چکی ہوئی وارداتیں بیان فرما رہے ہیں یقیناً ہم تو تجھے اپنے پاس سے نصیحت عطا فرما چکے ہیں۔ اس سے جو منہ پھیر لے گا وہ یقیناً قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہو گا۔ جس میں ہمیشہ ہی رہے گا ان کے لیے قیامت کے دن بڑا برا بوجھ ہے۔

روز قیامت اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا: فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ کا قصہ اصلی رنگ میں آپ کے سامنے بیان ہو رہا ہے ایسے ہی اور بھی حالات گزشتہ آپ کے سامنے ہم ہو بہو بیان فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس بھی باطل نہیں پھٹک سکتا۔ کیونکہ ہم حکمت و حمد والے ہیں۔ کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال والی اور اس سے زیادہ جامع اور اس سے زیادہ بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ ہے۔ جس میں گزشتہ کی خبریں آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں اسے نہ ماننے والا اس سے منہ پھیرنے والا اس کے احکام سے بھاگنے والا اس کے سوا کسی اور میں ہدایت تلاش کرنے والا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا۔ اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ کتابی ہو یا غیر کتابی عجمی ہو یا عرب اس کا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے۔ پس اس کا متبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت و شقاوت والا جو یہاں برباد ہوا اور وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہو گا۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

ع ۵/۱۴

جس دن صور پھونک دیا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن نیلی پیلی آنکھوں کے کر کے گھیر لائے گے۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو صرف دس دن ہی رہے جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اسکی حقیقت سے باخبر ہم ہی ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہو گا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے۔

جب صور پھونکا جائے گا: رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک قرآن ہے جو پھونکا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے۔ حضرت اسرافیل اسے پھونکیں گے اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنالیا ہے پیشانی جھکادی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر حضور ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہو گا۔ مارے ڈر اور گھبراہٹ کے گنہگاروں کی آنکھیں کیری ہو رہی ہوں گی۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گزرے ہوں گے ہم ان کی اس رازداری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جب کہ ان میں کا بڑا عاقل اور کامل انسان کہے گا کہ میاں دس بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے۔

غرض کفار کو دینا کی زندگی ایک سپنے کی طرح معلوم ہو گی۔ اس وقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں ہم تو ٹھہرے ہوں گے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ ﴾ الخ ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی۔ پھر ہوشیار کرنے والے بھی تمہارے پاس آچکے تھے۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گزار آئے؟ ان کا جواب ہے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ فی الواقع دنیا ہے بھی آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی۔ لیکن اگر اسی بات کو پہلے سے باور کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر اس تھوڑی کو بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

تجھ سے پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں سو تو کہدے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑادے گا۔ اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کہیں موڑ توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ جس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جس میں کوئی کجی نہ ہوں گی۔ اللہ رحمان کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی سوائے کھسر پسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا۔

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین ہموار ہو جائے گی: لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ ان کا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائیں گے چلتے پھرتے نظر آئیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی۔ قاع کے معنے ہموار صاف میدان ﴿ صَفْصَفًا ﴾ اسی کی تاکید ہے۔ اور صفصف کے معنی بغیر روئید گی کی زمین کے بھی ہیں۔ لیکن پہلے معنے زیادہ اچھے ہیں اور دوسرے معنی مرادی اور لازمی ہیں نہ اس میں کوئی وادی رہے گی نہ ٹیلہ نہ اونچان رہے گی نہ نیچائی۔ ان دہشتناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ جس کی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی۔ دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جا رہی ہو گی۔ نہ ادھر نہ ادھر ہو گی نہ ٹیڑھی بانکی چلے گی۔ کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی

بجا آوری میں مشغول رہتے۔ لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے۔

اس دن تو خوب دیکھتے سنتے بن جائیں گے اور آواز کے ساتھ حکمبر داری کریں گے۔ اندھیری جگہ حشر ہوگا۔ آسمان لپیٹ لیا جائے گا۔ ستارے جھڑ پڑیں گے۔ سورج چاند مٹ جائے گا۔ آواز دینے والے کی آواز پر سب چل کھڑے ہوں گے۔ اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہو گی۔ مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ داب ربانی کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھے گی۔ بالکل سکون وسکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا پھوسی چل کر جارہے ہوں گے تو پیروں کی چاپ تو لامحالہ ہونی ہی ہے۔ اور باجازت اللہ کبھی کبھی کسی کسی حال میں بولیں گے بھی لیکن چلنا بھی باادب اور بولنا بھی باادب جیسے ارشاد ہے ﴿ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴾ یعنی جس دن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھول لے۔ بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمان حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔ جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ تمام چہرے "اس زندہ اور خبر گیر اں اللہ تعالیٰ کے سامنے کمال عاجزی سے جھکے ہوئے ہیں۔ یقیناً وہ برباد ہوا جس نے ظلم لاد لیا۔ اور جو نیک اعمال کرے اور ہو بھی ایماندار نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا۔

روز قیامت شفاعت : قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لیے شفاعت کرے جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ۔ سب کو خود خوف لگا ہوگا۔ بے اجازت کسی کی سفارش نہ ہوگی۔ فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ بے اجازت الٰہی کوئی لب نہ کھول سکے گا۔ خود سید الناس اکرم الناس رسول اللہ ﷺ بھی عرش تلے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا کریں گے۔ دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر حد مقرر ہوگی۔ آپ انکی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے۔ پھر لوٹیں گے پھر یہی ہوگا۔ چار مرتبہ یہی ہوگا صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء اور حدیث میں ہے حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال ایمان ہو۔ پس بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں آدھا مثقال ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں اس سے بھی کم اس سے بھی کم اس سے بھی کم ایمان ہو اسے بھی جہنم سے آزاد کرو الخ۔ اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اسکے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی وذلت ونرمی کیساتھ اس کے سامنے پست ہیں۔ اس لیے کہ وہ موت وفوت سے پاک ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے نہ وہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔ سب کی دیکھ بھال حفاظت اور

سنبھال وہی کرتا ہے وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہو سکے نہ باقی رہ سکے۔ جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا۔ کیونکہ ہر حقدار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا۔ یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔ صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر آئے گا اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ سے شرک کرتا ہوا ملا وہ تباہ و برباد ہوا۔ اس لیے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ظالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ نہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ انکی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

اسی طرح ہم نے تجھ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ڈر کا بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیزگار بن جائیں یا ان کے دل میں یہ سوچ سمجھ نو پیدا کرے پس اللہ تعالیٰ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔ تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے۔ ہاں یہ دعا کر تارہ کہ پروردگار! میرا علم بڑھاتا رہ۔

قرآن عربی برحق وحی ہے: چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے اور اس دن نیک وبد اعمال کا بدلہ ملنا ہی ہے لوگوں کو ہشیار کرنے کے لیے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا پاک کلام عربی صاف زبان میں اتارا تاکہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں گوناگوں طور پر لوگوں کو ڈرایا طرح طرح سے ڈراوے سنائے تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ یا ان کے دلوں میں غور وفکر نصیحت وپند پیدا ہو۔ اطاعت کی طرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ تعالیٰ جو حقیقی شہنشاہ ہے۔ دنوں جہان کا تنہا مالک ہے۔ وہ خود حق ہے اس کا وعدہ حق ہے اسکی وعید حق ہے۔ اس کے رسول حق ہیں جنت دوزخ حق ہے اس کے سب فرمان اور اس کی طرف سے جو ہو سراسر عدل وحق ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر کسی کو سزا دے۔ وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کو کھول دیتا ہے۔ پھر سرکشوں کو عدل کے ساتھ سزا دیتا ہے۔ جب ہماری وحی اتر رہی ہو اس وقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کرو پہلے پوری طرح سن لیا کرو۔

جیسے سورہ قیامت میں فرمایا ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ﴾ یعنی جلدی کر کے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کے تابع ہو جائیں۔ پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ پہلے آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ جس میں آپ کو دقت ہوتی تھی۔ جب یہ آیت اتری آپ ﷺ اس مشقت سے چھوٹ گئے اور اطمینان ہو گیا کہ وحی الٰہی جتنی نازل ہو گی مجھے یاد ہو جایا کرے گی ایک حرف نہ بھولوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ فرشتے کی قرآت چپکے سے سنو جب وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے ﷺ۔ حدیث میں ہے کہ وحی برابر پے در پے آتی رہی۔ یہاں تک کہ جس دن آپ ﷺ فوت ہونے کو تھے اس دن بھی بکثرت وحی

اتری۔ ابن ماجہ کی حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا منقول ہے ﴿ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَ زِدْنِیْ عِلْمًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ﴾۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ﴿ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ ﴾

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰي شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دیدیا تھا لیکن وہ بھول گیا ہم نے اس کا کوئی قصد نہیں پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا اس نے صاف انکار کر دیا۔ تو ہم نے کہدیا کہ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔ یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو تو بھوکا ہو نہ ننگا اور نہ تو تو یہاں پیاسا ہو نہ دھوپ سے تکلیف اٹھا۔ لیکن شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور وہ بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو۔ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھا لیا تو ان پر اپنے پردے کی چیزیں کھل گئیں اب بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بہک گیا۔ پھر اسے اس کے رب نے نوازا اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی راہنمائی کی۔

انسان خطا کا پتلا ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ مجاہدؒ اور حسنؒ فرماتے ہیں کہ اس حکم کو حضرت آدمؑ نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت آدمؑ کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے۔ سورہ بقرہ سورہ اعراف سورہ حجر اور سورہ کہف میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر ہو چکی ہے اور سورہ ص میں بھی اس کا بیان آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔ ان تمام سوتوں میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کے لیے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی مخفی عداوت کے اظہار کا بیان ہوا ہے۔ اس نے تکبر کیا اور حکم الٰہی کا انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت آدمؑ کو سمجھا دیا گیا کہ دیکھ یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حواؑ کا دشمن ہے اسکے بہکاوے میں نہ آجانا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور سخت مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی تلاش کی محنت سر پڑ جائے گی یہاں تو بے محنت و مشقت روزی پہنچ رہی ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے کہ بھوکے رہو۔ ناممکن ہے کہ ننگے رہو۔ اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی بیرونی طور پر پریشان کرے۔ اگر شیطان کے بہکاوے میں آگئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور ان کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آجائیں گی لیکن شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا۔ قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلا دیا۔ پہلے ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلایا کہ آخر ش یہ اس درخت میں سے کھا بیٹھے۔ اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھا لیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق

مصدوق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلا جائے گا لیکن تاہم وہ ختم نہ ہو گا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے (مسند احمد و ابو داؤد طیالسی)

دونوں نے درخت میں سے کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضاء ظاہر ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو گندمی رنگ کا لمبے قد و قامت والا زیادہ بالوں والا بنایا تھا۔ کھجور کے درخت جتنا قد تھا۔ ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے ایک درخت میں بال الجھ گئے جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر ہی رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدم! کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمٰن سن کر ادب سے عرض کیا کہ اے اللہ! مارے شرمندگی کے سر چھپاتا ہوں۔ اچھا یہ تو فرما دے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات لے لیے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔ یہ روایت منقطع ہے اور اسکے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ جب حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا آپ چھپانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے پھر انکی راہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدمؑ نے جواب دیا اے موسیٰ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا۔ آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی مقدر اور مقرر کر لی تھی۔ پس حضرت آدمؑ نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰؑ کو لاجواب کر دیا۔

اور روایت میں حضرت موسیٰؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں آپ کی روح اس نے پھونکی تھی اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدمؑ کے اس جواب میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا۔ بتلاؤ اللہ تعالیٰ نے توراۃ کب لکھی تھی؟ جواب دیا چالیس سال پہلے۔ پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾

فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں

گے وہ کہے گا کہ اے اللہ مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا جواب ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہئے تھا تو نے میری آئی ہوئی آیتوں سے غفلت برتی۔ آج تیری بھی مطلقاً خبر نہ لی جائے۔

حضرت آدم وحوا کو جنت سے نکالا گیا: حضرت آدم ؑ وحوا ؑ اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرمادیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ۔ سورہ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی اولاد آدم ؑ اور اولاد ابلیس۔ تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی۔ میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے ہاں حکموں کے مخالف میرے رسولوں کی راہ کے تارک اور راہوں کے سالک دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی۔ اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگیوں میں ہی رہیں گے۔ گو بظاہر کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین وہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک شبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بدنصیب رحمت الٰہی سے محروم خیر سے خالی کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ اس کے وعدوں کا یقین نہیں۔ مرنے کے بعد نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمان ہیں۔ گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں۔ گندے عمل ہیں۔ قبر تنگ وتاریک ہے۔ وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی دائیں طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے۔ ستر ہاتھ کشادہ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے۔ خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ اس آیت کا شان نزول معلوم ہے؟ کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر ننانوے اژدہے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے سات سات سر ہوتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔

اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے۔

ایک عمدہ سند سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی۔ نابینا ہوگا اور میدان حشر کی طرف چلا جائے گا اور جہنم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا جیسے فرمان ہے ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّ صُمًّا مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے بنا کر حشر میں لے جائیں گے۔ ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے یہ کہیں گے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خواب دیکھتا بھالتا تھا پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے اللہ کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں۔ پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا۔

جیسے فرمان ہے ﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ﴾ آج ہم انہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کے عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (مسند احمد)

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰي ؁

ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیرپا ہے۔

آخرت کا عذاب سخت ہے: جو حدود ربانی کی پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائیں انہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہو گا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اسکے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں۔ ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلہ میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

رکوع ۷ / ۱۶

کیا ان کی رہبری اس بات نے بھی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہلاک کر دی ہیں جن کے رہنے سہنے کی جگہ یہ چل پھر رہے ہیں۔ یقیناً اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اگر تیرے رب کی بات پہلے ہی سے مقرر شدہ اور وقت معین کردہ نہ ہوتا تو ابھی ہی عذاب آچمٹتا پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ بہت ناممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے۔

پہلی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں: جو لوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ ڈھنگ نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ آج ان کی ایک آنکھ جھلکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی۔ ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لیے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور فکر نہیں کرتے؟ کیا کانوں سے ان کے دردناک افسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا انکی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔ سورہ آلم السجدہ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی حجت ختم نہ کر دے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ ان کے لیے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لیے جاتے تو انکی تکذیب پر صبر کر۔ ان کی بیہودہ باتوں پر سہار کر تسلی رکھ یہ میرے قبضے سے باہر نہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے اور سورج ڈوبنے سے پہلے مراد نماز عصر ہے۔

صبح و شام ذکر و دعا: بخاری و مسلم میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف کے دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائے گا۔ مسند اور سنن میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا۔ سب سے دور کی چیز بھی

اس کے لیے ایسی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی اور سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار الٰہی کریں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مغرب وعشاء کی نماز ہے۔ اور دن کے وقتوں میں بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کیا کر تاکہ اللہ کے اجر وثواب سے تو خوش ہو جا۔ جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا اللہ تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جائے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیوں وہ کہیں گے لبیک ربنا وسعدیک ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت ہی خوش ہیں۔ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ جناب باری ارحم الراحمین فرمائے گا لو میں تم کو ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں۔ پوچھیں گے بار الہا! اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائے گا میں تم کو اپنی رضا مندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنیوالا ہے۔ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے سب وعدے پورے ہوئے۔ ہمارے چہرے روشن ہیں۔ ہماری نیکیوں کا پلہ گراں رہا۔ ہمیں دوزخ سے ہٹادیا گیا۔ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اب کونسی چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب اٹھ جائیں گے اور دیدار اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہوگی یہی زیادتی ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہے تاکہ انھیں اس میں آزمالیں۔ تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جمارہ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں آخر میں بول بالا پرہیزگاری ہی کا ہے۔

دنیا کے مال پر نگاہ حسرت نہ رکھو: ان کفار کی دینوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے نہ تک۔ یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں۔ یہ صرف انکی آزمائش کیلئے انھیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر و تواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گزاروں کی کمی ہے۔ ان کے مالداروں کو جو کچھ ملا ہے اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے۔ ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دہرائی جاتی ہیں۔ اور قرآن عظیم عطا فرما رکھا ہے۔ پس اپنی نظریں ان کے دنیاوی ساز و سامان کی طرف نہ ڈال۔ اسی طرح اے پیغمبر اللہ (ﷺ) آپ کے لے اللہ کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے۔ تجھے تیرا پروردگار اس قدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائیگا۔ اللہ کا دین بہتر اور باقی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا تھا اور ایک بالا خانے میں مقیم تھے۔ حضرت عمرؓ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کھرے بورئیے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا ہوا تھا اور کچھ مشکیں لٹک رہی تھیں۔ یہ بے سروسامانی کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضور نے دریافت کیا کہ کیسے ورد یئے؟ جواب دیا کہ حضور یہ ہیں قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و عشرت میں ہیں اور آپ باوجود ساری مخلوق میں سے اللہ کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کیا اب تک تم شک میں ہی ہو؟ ان لوگوں کی اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے۔ جو ہاتھ لگتا اسے اُسے راہ للہ دے دیتے اور اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہ اٹھا رکھتے۔

ابن ابی حاتم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو تم پر سب سے زیادہ خوف اس وقت کا ہے کہ دنیا تمھارے قدموں میں اپنا تمام ساز و سامان ڈال دے گی اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی۔ الغرض کفار کو زینت زندگی دنیا صرف ان کی آزمائش کے لئے دی جاتی ہے اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تاکید کرو کہ وہ عذاب اللہ سے بچ جائیں۔ خود بھی پابندی کے ساتھ اس کے ادائیگی کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو جہنم سے بچالو۔ حضرت عمر فاروقؓ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اسے آیت کی تلاوت فرماتے۔ ہم تجھ سے رزق کی طالب نہیں۔ نماز کی پابندی کرلو خدا ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب و خیال میں بھی نہ ہو اللہ پرہیز گاروں کے لئے چھٹکارا کر دیتا ہے اور بے شان و گمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے۔ تمام جنات اور انسان صرف عبادت الٰہی کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ رزاق اور زبردست قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں۔ ہم تمھیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ہشام کے والد صاحب جب امیر امراء کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھاٹھ دیکھتے تو واپس اپنے مکان پر آکر اسی آیت کی تلاوت فرماتے اور کہتے میرے کنبے والو نماز کی حفاظت کرو نماز کی پابندی کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیگا۔

نماز کی گھر والوں کو تاکید کرنا: ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور ﷺ کو کوئی تنگی ہوتی تو اپنے گھر کے سب لوگوں کو فرماتے اے میرے گھر والو نمازیں پڑھو نمازیں قائم رکھو۔ تمام انبیاء" کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کر دیتے۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم میری عبادت کیلئے فارغ ہو جامیں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کردوں گا۔ تیری فقیری اور حاجت کو دور کردوں گا۔ اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرا دل اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گا۔ ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے اپنی تمام غور و فکر اور قصد و خیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا اور اسی میں مشغول ہو گیا اللہ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کرلے گا۔ اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں یہاں کے غم مول لے لئے اللہ تعالیٰ کو اس کی مطلقاً پرواہ نہ رہے گی خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے۔ اور روایت میں ہے کہ دنیا کے غموں میں ہی اس کی فکروں میں ہی گھٹ جانے والے کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پریشانیاں ڈال دیگا اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کردیگا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔ اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنالے گا اپنی نیت وہی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر کام کا اطمینان نصیب فرمادیگا اس کے دل کو سیر اور شیر بنادے گا اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی۔ پھر فرمایا دنیا آخرت میں نیک انجام پرہیز گار لوگ ہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ وہاں ہمارے سامنے ابن طاب کے باغ کی تر کھجوریں پیش کی گئی ہیں میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کی لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی اور ہمارا دین پاک صاف طیب و طاہر کامل و مکمل ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿١٣٥﴾

کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی؟ اگر ہم اس سے

پہلے ہی انھیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے کہہ دے کہ ہر ایک انجام کا منتظر ہے پس تم بھی انتظار میں رہو۔ ابھی ابھی قطعاً جان لو گے کہ راہ راست والے کون ہیں؟ اور کون راہ یافتہ ہیں؟

کفار پیغمبر سے نشانیاں مانگتے ہیں: کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ ہے قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی امی پر اتارا ہے جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا ﷺ۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں۔ قرآن ان سب کا نگہبان ہے۔ چونکہ اگلی کتابیں کمی بیشی سے پاک نہیں رہیں اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت کو ممتاز کر دے۔ سورہ عنکبوت میں کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا ﴿ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَاللّٰهِ ﴾ یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کر دینے پر قادر ہے۔ میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں۔ میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں۔ لیکن کیا انھیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے سامنے برابر تلاوت کی جا رہی ہے۔ جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت و عبرت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انھیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی کے مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے معجزے اور تھے ہی نہیں۔ علاوہ اس پاک اور معجزہ قرآن کے آپ ﷺ کے ہاتھوں سے اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ ﷺ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے اگر اس محترم ختم المرسلین آخری پیغمبر ﷺ کو بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا کوئی وحی ربانی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری اور حکم برداری میں لگ جاتے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا کتاب نازل فرما دی انھیں ایمان نصیب نہ ہوا۔ عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہو گئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انھیں ایمان نہیں آنے کا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔

جیسے فرمان ہے ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرما دی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی حکم برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائیگا۔ یہی مضمون آیت ﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ ﴾ میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مومن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کر لیں گے۔ لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں۔ یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ادھر تم ادھر ہم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائیگا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا۔ گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لو گے کہ کذاب شریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ سورہ طہٰ کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ سولھواں پارہ بھی ختم ہوا۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ انبیاء مکیہ

تعارف سورت: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل سورہ کہف سورہ مریم سورہ طٰہ اور سورہ انبیاء عتاق اول سے ہیں اور یہی تلادی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡہُ وَ ہُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ لَاہِیَۃً قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوَی ٭ۖ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ٭ۖ ہَلۡ ہٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾

رحم وکرم والے رب کے نام سے شروع

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آلگا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل بالکل غافل ہوتے ہیں ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم جیسا انسان ہے پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آجاتے ہو۔ پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو زمین و آسمان میں ہے بخوبی جانتا ہے وہ بہت ہی سننے والا اور پورا دانا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے ازخود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسا نشان لائے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے جتنی بستیاں ہم نے اجاڑیں سب ایمان سے خالی تھیں تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟

قیامت قریب آگئی: اللہ تعالیٰ عزوجل لوگوں کو متنبہ فرمارہا ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لیے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں کام آئے بلکہ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ﴾ امر ربانی آگیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴾ الخ قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا الخ۔

ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

﴿ اَلنَّاسُ فِیْ غَفَلَاتِھِمْ وَرُحَی الْمَنِیَّۃِ تَطْحَنُ ﴾

موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کے آئے انہوں نے بڑے اکرام اور احترام سے انہیں اپنے ہاں اتارا اور ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے بھی سفارش کی۔ ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فلاں وادی عطا فرمادی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا میں آپ کے نام کردوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کریں۔ حضرت عامرؓ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں آج ایک سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے پھر آپ نے یہی ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام الٰہی اور وحی الٰہی کی طرف کان ہی نہیں لگاتے یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں۔ دل ہنسی کھیل میں مشغول ہیں۔ بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو کتاب الٰہی میں بہت کچھ ردو بدل کر لیا تحریف اور تبدیل کرلی کمی زیادتی کرلی اور تمہارے پاس تو اللہ کی ابھی کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی ملونی نہیں ہونے پائی۔ یہ لوگ کتاب اللہ تعالیٰ سے بے پروائی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہکاتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آجاتے ہیں۔ ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہتان باندھتے ہیں ان سے کہیے کہ جو اللہ آسمان وزمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے۔

پھر کفار کی ضد ناسمجھی اور کٹھ حجتی بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر جم نہیں سکتے کبھی کلام الٰہی کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں اور کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آں حضرت ﷺ کا از خود گھڑ لیا ہوا بتلانے لگتے ہیں۔ خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر آئے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح ﷺ کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا یا حضرت موسیؑ کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیؑ کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا۔ بے شک اللہ ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت خداوندی کی طرح عذاب الٰہی میں پکڑ لیے جائیں گے اور پیس کر دیے جائیں گے۔ عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیے گئے اسی طرح یہ بھی ایسے معجزے طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے۔

جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ ﴾ الخ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں ایمان قبول نہ کریں گے ہاں عذاب الیم کے معائنہ کے بعد تو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے بات بھی یہی ہے کہ انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کے بے شمار معجزات روز مرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے بلکہ آپؐ کے یہ معجزے دیگر انبیاء سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک مجمع مسجد میں تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ تلاوت قرآن کر رہے تھے اتنے میں عبداللہ ابن ابی بن سلول منافق آیا اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا، تھا بھی گورا چٹا بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابو بکرؓ تم حضور ﷺ سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء نشانات لائے

تھے مثلاً موسیٰ تختیاں لائے داؤد زبور لائے صالح اونٹنی لائے عیسیٰ انجیل لائے اور آسمانی دستر خوان۔ حضرت ابو بکر صدیق یہ سن کر رونے لگے اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہؓ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس منافق کی فرمائش دربار رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو میرے لیے کھڑے نہ ہو جایا کرو صرف اللہ ہی کے لیے کھڑے ہوا کرو۔ صحابہؓ نے کہا حضور ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کا اظہار کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو رب نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام ربانی پہنچادوں مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ میں محض بے پڑھا ہوں میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیے ہیں میرا نام اذان میں رکھا ہے میری مدد فرشتوں سے کرائی ہے مجھے اپنی امداد و نصرت عطا فرمائی ہے رُعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام اور حوضوں سے بڑا ہو گا مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ میں کیا ہے جو لوگوں سے نکلے گا۔ میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالا خانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہو گی میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے میرے اور میری امت کے لیے غنیمتوں کے مال حلال کیے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہ تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹

تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے سبھی مرد تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو تو۔ ہم نے انہیں ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے ان سے کیے ہوئے سب وعدے سچے کیے انہیں اور جن جن کو ہم نے چاہا نجات عطا فرمائی اور حد سے نکل جانے والوں کو غارت کر دیا۔

سب رسول مرد بشر تھے: چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان اللہ کا رسول ہو اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ یعنی کہہ دے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں ہی نہیں ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے نہ ماننے کا یہی حیلہ اٹھایا تھا جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا ﴿ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ﴾ کیا ایک انسان ہمارا رہبر ہو گا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرانیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے یا فرشتے؟ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ اٹھ سکیں ان کی تعلیم حاصل کر سکیں اور ان کی باتیں سمجھ سکیں۔ وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جسم نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے

جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں آمد ورفت بھی کرتے تھے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج بیوپار تجارت کے لیے بازاروں میں بھی آنا جانا رکھتے تھے۔ پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا ﴿ مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ الخ یعنی یہ رسول کیسا ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے دین کی تبلیغ کرتا اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں کر دیا جاتا یا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ بافراغت کھا پی تو لیتا الخ۔ اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ﴾ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں کی۔ ان کے پاس البتہ وحی اللہ آتی رہی فرشتہ اللہ کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور وہ نجات پا گئے ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گزر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ ۭ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔـلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾

یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے؟ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ستم گار تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کر دیں۔ جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے۔ بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی وہیں واپس لوٹو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تاکہ تم سے سوال تو کر لیا جائے کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بیشک تھے تو ہم ستم گار۔ پھر تو ان کا یہی قول رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں جڑ سے کٹے ہوئے اور بجھے پڑے ہوئے کر دیا۔

قرآن نصیحت ہے: اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لیے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا دین تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں ہیں پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے اور اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ﴾ الخ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے نصیحت ہے اور تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کیے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کا چورا کر دیا ہے اور آیت میں ہے ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔

اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا بھُس اُڑا دیا آبادی ویرانی سے اور رونق سنسانی سے بدل گئی ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذابوں کو آتا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی کے فرمان کے

مطابق اللہ کے عذاب میں وہ آگئے تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے اور لگے ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کرنے۔ اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آجاؤ تاکہ تم سے سوال و جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبادی جائے اور یہ مسل دیئے جائیں ان کا چلنا پھرنا آنا جانا بولنا چالنا سب یک قلم بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۗ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کچھ ہنسی کھیل کرنے کے لیے نہیں بنایا۔ اگر ہم یوں ہی کھیل تماشے کا ارادہ کرتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے لیکن ہم کرنے والے ہی نہیں۔ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لیے باعث خرابی ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی رب کا ہے۔ جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔ دن رات تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور ذرا سی بھی کاہلی نہیں کرتے۔

آسمان اللہ کی قدرت ہے: آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اسے بنا لیتے ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ **لھوً** کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں یعنی اگر ہم بیوی بنانا چاہتے تو حور عین میں سے جو ہمارے پاس ہیں کسی کو بنا لیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم اگر اولاد چاہتے۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم و ملزوم ہیں بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے جیسے فرمان ہے ﴿ **لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا** ﴾ الخ یعنی اگر اللہ کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰؑ اس کا بیٹا ہے نہ عزیرؑ نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں یہودیوں اور کفار مکہ کی اس لغو بات اور تہمت سے رب واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے۔

﴿ **اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ** ﴾ میں اِن کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ بلکہ مجاہدؒ کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ان نفی کے لیے ہی ہے۔ ہم حق کو واضح کرتے ہیں اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے ٹوٹ کر چورا ہو جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے وہ ہے بھی اسی لائق وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے اللہ کے لیے جو لوگ اولادیں ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس

واہی قول کی وجہ سے ان کے لیے ویل ہے انہیں پوری خرابی ہے۔

فرشتے اللہ کے بندے ہیں: پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم اللہ کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور اللہ کی الوہیت کی عظمت دیکھو آسمان وزمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بندہ ہونے سے شرم نہ فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے عار نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے یا عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آرہا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں گھبراتے بھی نہیں سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی دن رات اللہ کی فرماں برداری میں اس کی عبادت میں اس کی تسبیح واطاعت میں لگے ہوئے ہیں نیت اور عمل دونوں موجود ہیں اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں تھے کہ فرمایا لوگو! جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت! ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں آسمانوں کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چرچرانا ہی چاہیے اس لیے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں میں حضرت کعب احبارؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چالنا اللہ کا پیغام لے کر جانا عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونکنے ہو کر آپ نے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبدالمطلب میں سے ہے آپ نے میری پیشانی چومی اور فرمایا پیارے بچے! تسبیح ان فرشتوں کے لیے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لیے سانس لینا دیکھو چلتے پھرتے بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوٓا ءَالِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴿٢٣﴾

ان لوگوں نے جنہیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مُردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟ اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔ کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے اور اس کے سوا کوئی نہیں جس سے باز پرس نہ کی جاتی ہو۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے: شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے۔ کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کو برابر ماننا یا ان کی بھی عبادت کرنا کس قدر ناانصافی ہے۔ پھر فرماتا ہے سنو اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے اللہ ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں جیسے فرمان ہے ﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ ﴾ الخ اللہ کی اولاد نہیں نہ اسکے ساتھ اور کوئی معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرّا اور منزہ ہے۔

یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے اسی طرح شریک اور ساجھی سے مثل اور ساتھی سے بھی بلند و بالا ہے ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے اللہ کی ذات برتر ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے اس پر کوئی حاکم نہیں سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے اس کی کبریائی اور عظمت جلال اور حکومت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے کسی کی اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں کوئی نہیں جو چوں کرے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چرا کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی باز پُرس کرے گا جیسے فرمان ہے ﴿ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ الخ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل سے جو انہوں نے کیا وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کرو یہ ہے میرے ساتھ والوں کی دلیل اور مجھ سے اگلوں کی دلیل بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

عبادت ماسوا اللہ کی کوئی دلیل نہیں: ان لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اس میں سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام الٰہی موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام الٰہی کتابیں بھی اسی کی دلیل ہیں با آواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف میں ہے جو کتاب جس پیغمبر پر اُتری اس میں یہ بیان موجود رہا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور اللہ کی باتوں سے منکر ہیں تمام رسولوں کو توحید الٰہی کی ہی تلقین ہوتی رہی فرمان ہے ﴿ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ﴾ الخ تجھ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں تو آپ پوچھ لے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں۔

اور آیت میں ہے ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ ہم نے ہر امت میں اپنا پیغمبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ پس انبیاء کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاہد ہے اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں ان کی ساری حجتیں بے کار ہیں اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے غلط ہے اللہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے ذی عزت بندے ہیں۔ کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔ وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ تو خود ہیبت باری تعالیٰ سے لرزاں و ترساں ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی بھی کہدے کہ اللہ کے سوا میں لائق عبادت ہوں تو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

کفار مکہ کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں قولاً اور فعلاً ہر وقت اطاعت ربانی میں مشغول ہیں نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں نہ کسی بات میں اس کے فرمان کے خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوڑ کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں آگے پیچھے دائیں بائیں کا اسے علم ہے ذرے ذرے سے وہ دانا ہے۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ اللہ کے کسی مجرم کی اللہ کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لیے لب ہلا سکیں جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ وہ کون ہے جو اس کی بے اجازت کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے۔

اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ یعنی اس کے پاس کسی کی شفاعت بے اس کی اپنی اجازت کے چل نہیں سکتی۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت اللہ تعالیٰ سے ہیبت رب سے لرزاں و ترساں رہا کرتے ہیں ان میں سے جو بھی رب ہونے کا دعوے کرے ہم اسے جہنم واصل کر دیں ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں۔ یہ بات بطور شرط کے ہے اور شرط کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان اللہ میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے۔ اسی طرح کی آیت ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ اور ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾ الخ ہے پس نہ تو رحمٰن کی اولاد نہ نبی کریم سے شرک ممکن۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین منہ بند ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیے تا کہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنادیں تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

آسمان وزمین اللہ نے بنائے: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو۔ ابتداً زمین وآسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بتہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلار کھا آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟

﴿ فَفِیْ کُلِّ شَیْئٍ لَّهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰۤی اَنَّهٗ وَاحِدٌ ﴾

یعنی ہر چیز میں اللہ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین وآسمان ملے جلے تہ بتہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمرؓ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباسؓ سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اُگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہؓ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباسؓ کی جرأت بڑھ گئی ہو لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔

مجاہدؒ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعیدؒ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دئے گئے زمین وآسمان کے درمیان خلا رکھ دی گئی پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنادی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے کہا حضور! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کروں اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے، مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لیے کھلا ہوا ہے تا کہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ باآسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دُور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔

شان ربانی دیکھیے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت ربانی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں۔ فرماتا ہے قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام کی بنائیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلند و بالا اونچا اور صاف ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے۔ یہ روایت سنداً غریب ہے

لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پروا ہیں جیسے فرمان ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آنا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایا ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹالی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا۔ فرمایا بس یہی سبب ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے درپے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آجانا دیکھو ایک کا کم ہونا دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم علم والا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾

تجھ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے دوام اور ہمیشگی نہیں دی کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ہر ایک نے مرنا ہے کسی نے ہمیشہ نہیں رہنا: جتنے لوگ ہوئے سب کو ہی موت ایک روز فوت کرنے والی ہے تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں ہاں رب کی جلال و اکرام والی ذات ہمیشگی اور دوام والی ہے۔ اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ

حضرت خضر مر گئے یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے کسی کو بجز ذات باری کے ہیشگی نہیں کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزومند ہیں تو کیا اس بارے میں ہی اکیلا ہوں۔ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے بھلائی بُرائی سے سُکھ دُکھ سے مٹھاس کڑواس سے کشادگی تنگی سے ہم اپنے بندوں کو آزمالیتے ہیں تاکہ شکر گزار اور ناشکرا صابر اور ناامید کھل جائے۔ صحت و بیماری تونگری فقیری سختی نرمی حلال و حرام ہدایت گمراہی اطاعت معصیت سب آزمائشیں ہیں اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں تمہارا سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا بروں کو سزا نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾

یہ منکر تجھے جب بھی دیکھتے ہیں تمخول میں اڑانے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے اور وہ خود ہی رحمٰن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں انسان کی جبلت میں جلد بازی رکھی گئی ہے میں تمہیں اپنی نشانیاں ابھی ابھی دکھاؤں گا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔

اللہ کا ذکر: ابو جہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے کہنے لگتے کہ لو میاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمٰن کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ کے منکر رسول اللہ کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے ﴿إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا﴾ یعنی وہ تو کہیے ہم جے رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ خیر انہیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر آنکھ اور زبان میں جب روح آگئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے اسی میں داخل جنت ہوئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہو گی اسی دن میں ایک ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کونسی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اسکے بعد ہی انسانی عجلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لیے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے لیکن عادت ربانی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں اسی لیے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے۔ میرے نبی کو مذاق میں اڑانے والوں کی کس طرح کھال ادھڑتی ہے تم ابھی ہی دیکھ لو گے جلدی نہ مچاؤ دیر ہے

اندھیر نہیں مہلت ہے بھول نہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتادو کہ یہ وعدہ کب ہے۔ کاش کہ یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر آگ کو اپنے چہروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی کمروں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ ہاں ہاں وعدے کی گھڑی انکے پاس اچانک آجائے گی اور انہیں ہکا بکا کردے گی نہ تو یہ لوگ اسے ٹال سکیں گے اور نہ ذرا سی بھی مہلت دیئے جائیں گے۔

قیامت سب کو عاجز کردے گی: عذاب اللہ کو قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لیے جرات سے کہتے تھے کہ بتلاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے اس وقت عذاب اللہ اوپر تلے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے طاقت نہ ہو گی کہ آگے پیچھے سے رب کا عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہو گا جس میں آگ لگی ہوئی ہو گی اور کھڑے جل رہے ہوں گے ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہو گی کوئی نہ ہو گا جو مدد کو اٹھے جہنم اچانک دبوچ لے گی اس وقت ہکے بکے رہ جاؤ گے مبہوت اور بے ہوش ہو جاؤ گے حیران پریشان ہو جاؤ گے کوئی حیلہ نہ ملے گا اسے دفع کرو اس سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

تجھ سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا پس ہنسی کرنے والوں پر ہی وہ چیز الٹ پڑی جس کی ہنسی کر رہے تھے پوچھ تو کہ اللہ کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے ٹال مٹول کرنے والے ہیں کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے بچالیں کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت بھی نہیں رکھتا اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت کیا جاتا ہے۔

پہلے لوگ بھی رسولوں سے مذاق کرتے رہے: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا رہا ہے مذاق اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا کافروں کی یہ عادت پرانی ہے اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخرش عذابوں میں پھنس گئے جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا ﴾ تجھ سے پہلے کے انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں ہمارے

پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں ﴿مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ کے معنی رحمان کے بدلے یعنی رحمٰن کے سوا ہیں عربی شعروں میں بھی مِن بدل کے معنی میں ہے۔

اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو اللہ کے ہر ہر احسان کی ناشکری کرتے بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو اللہ کے سوا ہیں انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے بلکہ ان کے معبودان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدوں پر فائدے دیے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گزر گئی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں اب کیا وہی غالب ہیں کہہ دے کہ میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ساتھ آگاہ کر رہا ہوں بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انہیں آگاہ کیا جائے اگر انہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھاپ بھی لگ جائے تو پکار اٹھتے ہیں ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے ہم درمیان میں لا رکھیں گے عدل کی ترازو کو قیامت کے دن پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا ایک رائی کے دانے کے برابر جو عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

کفار کیلئے نشانیاں: کافروں کے کینے کی اور اپنی گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ انہیں کھانے پینے کو ملتا لمبی لمبی عمریں ملیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوت اللہ کو پسند ہیں۔ اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیاں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیامیٹ کر دیں۔ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی کئے گئے ہیں جو سورۂ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں جیسے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ الخ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمہیں دکھا دیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔ حسن بصریؒ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر رہا ہے اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیامیٹ کر دیا اور مومن بندوں کو نجات دے دی کیا اب یہ لوگ اپنے تئیں غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں ذلیل ہیں رذیل ہیں نقصان میں ہیں بربادی کے ماتحت ہیں میں تو اللہ کی طرف کا مبلغ ہوں جن

جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کا کہا ہوا ہے ہاں جن کی آنکھیں اللہ نے چٹم کر دی ہیں جن کے دل و دماغ بند کر دیے ہیں انہیں یہ اللہ کی باتیں سود مند نہیں پڑتیں۔ بہروں کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گنہگاروں پر ایک ادنیٰ سا بھی عذاب آ جائے تو واویلا کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن عدل کی ترازو قائم کی جائے گی۔ یہ ترازو ایک ہی ہو گی لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہو گا اس لیے کہ حساب لینے والا خود اللہ ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لیے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے: اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ فرمان ہے ﴿ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ** ﴾ الخ اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بچے! (ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ اسے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں وزن دار ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں ﴿ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ** ﴾

فضائل ذکر لا الٰہ الا اللہ: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سو دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک دفتر ہو گا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کیے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ جواب دے گا اے اللہ نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کا ظلماً لکھا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبر ایا ہوا ہو گا کہے گا کوئی نہیں پروردگار عالم فرمائے گا کیوں نہیں بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہو گا اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿ **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ﴾ ﷺ لکھا ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو وہ کہے گا اے اللہ یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا کرے گا؟ جناب باری تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچہ کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے گا۔ یہ جھک جائے گا اور وہ اونچے ہو جائیں گے اور رب رحمٰن و رحیم کے نام سے کوئی وزنی چیز نہ ہو گی۔

ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی یہ روایت ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب ترازوئیں رکھی جائیں گی پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہو گی جو اللہ کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** ﴾ ہو گا وہ اس شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں میری خیانت بھی کرتے ہیں میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور برا بھلا بھی کہتا ہوں۔ اب فرمائیے میرا ان کا کیا حال ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی خیانت نافرمانی جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا مارنا پیٹنا برا کہنا بھی اگر تیری سزا ان کی خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے اللہ کا فضل و کرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھے

سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ ﴾ الخ۔ یہ سن کر اس صحابی نے کہا یا رسول اللہ ان معاملات کو سن کر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دوں آپ گواہ رہیے کہ یہ سب راہِ اللہ میں آزاد ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ وہارون کو فیصلے کرنیوالی نورانی اور پرہیزگاروں کے لیے وعظ وپند والی کتاب عطا فرمائی ہے۔ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت کا کھٹکا رکھنے والے ہیں۔ اور یہ نصیحت وبرکت والا قرآن بھی ہم نے نازل فرمایا ہے کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو۔

تورات کی فضیلت: ہم پہلے بھی اس بات کو بتا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے اور اسی طرح تورات اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فرقان سے مراد کتاب یعنی تورات ہے جو حق وباطل حرام وحلال میں فرق کرنے والی تھی اسی سے جنابِ موسیٰ کو مدد ملی۔ کُل کی کُل آسمانی کتابیں حق وباطل ہدایت وگمراہی بھلائی برائی حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں ان سے دلوں میں نورانیت اعمال میں حقانیت اللہ کا خوف وخشیت ڈر اور رجوع اللہ کی طرف حاصل ہوتا ہے اسی لیے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے یہ کتاب اللہ تعالیٰ نصیحت وپند اور نور وروشنی ہے۔ پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے اللہ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴾ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں۔ اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔

ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اترا ہے۔ افسوس! کیا اس قدر وضاحت وحقانیت صداقت ونورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اسکے منکر بنے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

یقیناً ہم نے ابراہیم کو چھٹپنے میں ہی انکی راہیابی دے رکھی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی واقف تھے جب کہ اس نے اپنےباپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہیں کیا؟ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کوانہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم آپ اور تمہارے باپ دادا سبھی سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں یا یوں ہی کھلی بازی کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں در حقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں۔

حضرت ابراہیم کو ہدایت: فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن ہی سے ہدایت عطا فرمائی تھی انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سجھائی تھی جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ﴾ یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیمؑ کو دی تھیں تاکہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں۔ یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کی والدہ نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات اللہ پر خصوصاً چاند تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر اللہ کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب وسنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لیے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو موافقت و مخالفت کچھ نہ ہو گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کہہ سکتے ہیں نہ غلط۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لیے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع کامل شامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو وارد نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ نے تشریح کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے۔ بچپن میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو ناپسند فرمایا اور نہایت جرأت سے اس کا سخت انکار کیا برملا قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے ارد گرد ٹھٹھ لگا کر کیا بیٹھے ہو۔

حضرت اصبغ بن بناتہؒ راہ گزر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتا ہوا انگارا لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ کوئی بھلائی بننے سے رہی میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادے سبھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقلمندوں کی توہین دیکھی اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے کے کلمات سنے اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو ہم نے تو ایسی بات بھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ حق کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان وزمین ہی ہے۔ تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک پھر معبود و مسجود کیسے ہو گئے میری گواہی ہے کہ خالق و مالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اسکے سوا کوئی رب نہ معبود

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کا علاج تمہارے پیٹھ پھیر کر جاچکنے کے بعد ضرور کروں گا۔ پھر تو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔ کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔ بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تو سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ سب دیکھیں۔ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم اپنے ان خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔

حضرت ابراہیم بُت توڑتے ہیں: اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ نے اپنی قوم کو بُت پرستی سے روکا اور جذبہ توحید میں آکر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لیے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تاکہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو لے چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ گر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لیے آگے بڑھ گیا اور جو لوگ راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے میں کیسے بیٹھے ہو؟

جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے خداؤں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پاکر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بُت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چُورا کر دیا جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اس بڑے بُت کو باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال جائے کہ شاید اس بڑے خدا نے ان چھوٹے خداؤں کو غارت کر دیا ہو گا کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہو گی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے چنانچہ اس خیال کی پختگی کو ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن میں رکھ دیا تھا جیسے کہ مروی ہے۔

جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے خدا منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں اور اپنی حالت سے وہ بتلا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان بے نفع و نقصان ذلیل و حقیر چیز ہیں اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بیوقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے لیکن ان بیوقوفوں پر اُلٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کے ایسی اہانت کی؟

اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کا وہ کلام سنا تھا انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے ان خداوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان جو عالم بنا جوان اللہ کی شان دیکھیے جو مقصد حضرت خلیل اللہ کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کی سزا کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطی ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتلاوں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں کہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداوں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان خداوں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل اللہ پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ خلیل اللہ نے تین جھوٹ بولے ہیں دو تو اللہ کی راہ میں ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں اور ایک مرتبہ آپ حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی کسی نے بادشاہ سے جڑ دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے۔ بادشاہ نے جھٹ سے سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میری بہن ہے اس نے کہا بادشاہ کے دربار میں بھیجو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتلا چکا ہوں اگر تم سے پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لیے دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔ حضرت سارہ ادھر چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت اللہ کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا وہیں پھر عذاب الٰہی آ پہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے بھی زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے در پے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹتے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ کو لایا ہے جا اسے نکال اور ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے۔ اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت ہاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہو کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لیے آ گئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ ہیں تمہاری اماں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو۔ پھر سر ڈال کر کچھ سوچ سانچ کر باوجود قائل ہو جانے کے کہنے لگے کہ یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں۔ خلیل اللہ نے اسی وقت فرمایا افسوس کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں۔

جو نفع نقصان نہ دے وہ معبود نہیں: بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا۔ اپنے تئیں اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی اپنے خداؤں کے پاس کسی کو حفاظت کے لیے نہ چھوڑا اور چل دیے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بُت بے زبان ہیں۔ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت خلیل اللہ کو خاصا موقع مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی۔ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور رب واحد کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو۔ ہم نے فرما دیا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لیے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا۔ گو انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ہی نقصان پانے والا کر دیا۔

حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہوتی ہے: یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال کر اسکی جان لے لو تا کہ ہمارے ان خداؤں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیمؑ کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھود الکڑیوں سے اسے پُر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا تو اب گھبرائے کہ خلیل اللہ کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھلا کر پھینک دو۔ مروی ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا ﴿ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ ﷺ کے مقابلے کے لیے آ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے بھی یہی پڑھا تھا۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔ مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد و ثنا تیرے ہی لیے سزاوار ہے سارے مُلک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک و ساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی واللہ اعلم۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ آپ

کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈا کر دوں لیکن براہ راست حکم ربانی آگ ہی کو پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا اور حضرت ابراہیمؑ کی رسیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہیں لگی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لیے ساتھ ہی فرمادیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں خلیل اللہ کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اسے بالکل ٹھنڈی کر دی۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیلؑ آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدیؒ فرماتے ہیں سائے کا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت وسرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لیے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے یہ اور پھونک رہا تھا پس آپؐ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے پھر فرماتا ہے کہ انکا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا کافروں نے اللہ کے نبی کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لیے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا ادھر خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آپڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ۙ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ۙ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ع ۵ / ۵

ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کیطرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔ اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اور زیادہ دیا اور ہر ایک کو ہم نے نیک کار کیا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنادیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔ ہم نے لوط کو بھی حکمت و علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے اور تھے بھی بدترین گنہگار۔ اور ہم نے لوط کو اپنی مہربانیوں میں داخل کر لیا بیشک وہ نیک کار لوگوں میں سے تھا۔

ملک شام اور مکہ مکرمہ: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے یہیں حضرت عیسیٰ اتریں گے یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب آپ حران کی طرف گئے تھے یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس اقرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلے انہی کا نام حضرت سارہؓ۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ ہجرت مکہ میں ختم ہوئی۔

مکہ ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت وہدایت والا ہے جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے اس میں آجانے والا امن وسلامتی میں آجاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے ﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾۔ چونکہ خلیل اللہ کے سوال میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیک کار بنایا۔ ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم اللہ خلق الٰہی کو راہ اللہ کی دعوت دیتے رہے۔ ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی۔ اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ پھر حضرت لوطؑ کا ذکر شروع ہوتا ہے لوط بن ہاران بن آزرؑ۔ آپ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی جیسے کلام اللہ میں ہے فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ الخ۔ آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا اور سدوم اور اس کے پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا اور مخالفت پر کمر بستگی کر لی جس کے باعث عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیے گئے جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دیدی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیک کار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾

نوح کے اس وقت کو یاد کیجیے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اسکی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے ان پر ہم نے اس کی مدد کی یقیناوہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔

حضرت نوحؑ کی دعا: نوح نبیؑ کو ان کی قوم نے ستایا تکلیفیں دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر کافر ہونگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کے اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی قوم کی سختی ایذادہی اور تکلیف سے رب عالم نے اپنے نبی کو بچالیا ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک و کفر سے نہ ہٹے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو آپ کی ایذادہی پر بھڑ کاتے رہے ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذار سانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا اور نوحؑ کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیے گئے

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

داوٗدؑ اور سلیمانؑ کی یاد کیجیے جب کہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں اس میں چر چگ گئی تھیں ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا ہاں ہر ایک کو ہم نے حکمت و علم دے رکھا تھا اور داود کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی۔ ہم کرنے والے ہی تھے۔ اور ہم نے اسے تمہارے لیئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو کیا اب بھی تم شکر گزار بنو گے۔ ہم نے تیز و تند ہواوں کر سلیمان کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھیں جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں۔ اسی طرح سے بہت سے شیاطین بھی ہم نے اس کے تابع کیے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔

حضرت داوٗد و سلیمان کا ایک فیصلہ: ابن مسعودؓ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے۔ ﴿نَفَشَتْ﴾ کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں ھَمَل کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اس باغ

کو بکریوں نے بگاڑ دیا۔ حضرت داود نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان ؑ نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کو بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھیں تو باغ والے کو یہ اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سونپ دے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان کو سمجھا دیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت داؤدؑ کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا سامنہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمانؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟ انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا۔ حضرت داودؑ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھالئے تھے تو حضرت داودؑ کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا۔ پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے۔ قاضی شریح کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تو کوئی معاوضہ نہیں اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانوروں پر ہے۔ اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں۔ اور ہم نے کتاب الاحکام میں اللہ کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہؒ سے جب کہ قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسنؒ کے پاس آئے اور رو دیئے پوچھا گیا کہ اے ابو سعید آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے۔ ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا۔ حضرت حسن یہ سن کر فرماتے لگے سنو اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان کی قضاۃ کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ انبیاءؑ حکم ہوتے ہیں ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داود کی مذمت بیان نہیں فرمائی۔ پھر فرمانے لگے سنو تین باتوں کا عہد اللہ تعالیٰ نے قاضیوں سے لیا ہے ایک تو یہ کہ وہ احکام شرع دینوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں تیسرے یہ کہ اللہ کے سوائے کسی سے نہ ڈریں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ یعنی اے داود ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ خواہش کے پیچھے نہ پڑ کہ راہ اللہ سے بہک جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ ﴾ لوگوں سے نہ ڈرو مجھی سے ڈرتے رہا کرو۔ اور فرمان ہے ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ﴾ میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر بیچ نہ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں انبیاءؑ کی معصومیت میں اور ان کی من جانب اللہ ہر وقت تائید ہوتے رہنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک بھی پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس کو جو وہم تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے و اللہ اعلم۔

سنن کی اور حدیث میں ہے قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی۔ جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی سے فیصلہ کیا وہ جنتی اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بھی جہنمی۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آکر ایک بچے کو اٹھالے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے وہ میرا بچہ ہے آخر یہ قصہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دیدی کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمانؑ تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجیے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اسے کو دید یجیے۔ حضرت سلیمان اس معاملہ کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے اس کے خلاف کچھ کہے۔ ایسا ہی ایک واقع ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی اس پر وہ روسا کڑھ گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داودؑ کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمانؑ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ تیسرے نے کہا خاکی چوتھے نے کہا سفید۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داودؑ کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑ بڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داودؑ کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھیر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ تو آل داود کی آوازوں کی شیرینی دیے گئے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور میری قرات سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔

حضرت ابو عثمان نہدیؒ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت ابو موسے کی آواز میں تھا۔ پس اتنی خوش آوازی کو حضورؐ نے حضرت داود کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا اب سمجھ لیجیے کہ خود داودؑ کی آواز کیسی ہو گی۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتلاتا ہے کہ حضرت داود کو زرہیں بنانی ہم نے سکھا دی تھیں۔ آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈوں اور بغیر حلقوں کے زرہ بنتی تھی۔ کنڈوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داودؑ کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ وہ بہترین زرہیں تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے بنائیں یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکر گزاری کرنی چاہیے۔

حضرت سلیمان کے تابع چیزیں: ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق

برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچادیتی تھی ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤلشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچادیتی تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ ﴾الخ۔ یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔ حضرت سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی آپ سے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر فرماتے ہیں حضرت سلیمانؑ ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش فروش کرنے کا حکم دیتے پھر پردار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴾الخ۔ ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے جو غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی انکے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے محافظ و نگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کے اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لیے سبب نصیحت ہو۔

حضرت ایوبؑ کی بیماری صبر دعا اور شفا: حضرت ایوبؑ کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولادی تھیں۔ ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولادیں بیویاں لونڈی غلام جائداد اور مال متاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف سے آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہو تا گیا یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا یہاں تک کہ آس پاس والے گھن کرنے لگے شہر کے ایک اوجڑ کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی سوائے آپ کی بیوی صاحبہؓ کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کر لیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔

آں حضرت ﷺ نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا۔ اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے

توامتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔ حضرت ایوبؑ بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عوام ہے۔

یزید بن میسرہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ تلے باقی نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کیے مال دیا اولادیں دیں اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ میرا بہت ہی حسد کرتا۔ ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔ آپ کی دعاوں میں یہ بھی دعا تھی کہ اے اللہ تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور و تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم و ستم کیا میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا (۔ابن ابی حاتم۔) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے پچھلے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ مدتوں تک آپ بلاؤں میں مبتلا رہے۔

حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ مبتلا رہے۔ بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم و کرم کیا تمام بلاوں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے سارا گوشت جھڑ گیا تھا صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں۔ جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔ آپ فرمانے لگے بیوی صاحبہ! سنو ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و عافیت میں رکھا تو اگر ستر برس تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے۔ اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں اب آپ شہر میں جاتیں تیرا میرا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔ آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوبؑ کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا۔ وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہونگے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے۔ آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا۔ میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری۔ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی شراب ہے ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصہ کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوبؑ کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاو ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیہ کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب ایسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیہ کے لیے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا اللہ ایوب پر رحم کرے اچھے موقعہ پر پہنچی ٹکیہ دیدی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں

قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔ جب آپ حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچیں تو ان یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤ نگا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹنے کے وقت حضرت ایوب کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں۔ حضرت ایوبؑ نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا آپ نے کھالیا۔ دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتلادے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنی دوپٹیا سر سے اتادی دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا ہے اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوبؑ کے پیچھے پڑا تھا اس نام کا مبسوط تھا۔ حضرت ایوبؑ کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے۔ اس وقت بے ساختہ آپ کے زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ کے دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوبؑ کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو۔ پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئیں۔ چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ سر اٹھائیں اس سے پہلے وہ تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہو گئیں جو آپ پر اتریں تھیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت ایوبؑ اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اللہ کا نام بے حق لیا ہو۔ آپ اپنی بیماری میں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لیے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مار و اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنتی حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں کہ اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار و بے کس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں۔ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دی اور یہ رنگ وروپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی۔ وحی میں یہ خوشخبری

بھی آپکو سنادی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو تیرے گھر والوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کرلی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے۔ ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کیے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں لیا بتلایا ہے۔ یہ میشا بن یوسف بن یعقوب ابن اسحٰق بن ابراہیم کی بیٹی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت لیا حضرت یعقوبؑ کی بیٹی حضرت ایوبؑ کی بیوی ہیں جو ثنیہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔

مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت میں ہیں تو کہے تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لادوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ تمام اس لیے ہوئیں کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لیے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوبؑ صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے مقدرات پر اس کے امتحان پر انسان کو صبر و سہار کرنی چاہیے نہ جانے قدرت پوشیدہ پوشیدہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدۡخَلۡنٰہُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّہُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا یہ لوگ سب نیک تھے۔

حضرت اسماعیل ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ: حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے۔ سورہ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے حضرت ادریس کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بہ ظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے۔ بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور بامروت۔ امام ابن جریر اس میں توقف کرتے ہیں واللہ اعلم

مجاہد فرماتے ہیں۔ یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کیے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ حضرت یسع بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کردوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے۔ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پورا کردوں گا۔ آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں کو روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں یسع نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس عام میں سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا چنانچہ انہی کو خلیفہ بنادیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لیے بھیجنا شروع کیا مگر کسی کی کچھ نہ چلی ابلیس خود چلا دوپہر کو قیلولے کے لیے آپ لیٹے ہوئے تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا

شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے میرے ساتھ اس نے یہ کیا یہ کیا اس جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لیے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کروں گا۔ اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے تو یہ خبیث آ گیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھلوا دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا میں منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت کیا بتلاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور اب بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیے اور آج کی نیند بھی کھوئی۔ اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آ گیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹ کھٹانا شروع کیا۔ آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر کسی کو آنے دیا اس نے کہا میری طرف سے کوئی نہیں آیا اب غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارا نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقعہ پر غصے ہوا۔ پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ مروی ہے اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا۔ اس میں ہے کہ شیطان کو جب ان کے آرام کا وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لیے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت اشعری نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبیؑ نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس کی سی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا اس لیے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ ایک غریب حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں۔ واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دیکر بدکاری کے لیے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی اس نے کہا میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ روز بد دکھایا۔ کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر تردد میں ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اسی وقت اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ شان ربانی اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

مچھلی والے حضرت یونسؑ کو یاد کر جب کہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے تنگ نہ پکڑیں گے پھر تو اندھیریوں کے اندر سے پکار اٹھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ: یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورہ صافات میں بھی ہے اور سورہ نون میں بھی ہے۔ یہ پیغمبر حضرت یونس بن متیؑ تھے انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب اللہ آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری میں فریاد شروع کر دی۔ ادھر ان کی بین وبکا ادھر جانوروں کی بھیانک صدا غرض رحمت اللہ متوجہ ہو گئی عذاب اٹھالیا گیا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ﴾ الخ یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا بجز قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لیے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچالیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔ حضرت یونسؑ یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہیے۔ کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے ﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴾ اب کے حضرت یونسؑ خود کھڑے ہو گئے کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر اخضر سے بحکم اللہ ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی لیکن بحکم اللہ نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لیے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لیے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی۔ عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں آپ کا غضب وغصہ آپ کی قوم پر تھا۔ خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا۔ پس یہاں ﴿ نَقْدِرَ ﴾ کے یہی معنی حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ ضحاکؒ وغیرہ نے کیے ہیں۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت ﴿وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عطیہ عوفیؒ نے یہ معنی کیے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے ﴿ قَدَرَ ﴾ اور ﴿ قَدَّرَ ﴾ دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت ﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴾ بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ ان اندھیریوں میں پھنس کر اب یونسؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ سمندر کے تلے کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے آپ نے سمندر کی تہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں گئے پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بار الٰہی میں نے تیرے لیے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنائی ہوگی۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

واقعہ کی تفصیلات: ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر کھرچ آئے۔ جب آپ سمندر کی تہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے چنانچہ آپ نے بھی تسبیح اللہ شروع کر دی۔ اسے سن کر فرشتوں نے کہا بار الٰہا یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اسنے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان

کی سفارش قبول فرمائی۔ اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے تئیں یونس بن متی سے افضل کہے اللہ کے بندے اس نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔ اوپر جو روایت گزری اس کی وہی ایک سند ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حضرت یونسؑ نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں اے اللہ جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اُگل دے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دیدی ان اندھیریوں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دست گیری فرما کر تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونسی کو پڑھیں۔ جس کی سیدُ الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دلائی ہے۔

مسند احمد ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمانؓ وہاں موجود تھے میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے آکر شکایت کی آپ نے حضرت عثمانؓ کو بلوایا ان سے واقعہ کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمانؓ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے کہ آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی واللہ جب مجھے وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ نے ہمارے سامنے اوّل دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ جو ایک اعرابی آگیا اور آپ ﷺ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا اب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا جب آپ ﷺ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ ﷺ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحٰق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ میں ہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے کہا حضور آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آگیا اور آپ کو مشغول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنونؑ کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونسؑ کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائیگی۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے گا وہ حضرت یونسؑ بن متی کی دعا میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ وہ حضرت یونسؑ کے لیے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ فرمایا ان کے لیے خاص اور تمام مسلمانوں کے لیے عام جو بھی یہ دعا کرے کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑا لیا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ ابن ابی

حاتم میں ہے کہ کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام بصریؒ سے پوچھا کہ ابو سعید! اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ رَبِّ لَا تَذَرْنِى فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ وَوَهَبْنَا لَهُۥ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُۥ زَوْجَهُۥٓ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا خَٰشِعِينَ ﴿٩٠﴾

زکریا کو یاد کر جب اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے۔ ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر اسے یحییٰ عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لیے بھلا چنگا کر دیا یہ بزرگ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑا کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے رہتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

حضرت زکریاؑ کا واقعہ: اللہ تعالیٰ حضرت زکریاؑ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورۂ مریم اور سورۂ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے۔ آپ نے یہ دعا لوگوں کی پوشیدگی میں کی تھی۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنیٰ ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے اور لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن رب کی باتیں ماننے والے اللہ کا خوف رکھنے والے تواضع انکساری اور عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا وصفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریاؑ کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَٱلَّتِىٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَٰهَا وَٱبْنَهَآ ءَايَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿٩١﴾

اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے آپ ان میں اپنے پاس کی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لیے نشان قدرت کر دیا۔

حضرت مریمؑ کا واقعہ: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰؑ کے قصے کے ساتھ ہی ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے اس لیے کہ ان لوگوں میں پورا رابطہ ہے۔ حضرت زکریا پورے بڑھاپے کے عالم میں آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد تھیں ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت کو بغیر

شوہر کے اولاد عطا فرمانا یہ اور قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم میں بھی یہی ترتیب ہے۔ مراد عصمت والی عورت سے حضرت مریمؑ ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ الخ یعنی عمران کی لڑکی مریم جو پاک دامن تھیں انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی بے نظیر قدرت کا نشان بنایا کہ مخلوق کو اللہ کی ہر طرح کی قدرت اور اس کے پیدائش پر وسیع اختیارات اور تصرف اپنے ارادے سے چیزوں کو بنانا معلوم ہو جائے عیسیٰؑ قدرت اللہ کی ایک علامت تھے۔ جنات کے لیے بھی اور انسانوں کے لیے بھی۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

یہ ہے تم سب کا دین ایک ہی دین اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ لوگوں نے آپ اپنے دین میں فرقہ بندیاں کر لیں سب کے سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔ جو بھی نیک عمل کرے اور ہو بھی وہ مومن تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔

امت ایک رب ایک: فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے کرنے نہ کرنے کے احکام تم سب میں یکساں ہیں ﴿ هٰذِهٖٓ ﴾ اسم ہے ﴿ اِنَّ ﴾ کا اور ﴿ اُمَّتُكُمْ ﴾ خبر اور ﴿ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ حال ہے یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے جس کا اصلی مقصد توحید اللہ ہے جیسے آیت ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ﴾ سے ﴿ فَاتَّقُوْنِ ﴾ تک ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت گو احکام شرع گوناگوں ہیں فرمان قرآن ہے ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ﴾ ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا نیکوں کو نیک بدلہ اور بروں کو بری سزا۔ جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴾ نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے تمام اعمال لکھ لیتے ہیں کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

وَحَرٰمٌ عَلٰي قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓي اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پھر کر نہیں آنے کے یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑے آئیں اور سچا وعدہ قریب آ لگے اس وقت کافروں کی نگاہیں اچانک اوپر کی طرف ہی سل جائیں ہائے افسوس ہم اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم قصور وار تھے۔

قرب قیامت یاجوج ماجوج کھول دیئے جائینگے: ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں بلکہ وہ حضرت نوحؑ کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل سے ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے الخ یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچادیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں حدب کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہو گی تو اس خبر کو اس طرح سن جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہو گی جو غیب اور حاضر کا جاننے والا۔ ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔ ابن عباسؓ نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے دوڑتے ایک دوسرے کی چڈیاں لیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق احادیث: بہت سی احادیث میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے

(۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴾ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اور اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے گی ان میں دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہو گا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزیں ہوں گے کوئی اور وہاں ہو گا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں چنانچہ ان میں کا ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت اللہ سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہو گی اب ان کی گردنوں میں گٹھلی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک دم مر جائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شور وغل ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لیے ہتھیلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اور اپنے تئیں قتل شدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لیے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لیے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہو گا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔

(۲) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک دن صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح پر کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے میں تمہیں اللہ کی امان میں دے رہا ہوں۔ وہ جوان عمر الجھے ہوئے بالوں والا کانی اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا اے بندگان اللہ تم ثابت قدم رہنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ کتنا ٹھیریگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن ایک دن مثل ایک برس کے ایک دن مثل ایک مہینے کے ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ جو دن سال کے برابر ہو گا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ اس کی رفتار کیسی ہو گی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر

بھگائے لیے جاتی ہوا یک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہے گا کہ ان کے لیے پیداوار اگائے ان کے جانور ان کے پاس موٹے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے ایک قبیلے کے پاس جاکر اپنی تئیں منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کرا دے گا اور ادھر ادھر دور دراز پھکوا دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آجائے گا۔ یہ اسی حال میں ہو گا جو اللہ عزوجل حضرت مسیح بن مریم کو اتارے دے گا آپ دمشق کی مشرقی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف اللہ کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب وطاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا۔ پھر جناب باری یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا ﴿ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴾ ان سے تنگ آکر حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی جناب باری میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گٹھلی کی بیماری بھیجے گا جو ان کی گردن میں نکلے گی اور سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مر جائیں گے تب عیسیٰ مع مومنوں کے آئیں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔

آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر اللہ جانے کہاں پھینک آئیں گے۔ کعبؒ کہتے ہیں مہبل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں پھینک آئیں گے۔ پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برسے گی زمین دھل دھلا کر ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی پھر بحکم اللہ اپنی برکتیں اگا دے گی۔ اس دن ایک جماعت کی جماعت ایک انار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کر لے گی۔ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہو گا۔ پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہیں پر قیامت قائم ہو گی۔ امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔

(۳) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک بچھونے کاٹ کھایا تھا تو آپ ﷺ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آجائیں وہ چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں جیسے ہوں گے

(۴) یہ روایت سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج والی رات میں حضرت ابراہیم موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰ نے بھی ہاں حضرت عیسیٰ نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے اللہ نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے میرے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جب کہ وہ مجھے دیکھے یہاں تک کے پتھر اور درخت بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سائے کافر آ اور اسے قتل کر پس اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے لوگ پھر تنگ آکر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان

کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی کا ریلا ان کے سڑے ہوئے جسموں کو بہا کر دریا برد کر دے گا میرے رب نے مجھ سے فرمادیا ہے جب یہ سب کچھ ظہور میں آجائے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا (ابن ماجہ)۔

اس کی تصدیق کلام اللہ کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں۔

علامات قیامت: کعبؒ کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھودیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز آس پاس والے بھی سنیں گے رات ہو جائے گی ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسی کل تھی ویسے ہی آج بھی پائیں گے الغرض یونہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کو ان کا نکالنا جب منظور ہو گا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل انشاءاللہ اسے توڑ دیں گے اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی پائیں گے تو کھود کر توڑ دیں گے اور باہر نکل آئیں گے ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کیچڑ بھی چاٹ جائے گا۔ تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت پانی ہو گا۔ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلودہ ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر اور آسمان والوں پر غالب آگئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ان پر بددعا کریں گے کہ اے اللہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور زمین پر چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے بھی چاہ ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا گلٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مر جائیں گے پھر ایک قسم کے پرند آئیں گے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر اللہ تعالیٰ نہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار ایک گھرانے کو کافی ہو گا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسویقتین نکل آیا ہے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سات آٹھ سو لشکریوں کا طلایہ بھیجیں گے یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے جو یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلے گی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر جائے گی پھر تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہ جائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہو گی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہو گی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو جننے کے قریب ہو اور گھوڑی والا آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو۔ حضرت کعبؒ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا۔ کعب کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت صحیح احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اس زمانے میں بیت اللہ کا حج بھی کریں گے

چنانچہ مسند احمد میں یہ حدیث مرفوعا مروی ہے کہ آپ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد یقینا بیت اللہ کا حج کریں گے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ جب یہ ہولناکیاں جب یہ زلزلے جب یہ بلائیں اور آفتیں آجائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل قریب آجائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا

يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے تم سب دوزخ میں جانے والے ہو اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھیر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے رہے۔

معبود ان باطلہ خود جہنم میں جائینگے: بت پرستوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے ﴿ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنی لکڑیاں۔ بلکہ ایک قرات میں بجائے حصب کے حطب ہے۔ تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے یہاں تو پرستار اور پرستش کیے جانے والے ابدی طور پر دوزخی ہو گئے۔ وہ الٹی سانس میں چیخیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴾ وہ سیدھی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہو گا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر)۔

حسنیٰ سے مراد رحمت و سعادت ہے۔ جہنم والوں اور ان کے عذابوں کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کی جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ لوگ با ایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾ نیکوں کے لیے نیک اجر ہے اور زیادتی اجر بھی۔ فرمان ہے ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ نیکی کا بدلہ نیک ہی ہے۔ ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے۔ یہ جہنم سے دور کر دیے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ جہنم والوں کا جلنا وہ سنتے ہیں۔ پل صراط پر دوزخیوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں حس حس کرتے ہیں جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے ناآشنا رہیں گے اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا۔ من مانی چیزیں موجود ہمیشگی کی راحت حاضر۔

حضرت علیؓ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ اور عبدالرحمنؓ انہی لوگوں میں ہیں یا حضرت سعدؓ کا نام لیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹتے ﴿ وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ﴾ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روایت ہے کہ آپ نے فرمایا عثمانؓ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں ابن عباس فرماتے ہیں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کی بل گر پڑیں گے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیز حضرت مسیح فرشتے سورج چاند حضرت مریم وغیرہ۔

عبداللہ بن زبعری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال کہ اللہ نے آیت ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ اتاری ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج چاند فرشتے عزیر عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟

اس کے جواب میں آیت ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ اتری اور آیت ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ﴾ نازل ہوئی سیرت ابن اسحٰق میں ہے حضور اکرم ﷺ ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جو نضر بن حارث آیا اس وقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے نضر بن حارث رسول ﷺ سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا تو آپ ﷺ نے آیت ﴿ اِنَّكُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ ﴾ سے ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ تک تلاوت فرمائی جب آپ ﷺ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ ابن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بے طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود عزیر کو نصرانی مسیح کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ سب کو یہ جواب بہت پسند آیا جب حضور ﷺ سے اس کا ذکر آیا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادت نہیں کراتے تھے بلکہ یہ تو انھیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے ان کی عبادت کی راہ بتلائی ہے آپ ﷺ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد کی آیت ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ ﴾ میں اترا تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے چنانچہ قرآن میں ہے ﴿ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ﴾ یعنی ان میں سے جو اپنی معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیت ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا ﴾ الخ اتری کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ یہ تو صرف دھینگا مشتی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا اگر ہم چاہیں تو تمہارے جانشین فرشتوں کو کر دیں حضرت عیسیٰؑ نشان قیامت ہیں ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے وہ شکی چیزیں نہیں وہ قیامت کی دلیل ہیں تجھے اس میں شک نہ کرنا چاہیئے میری ماننا چلا جا یہی صراط مستقیم ہے ابن زبعری کی جرأت کو دیکھئے خطاب اہل مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے اللہ کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ پاک نفس موحدوں کے لئے جو غیر اللہ کی عبادت سے روکتے تھے

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں لفظ ما جو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں گے یہ ابن زبعری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھےؓ۔ یہ بڑے مشہور شاعر تھے پہلے انہوں نے مسلمانوں کی دل کھول کر پھبتی اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی موت کی گھبراہٹ نفخے کی گھبراہٹ لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ اس گھڑی کی گھبراہٹ جب کہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا جب کہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا غرض کسی اندیشے کا درد ان پر نہ ہوگا وہ ہر غم ہر اس سے دور ہونگے خوش ہونگے اور ناخوشی سے کوسوں دور ہونگے فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہونگے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٠٤

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے پر جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔

آسمان لپیٹ دیا جائے گا: یہ قیامت کے دن ہو گا۔ جب کہ ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ کی تھی جانی ہی نہیں تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ

میں لپیٹے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھیرا رہے ہیں بخاری میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے ابن عباس فرماتے ہیں ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ گا وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ سجل سے مراد کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور لکھ لو یہ فرشتہ اعمال نامہ پر مقرر ہے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی کتاب کو اور کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے کہا گیا ہے یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور ﷺ کا کاتب وحی تھا لیکن یہ راویت ثابت نہیں اکثر حافظان حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحجاج مزی رحمتہ اللہ علیہ نے۔

میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے امام ابو جعفر ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا کہ سجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں حضور ﷺ کے تمام ہمنشیوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سجل نہیں فی الواقع امام صاحب نے صحیح اور درست فرمایا یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اسی حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر وہ مذکور سر تاپا غلط ٹھہرا صحیح یہی ہے کہ سجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور نفتہ بھی یہی بات ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے کے لام یہاں پر معنی میں علی کے ہے جیسے ﴿ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴾ میں لام یہاں معنی میں علیٰ کے ہے لغت میں اس کی نظیریں بھی ہیں واللہ اعلم

یہ یقیناً ہو کر رہے گا اس دن اللہ تعالیٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا جو ابتداء پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدہ اٹل ہوتے ہیں وہ نہ کبھی بدلیں نہ ان میں خلاف ہو وہ تمام چیزوں پر قادر ہے وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ اللہ کے سامنے جمع ہونے والے ہو ننگے پیر ننگے بدن بے ختنے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔ (بخاری) سب چیزیں نیست ہو جائیں گی پھر بنائی جائیں گی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہو کر ہی رہیں گے عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں کفایت ہے ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہو نگے: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت دیتا ہے اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے کہ اللہ کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے جیسے فرمایا ﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کار پرہیز گاروں کا حصہ ہے اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔ اور فرمان ہے تم میں کے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں

میں مر قوم ہے یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ زبور سے مراد بقول سعید بن جبیرؒ تورات انجیل اور قرآن ہے مجاہد کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داوٗدؑ پر اتری تھی ذکر سے مراد یہاں پر تورات ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ذکر سے مراد قران ہے سعیدؒ فرماتے ہیں ذکر وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ۔ یہ بھی مروی ہے کہ زبور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ۔ فرماتے ہیں تورات زبور اور علم اللہ میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ امت محمدؐ زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے

ابودرداؓ فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں مراد اس سے باایمان لوگ ہیں اس قرآن میں جو نبی آخر الزمان ﷺ پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت و کفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کر دیتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پاس سے اس نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گذاری کرنے والا دنیا و آخرت میں شادماں ہے اور ناقدری کرنے والا دونوں جہان میں برباد و ناشاد ہے جیسے ارشاد ہے کہ تم نے انھیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت اللہ کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے ہاں بے ایمان بہرے اندھے ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول ﷺ نے عرض کی کہ حضور ان کافروں کے لیے بد عا کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت و ہدایت ہوں اور حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں اور راویت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسروی کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے طبرانی میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اے قریشیو محمد یثرب میں چلا گیا ہے اپنے طلایے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں میں تو اسے یا اسکے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابو الحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے میں نے تو کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑو تمہیں چاہیے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو اس پر ابو سفیان بن حارث کہنے لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیئے یاد رکھو اگر اس کے طرف دار تم پر غالب آگئے تو تم کہیں کے نہیں رہو گے نہ وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد کو نکال دیں اور وہ بیک بنی دو گوش تن تنہا رہ جائے یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انھیں ناکوں چنے چبوا دوں گا جب حضور ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑوں گا میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا اللہ ہے وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائیگا جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے میرے پانچ نام ہیں محمد احمد ماحی کہ میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹادے گا حاشر کہ لوگ میرے قدموں پہ جمع کئے جائیں گے اور عاقب۔ مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدائن میں تھے بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ ہوا کرتا تھا ایک دن حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس آئے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے حذیفہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے سے برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمت العالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لیے موجب رحمت بنادے رہی یہ بات کہ کفار کے لیے آپ ﷺ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت

ابن عباسؓ سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

کہہ دے کہ میری تو ساری وحی کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے تو کیا تم بھی اس کو تسلیم کرنے والے ہو؟ پھر اگر یہ منہ موڑلیں تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں یکساں طور پر خبر دار کر دیا ہے مجھے مطلقاً علم نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے البتہ اللہ تعالیٰ تو کھلی اور ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے جانتا ہے مجھے اس کا بھی علم نہیں ممکن ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک مقررہ وقت تک کا فائدہ ہو نبی نے کہا کہ اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کیا کرتے ہو۔

اللہ ایک ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرما دیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کرلو اور اگر تم میری بات باور نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔

جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوتوں سے بیزار ہوں اور آیت میں ہے ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَآءٍ ﴾ یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بد عہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو۔

اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے ہو وہ اس کا خود مجھے علم نہیں۔ ظاہر و باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم پر ظاہر کرو اور جو چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کا کل علم اعمال ظاہری اور پوشیدہ اس پر آشکار ہیں چھوٹا بڑا کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ممکن ہے اس کی تاخیر بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگانی تک نفع دینا ہو انبیا علیہم السلام کو جو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے حضور ﷺ کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا جب حضور اکرم ﷺ کسی بھی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب تو سچا فیصلہ فرما ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹ افتراؤں کو ہم سے ٹالے اس میں ہمارا مددگار وہی ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ انبیا ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ حج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۱﴾ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ‏ ﴿۲﴾

سب سے زیادہ مہربان بہت رحم والے اللہ کے نام سے۔

لوگو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

قیامت کی ہولناکیوں کی تفصیلات: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے دہشتناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہوتے ہوئے اٹھے گا جیسے فرمان ہے ﴿ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴾ الخ زمین خوب اچھی طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور فرمایا ﴿ وَ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾ الخ یعنی زمین اور پہاڑ اٹھا کر ٹکڑا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے اور فرمان ہے ﴿ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ﴾ الخ یعنی جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان و زمین کی پیدائش کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے منہ میں لیے ہوئے آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم ربانی ہو اور وہ صور پھونک دیں۔ ابوہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے بہت بڑی جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نفخہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بے ہوشی کا

تیسرا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا۔ حضرت اسرافیل کو حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے بغیر رکے بغیر سانس لیے بہت دیر تک برابر اسے پھونکتے رہیں گے۔ اسی پہلے صور کا ذکر آیت ﴿ وَمَا يَنۡظُرُ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴾ میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین کپکپانے لگے گی جیسے فرمان ہے ﴿ يَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴾ الخ جب کہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگر زبردست جھٹکے لگیں گے دل دھڑکنے لگیں گے۔ زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں چاروں طرف جھلا رہی ہوں۔ آہ یہی وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے لوگ ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے۔ اسی لیے اس دن کا نام قرآن نے یوم التناد رکھا۔ اسی وقت زمین ایک طرف سے دوسری طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر

ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھڑنے لگے گی زندہ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے۔ آیت قرآن ﴿ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ میں جن لوگوں کا استثناء کیا گیا ہے کہ وہ بے ہوش نہ ہوں گے

اس سے مراد شہید لوگ ہیں یہ گھبراہٹ زندوں پر ہو گی شہدا اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا یہ عذاب اللہ صرف بدترین مخلوق کو ہو گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت مطول ہے اس حصے کو وارد کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیام قیامت سے پہلے ہو گا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے جیسے کہا جاتا ہے اشراط الساعۃ وغیرہ واللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے بعد میدان محشر میں ہو گا جب کہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بہت سی حدیثیں ہیں

میدان محشر کی احادیث: (ا) حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب تیز تیز چل رہے تھے جو آپ ﷺ نے باآواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی صحابہؓ کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے کہ شاید آپ ﷺ کچھ اور فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون سا دن ہو گا؟ یہ وہ دن ہو گا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو فرمائے گا کہ اے آدم جہنم کا حصہ نکال وہ کہیں گے اے اللہ کتنوں میں سے کتنے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ناوے (۹۹۹) جہنم کے لیے اور ایک جنت کے لیے۔ یہ سنتے ہی صحابہ کے دل دہل گئے چپ لگ گئی آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ غم نہ کرو خوش ہو جاؤ عمل کرتے رہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہو اسے بڑھا دے یعنی یاجوج اور ماجوج بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے اور ابلیس کی اولاد۔ اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے تم تو اور لوگوں کے مقابلے میں اتنے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ۔ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری اس میں ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپ ﷺ نے فرمایا قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت کے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی اس گنتی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہو گی۔ اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا۔ ارشاد ہوا کیا عجب تم تہائی ہو۔ اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ہی نصفا نصف ہو گے۔ انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ ﷺ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں۔

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے تلاوت آیت شروع کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو ہلاک ہوئے جنوں اور انسانوں میں سے۔ اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزاء میں سے ایک جز ہی ہو۔

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدمؑ کو پکارے گا۔ وہ جواب دیں گے ﴿ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْكَ ﴾ پھر آواز آئے گی کہ اللہ تعالیٰ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے اے اللہ کتنا؟ حکم ہو گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہو جائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی کی وجہ سے۔ یہ سن کر صحابہ کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں یا مثل چند سفید بالوں کے جو چند سیاہ رنگ بال بیل کے پہلو میں ہوں۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی میں تمہاری گنتی چوتھے حصے کی ہو گی ہم نے اس پر تکبیر کہی۔ پھر فرمایا آدھی تعداد

میں سب اور آدھی تعداد صرف تمہاری۔ اور روایت میں ہے صحابہ نے کہا حضور! پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا جب کہ حالت یہ ہے۔ اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا حضور! مرد عورتیں ایک ساتھ ؟ ایک دوسرے پر نظر پڑیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا (صحیحین۔)

مسند احمد میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا اعمال کی تول کے وقت جب تک کمی زیادتی نہ معلوم ہو جائے اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آجائیں اس وقت جب کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ وغضب میں ہوگی اور کہے گی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور ہر سرکش ضدی متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لے گی اور چن چن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی۔ جہنم پر پلصراط ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے جسے اللہ چاہے پکڑ لے گی اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے اور مثل آنکھ جھپکنے کے اور مثل ہوا کے اور مثل تیز گھوڑوں اور اونٹوں کے۔ فرشتے چاروں طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچادے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن کی جگہ اور ہے۔ یہاں فرمایا قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل دہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا ہے۔ زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت جھنجھوڑ دیئے گئے۔ جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اسی لیے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے لوگ بدحواس ہو جائیں گے۔ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ عذابوں کی سختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴

بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ سرکش شیطان کی ماتحتی میں جس پر قضائے الٰہی لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے چلے گا۔

اللہ کے متعلق بے معنی باتیں: جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور اللہ کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان اللہ سے ہٹ کر نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی کرتے ہیں ان کی جناب باری تردید فرما رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں ان کی رائے اور خواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں اس لیے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا یہ جس کی مانتے ہیں وہ ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکاتا رہتا ہے اور آخر ش انہیں عذابوں میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کے جلانے والے آگ کے ہیں۔ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری ہے اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا بتلاؤ تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا۔ اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا

اسی وقت آسمانی کڑا کے نے اسے ہلاک کر دیا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّنَ ٱلۡبَعۡثِ فَإِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن تُرَابٖ ثُمَّ مِن نُّطۡفَةٖ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٖ ثُمَّ مِن مُّضۡغَةٖ مُّخَلَّقَةٖ وَغَيۡرِ مُخَلَّقَةٖ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡۚ وَنُقِرُّ فِي ٱلۡأَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلٗا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمۡۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٖ شَيۡـٔٗاۚ وَتَرَى ٱلۡأَرۡضَ هَامِدَةٗ فَإِذَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡهَا ٱلۡمَآءَ ٱهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَأَنۢبَتَتۡ مِن كُلِّ زَوۡجِۭ بَهِيجٖ ۝٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡحَقُّ وَأَنَّهُۥ يُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ وَأَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝٦ وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٞ لَّا رَيۡبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبۡعَثُ مَن فِي ٱلۡقُبُورِ ۝٧

لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لیے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے تو دیکھتا ہے کہ زمین بنجر اور خشک ہے پھر جب کہ ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

انسانی پیدائش کے مختلف ادوار: مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری بار کی زندگانی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو جن کی نسل تم سب ہو پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطروں سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا۔ چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم ربانی اس میں خون کی سرخ پھٹکی پڑتی ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت و شبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے سر ہاتھ سینہ پیٹ رانیں پاؤں اور کل اعضاء بنتے ہیں کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے یہ تمہارے مشاہدے کی بات ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے اللہ کی چاہت ہو خوبصورت بدصورت مرد عورت بنا دیا جاتا ہے۔ رزق اجل نیکی بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش

اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے رزق عمل اجل اور شقی یا سعید ہونا لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

پیدا ہونے سے پہلے ہی انسان کا سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے: عبداللہ فرماتے ہیں نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ یہ مخلوق ہوگا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جمتا ہی نہیں خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ نیک ہوگا یا بد؟ اجل کیا ہے اثر کیا ہے کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ۔ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا۔ پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے مقدر رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقدر ہے پھر حضرت عامرؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹایا جاتا ہے ذی روح بنتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پھر عمل اور اثر اور رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے جس میں نہ کمی ممکن ہے نہ زیادتی۔ پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ عنفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تنومند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے پھونس ہو جاتے ہیں

علم کے بعد بے علمی: کہ پھر سے عقل وخرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں حافظہ فہم سب میں فتور پڑ جاتا ہے علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ﴾ الخ اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت وطاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

مسند حافظ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ ان پر۔ بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے۔ جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنون سے جذام سے اور برص سے جب اسے اللہ کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے۔ جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاوز فرما لیتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اس کے گھر والوں کے لیے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے وہ اللہ کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں اللہ کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے۔

جب بہت بڑی ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامۂ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں اور اگر کوئی برائی اس سے ہو گئی تو وہ نہیں لکھی جاتی۔ یہ حدیث بہت غریب

ہے اوراس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی۔ حضرت انسؓ سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر بن الخطابؓ سے از فرمان رسول اللہ ﷺ پھر حضرت انسؓ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی وارد کی ہے۔ حافظ ابو بکر بن بزارؒ نے بھی اسے بہ روایت حضرت انس بن مالکؓ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)

مرنے کے بعد زندہ ہونے کی ایک اور دلیل: مردوں کو زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تروتازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھول پھل میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے مردہ زمین ایک دم زندگی کے کشادہ سانس لینے لگتی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحت روح اور نور عین اور سرور قلب موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے میٹھے کھٹے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میوں سے لدے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے دماغ کو طبلہ عطار بنادیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں فسبحان اللہ وبحمدہ سچ ہے خالق مدبر اپنی چاہت کے مطابق کرنے والا خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ فرماتا ہے کہتا ہو جا پھر ناممکن ہے کہ وہ کہتے ہی نہ ہو جائے۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلا شک وشبہ آنے والی ہی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدیر اللہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے۔ وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا۔ سورہ یٰسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یاد دلا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا۔ اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔

حضرت لقیط بن عامرؓ جو ابو رزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے؟ ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر اللہ تو بڑی عظمت والا ہے پھر پوچھا حضور! مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرتے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں خاک اڑ رہی ہو خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نو پید ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں بھی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے (ابوداؤد وغیرہ)۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقینی جنتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾

ع

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں اپنا بازو موڑنے والے بن کر اس لیے کہ اللہ کی راہ سے بہکا دے اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

جاہل مقلدوں کی حالت: چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں حق سے اعراض کرتے ہیں تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں حق کو قبول کرنے سے بے پروائی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں۔ جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پروائی کی اور نہ مانا۔ اور آیت میں ہے جب ان سے اللہ کی وحی کی تابعداری کو کہا جاتا ہے اور رسول اللہ کے فرمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھے گا کہ اے رسول! یہ منافق تجھ سے رک جایا کرتے ہیں۔ سورۃ منافقون میں ارشاد ہوا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اپنے لیے رسول اللہ سے استغفار کراؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آکر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلا دیا کر یعنی اپنے تئیں بڑا سمجھ کر ان سے تکبر نہ کر۔ اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے ﴿لِيُضِلَّ﴾ کا لام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لیے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معاند اور انکار ہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ ہم نے اسے ایسا بدخلق اس لیے بنادیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار ہو جائے۔ اس کے لیے دنیا میں بھی ذلت و خواری ہے جو بدلہ ہے اس کے تکبر کا یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے اور چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی چاہت میں ناکام اور بے مراد رہے گا اور آخرت کے دن بھی نار جہنم کا لقمہ ہوگا۔ اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے اللہ کی ذات ظلم سے پاک ہے جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کا دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور بڑائی کا بدلہ لیتا جا۔ یہی ہے وہ جس سے عمر بھر شک و شبہ میں رہا

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا (اعاذنا اللہ)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھا لیا واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔ اللہ کے سوا انہیں پکارا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے۔ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے قریب ہے یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی۔

دین کے کنارے پر عبادت: حرف کے معنی شک کے ایک طرف کے ہیں گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو تو پھولے نہیں سماتے نقصان دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے ہیں یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین نہایت برا ہے۔

ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ اعراب حضور ﷺ کے پاس آتے اسلام قبول کرتے واپس جا کر اگر اپنے ہاں مینہ پانی پاتے جانوروں میں گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے کچھ نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے یہاں آکر ان کے ہاں لڑکا ان کی اونٹنی کو بچہ آیا انہیں صحت ہوئی تو خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا مصیبت آ گئی مدینے کی ہوا موافق نہ آئی گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے۔

عبدالرحمٰنؒ من کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں مرتد کافر ہو جاتے ہیں پورے بدنصیب ہیں دین و آخرت برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی۔ جن ٹھاکروں اور بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں جن سے فریاد کرتے ہیں جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں جن سے روزیاں مانگتے ہیں وہ تو محض عاجز ہیں نفع نقصان ان کے ہاتھ ہے ہی نہیں سب سے بڑی گمراہی یہی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ یہ بت تو ان کے نہایت برے ولی اور نہایت برے ساتھی ثابت ہوں گے یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور برے ہی برے ہیں۔ لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا۔ اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے۔

برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں کے خواہاں برائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند محلات میں عالی درجات ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ان کے سوائے لوگ حواس باختہ ہیں اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾

جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسہ باندھ کر اپنے حلق میں پھندا پھانس لے پھر دیکھ لے کہ اس

کی چالاکیوں سے وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا رہی ہے؟ ہم نے اسی طرح اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے جسے اللہ چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔

قرآن واضح ہے: یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے آپ ﷺ کی مدد ہو کر ہی رہے گی گو یہ اپنے غصہ میں مر ہی جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنے تئیں ہلاک کر دے۔ ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی کے لیے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کے خلاف ہو کر ہی رہے گا اللہ کی امداد آسمان سے نازل ہوگی ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری عاجزی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی ﷺ کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لیے انہیں چاہیے کہ یہ مر جائیں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ الخ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی ﷺ کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کس طرح بجھا سکتا ہے۔ اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے۔ ہدایت گمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی حکمت وہی جانتا ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب کا حاکم ہے وہ رحمتوں والا عدل والا غلبے والا حکمت والا عظمت والا اور علم والا ہے کوئی اس پر مختار نہیں جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور مشرکین ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلے کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر گواہ ہے۔

صابئین کا بیان مع اختلاف سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم واصل کرے گا۔ سب کے اقوال افعال ظاہر باطن اللہ پر عیاں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۱۸﴾ السجدۃ

کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی۔ ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ہر چیز اللہ کو سجدہ کر رہی ہے: مستحق عبادت صرف وہی لاشریک اللہ ہے اسکی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ بے خوشی ہر چیز کا سجدہ اپنی وضع میں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں اللہ کے سامنے سر بسجود ہونا بھی آیت ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ﴾ الخ میں بیان فرمایا ہے۔ آسمانوں کے فرشتے زمین کے حیوان انسان جنات پرند چرند سب اس کے سامنے سر بسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں سورج چاند ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو الگ اس لیے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسی لیے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرو اسے سجدے کرو جو ان کا خالق ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عرش کے تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اسے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ سنن ابی داؤد نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں گہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔

ابو العالیہؒ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑتا ہے۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا ﴿اللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّ ضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّ اجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ ﴾ یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لیے اپنے پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤدؑ کا سجدہ قبول فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ ﷺ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ)۔

تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنا لیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت اللہ بجا لاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں۔ اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کر سکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو اللہ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے شخص بتلا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی چاہت کے مطابق۔ فرمایا یہ بھی بتلا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس نے کہ جب وہ چاہتا ہے۔ پوچھا پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ کے ارادے سے؟ جواب دیا اللہ کے ارادے سے۔ فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا پھر کیا بات رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو میں واللہ تیرا سر اڑا دیتا۔

مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم فرمایا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا جہنمی بن گیا۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سورہ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں

اور جوان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہیے کہ اسے پڑھے ہی نہیں (ترمذی وغیرہ)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحب کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہؒ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے اور ان پر بڑی جرح تدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے۔ ابو داؤد میں فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ سورہ حج کو قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دو بار سجدہ کیا اور فرمایا اسے ان دو سجدوں کی فضیلت دی گئی ہے (ابو بکر بن عدی)۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے تین سورہ مفصل میں دو سورہ حج میں (ابن ماجہ وغیرہ)۔ پس یہ روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کر دیتی ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ؕ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی کا تریڑا بہایا جائے گا۔ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔ اور ان کی سزا کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیے جائیں گے جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

مؤمن اور کافر کا اختلاف: حضرت ابو ذرؓ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو کافر آئے تھے عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے (بخاری و مسلم)۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت علی ابن ابی طالبؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علیؓ اور حمزہؓ اور عبیدہؓ اور شیبہ اور عتبہ اور ولید۔ اور قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لیے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں اور مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اسے لیے تم سے اولے ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری۔

قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس سے سچانے والے اور جھٹلانے والے ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اس آیت میں مومن و کافر کی مثال ہے جو قیامت میں مختلف تھے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے۔ دوزخ کا سوال تھا کہ مجھے سزا کی چیز بنا اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا۔ مجاہد کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آ سکتا ہے۔ مومن اللہ کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجھانے حق کو پست کرنے اور باطل کو ابھارنے کی فکر میں تھے۔

ابن جریرؒ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لیے آگ کے ٹکڑے الگ الگ

مقرر کر دیے جائیں گے یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم ابلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا جس سے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھلس کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہو گا۔ عبداللہ بن سریؒ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈولچے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہو گی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے (مسند۔) آپ ﷺ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیے جائیں گے۔ اگر غساق کا جو جہنم والوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہو جائیں (مسند احمد)۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیے جائیں گے۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت زیدؒ کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گھن کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص ریشم کا ہو گا ان کو پاکیزہ بات کی رہ نمائی کر دی گئی اور قابل صد تعریف کی راہ کی ہدایت کر دی گئی۔

جنتیوں پر انعامات: اوپر جہنمیوں کا اور ان کی سزاؤں کا ان کے طوق و زنجیر کا ان کے جلنے جھلسنے کا ان کے آگ کے لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات کے چاروں طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں گے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ کعب احبارؒ فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام بھی مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے لیے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک کنگن

بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اسی طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں بہشتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے جیسے سورہ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے چاندی کے کنگن ہوں گے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سعی کا نتیجہ

صحیح حدیث میں ہے ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ ان کو پاک بات سکھادی گئی جیسے فرمان ہے ﴿ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴾ ایماندار بحکم اللہ جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہو گا۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا اچھا انجام ہوا۔

اور جگہ فرمایا ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ وہاں کوئی لغویات اور رنجیدہ بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل لبھانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخ کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں جھڑکے جاتے ہیں اور سرزنش کی جارہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو غیرہ۔ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے اللہ کی حمد ادا ہونے لگی کیونکہ بے شمار بے نظیر رحمتیں پالیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنت والوں کو تسبیح وحمد کا الہام ہو گا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ہے حدیث کے اوراد و اذکار ہیں اور صراط حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے۔ یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں واللہ اعلم

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

مسجد الحرام سے روکنا بڑا گناہ ہے: اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے کا ہے جیسے سورہ بقرہ کی آیت ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ﴾ الخ میں ہے۔ یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مسجد حرام جو اللہ نے سب کے لیے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرونجات کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعیؒ امام اسحٰق بن راہویہؒ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی موجودگی میں اختلاف کیا امام شافعیؒ تو فرمانے لگے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جاسکتی ہیں دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کل آپ مکے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لیے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا۔ اور دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں۔

امام اسحٰق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ ورثے میں نہیں بٹ سکتے نہ کرائے پر دیے جاسکتے ہیں۔ سلف میں سے ایک جماعت یہی کہتی ہے۔ مجاہد اور عطا کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن نضلہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں اور صدیقی و فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت کہی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اوروں کو بسنے کے لیے دے دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نہ تو مکے کے مکانوں کو بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا۔ حضرت عطا بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ مکے کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ صحن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمروؓ نے بنایا حضرت عمرؓ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا۔ انہوں نے آکر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لیے ہی جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔ عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں مکے کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔ امام احمدؒ نے ان دونوں باتوں کے درمیان مسلک پسند فرمایا ہے یعنی ملکیت کو اور ورثے کو تو جائز بتلایا ہاں کرایے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ بالحاد میں با زائد ہے جیسے ﴿تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ﴾ میں اور اعشی کے شعر ﴿ضَمِنَتْ بِرِزْقِ عِيَالِنَا اَرْمَاحُنَا﴾ الخ میں یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں الخ اور شاعروں کے اشعار میں با کا ایسے موقعوں پر زائد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل ﴿یھم﴾ کے معنی کا متضمن ہے اس لیے با کے ساتھ متعدی ہوا ہے۔ الحاد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے۔ ﴿بِظُلْمٍ﴾ سے مراد قصداً ہی تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے اور معنی شرک کے غیر اللہ کی عبادت کے بھی کیے گئے ہیں یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں اللہ کے حرام کیے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ قتل بے جا ظلم و ستم وغیرہ ایسے لوگ دردناک عذابوں کے سزاوار ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں جو بھی یہاں برا کام کرے۔ یہ حرم کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بد کام کا عزم کرلیں تو انہیں سزا ہوتی ہے گو اسے نہ کریں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد و ظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں اس نے تو اسے مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع بیان نہیں کرتا۔ اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے۔ عموماً قول ابن مسعودؓ سے ہی مروی ہے واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن میں بیٹھ کر بھی یہاں کے کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں ہاں ان پر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔ سعید بن جبیرؒ کا فرماتے

ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے امیر شخص کا یہاں آکر تجارت کرنا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا۔ حبیب بن ابو ثابتؒ فرماتے ہیں گراں فروشی کے لیے اناج کو یہاں روک رکھنا۔

ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول ﷺ سے یہی منقول ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اسے حضور ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب پر فخر کرنے لگا اس نے غصے میں آکر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ جو الحاد کر کے مکہ کی پناہ لے۔ ان آثار سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ عام ہے بلکہ اس میں تنبیہ ہے اس سے بڑی چیز پر اسی لیے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیج دیے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا دیے گئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول آخر کے دھنسا دیے جائیں گے الخ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا (مسند احمد)۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔ لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آجائیں گے۔

یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا۔ اس گھر کے بانی خلیل اللہ ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا۔ آں حضور ﷺ سے ابوذر نے سوال کیا کہ حضور! سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس۔ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا ﴾ دو آیتوں تک۔ اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم واسمٰعیل سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا الخ۔ بیت اللہ کی بنا کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لیے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لیے جو موحد ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین پر بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے۔ پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا اس لیے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلے کی طرف رخ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی واللہ اعلم۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی

طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کیا کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابو قبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند لبیک پکارا بہت سے سلف سے یہ منقول ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لیے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لیے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواری کا تو ان کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش کے میں پیدل حج کرتا اس لیے کہ فرمان الٰہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود کمال قدرت وقوت کے پا پیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور ﷺ کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لیے آئیں گے۔ خلیل اللہ کی دعا بھی یہی تھی کہ ﴿ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ ﴾ لوگوں کے دلوں کو اے اللہ تو ان کی طرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔ (اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔)

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

اپنے فائدے کے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔ پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف ادا کریں۔

دنیا آخرت کے فوائد حاصل کرنے کو آئیں اللہ کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی لیں جیسے فرمایا ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ الخ۔ موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں۔ مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنا جان ومال اللہ کی راہ میں کھپا دیا (صحیح بخاری)۔ میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ اور ﴿ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ اور ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ بکثرت پڑھا کرو انہی دس دنوں کی قسم ولیال عشر کی آیت میں ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں ﴿ وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ ﴾ سے مراد بھی یہی دن ہیں۔ ابوداؤد میں ہے حضور ﷺ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیریں پڑھنے لگتے۔ ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گذشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں (صحیح مسلم)۔ ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا

دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث میں ہے یہ دس دن رمضان مبارک کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ نماز روزہ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری دہے میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید بر آں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان مبارک کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ ان میں لیلتہ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔ اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم ﴿ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ﴾ کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابراہیم نخعیؒ سے یہی مروی ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اسکے بعد کے دو دن۔ اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اسکے بعد کے تین دن اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک صحیح ہے۔ سدیؒ بھی یہی کہتے ہیں امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری ﴿ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اسکے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہی ہے حضرت اسلمؒ سے مروی ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔ بھیمتہ الانعام سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں جیسے سورہ انعام کی آیت ﴿ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ﴾ میں مفصل موجود ہے۔ پھر فرمایا اسے خود د کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ۔ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحباب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ان کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکا لیا جائے پھر آپ ﷺ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ امام مالک رح فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے۔ حضرت مجاہد اور حضرت عطا سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم ﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ﴾ کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھیلو اور سورہ جمعہ میں فرمان ہے ﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لیے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے دو حصے کر دیے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا حصہ فقیر فقراء کا۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہیں تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لیے اور تہائی صدقہ کرنے کے لیے پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت ﴿ وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں اس کا پورا بیان آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ ۔

عکرمہؒ فرماتے ہیں ﴿ الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ سے مراد وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو بیمار ہو کم بینائی والا ہو۔ پھر وہ احرام کھول ڈالیں سر منڈوالیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوا ڈالیں وغیرہ احکام حج پورے کر لیں نذریں پوری کر لیں حج کی قربانی کی اور جو ہوں۔ پس جو شخص حج کے لیے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا مروہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلفے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے ان تمام احکام کو پوار کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے حضور ﷺ نے بھی کیا جب آپ ﷺ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے

تو سب سے پہلے شیطانوں کو کنکریاں ماریں سات سات پھر قربانی کی پھر سر منڈوایا پھر لوٹ کر بیت اللہ آکر طواف بیت اللہ کیا۔ ابن عباسؓ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو ہاں البتہ حائضہ عورتوں کو تخفیف کر دی گئی ہے۔ بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لے لینا چاہئے اس لیے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ میں سے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی بنا میں یہ داخل تھا گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اسی لیے حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ میں داخل ہے اور آپ ﷺ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بنا ابراہیمی کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ پہلے اسی طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لیے اسے پرانا گھر کہا گیا ہے یہی سب سے پہلا خانہ اللہ ہے اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طوفان نوح میں سلامت رہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا یہ ان سب کی دست برد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسلاً بھی مروی ہے۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لیے اس کے رب کے پاس بہتری ہے اور تمہارے لیے چوپائے جانور حلال کر دیے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کیے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔

فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان اب اور سنو جو شخص حرمات باری تعالیٰ کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچے ان کے کرنے سے اپنے تئیں روکے اور ان سے بھاگتا رہے اس کے لیے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے۔ مکہ حج عمرہ بھی حرمات باری تعالیٰ ہیں۔ تمہارے لیے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں جو مشرکوں نے بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ اللہ نے تمہیں بتلائے اللہ کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور بوقت ذبح بہا ہوا خون سور کا گوشت اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا گلا گھونٹا ہوا وغیرہ۔

تمہیں چاہیے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو من یہاں پر بیان جنس کے لیے ہے۔ اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ الخ یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ

ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور گناہ اور سرکشی کو اور بے علمی کے ساتھ اللہ پر باتیں بنانے کو اسی میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتلاؤں؟ صحابہؓ نے کہا ارشاد ہو فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ پھر تکیے سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ ﷺ اب نہ فرماتے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا اور روایت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ ابن مسعودؓ کا یہ فرمان بھی مروی ہے اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندے ہی اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور وہیں سے اسے پھینک دیا جاتا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ حدیث پوری بحث کے ساتھ سورہ ابراہیم میں گزر چکی ہے۔ سورہ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ مثل اس کے ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ع

یہ سن لیا اب اور سنو اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔ ان میں تمہارے لیے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔

قربانی کے مسائل: اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت و عزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا۔ سہل کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں فربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا (بخاری) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے مسند احمد ابن ماجہ۔ پس گو اور رنگت کے جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگ والے اپنی قربانی میں ذبح کیے۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک بھیڑا بڑے سینگ وال چتکبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا (سنن۔)

امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے دو بھیڑے بہت موٹے تازے چکنے چتکبرے خصی ذبح کیے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے کی پیچھے سے کٹے ہوئے کان والے کی لمبائی میں چرے ہوئے کان والے کی سوراخ والے کی قربانی نہ کریں (احمد اہل سنن۔) اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے اس کی شرح میں حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں جب کہ آدھا یا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں قصماء کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عضب کہتے ہیں اور حدیث میں لفظ عضب ہے اور کان کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو اسے بھی عربی میں اعضب کہتے ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ایسے جانور کی قربانی گو جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں جائز ہی نہیں (بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے)۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے واللہ اعلم۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور قربانی میں جائز نہیں وہ کانا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری کھلی ہوئی ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے بغیر کا ہو گیا ہو (احمد واہل سنن)۔ اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں۔ یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں مگر یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا۔ اسی لیے اسی حدیث کے مطابق امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی نہ ہو بہت کم ہو امام صاحبؒ کے دونوں قول ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور سے اور سینگ ٹوٹے جانور سے اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ہی ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے۔ پس ان کل عیوب والے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے ہاں اگر قربانی کے لیے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آجائے مثلاً لولا لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ امام شافعیؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ میں نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بوٹا توڑ لیا میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اسی جانور کی قربانی کر سکتے ہو۔ پس خریدتے وقت جانور کا فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہیے۔ جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لیے نامزد کیا۔ لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفی لگائی تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ للہ قربان کروں۔ آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ محمد بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں عرفات میں ٹھیرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈوانا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں اون میں تمہارے لیے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لیے کار آمد ہیں یہ سب ایک مقررہ وقت تک یعنی جب تک اسے راہ للہ نہیں کیا ان کا دودھ پیو ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لیے مقرر کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری لے سکتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور! میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔

صحیح مسلم میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علیؓ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس بچے کو دونوں کو بنام اللہ ذبح کر دے۔

پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ ہے جیسے فرمان ہے ﴿ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ﴾ بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾

ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر نام الٰہی لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ اے نبی عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں۔

قربانی کی اہمیت: فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا ان کے لیے ایک دن عید کا مقرر تھا وہ بھی اللہ کے نام ذبیحہ کرتے تھے سب کے سب مکے میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں۔ حضور ﷺ کے پاس بھی دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر انکی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا۔

مسند احمد میں ہے کہ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت پوچھا ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ دریافت کیا اور اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کر ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی۔ اسے امام ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔ تم سب کا اللہ ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام ادل بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں اللہ کی یگانگت میں کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا سب اللہ کی توحید اور اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ اس کے ہو کر رہو اس کے احکام کی پابندی کرو اس کی اطاعت میں استحکام کرو جو لوگ مطمئن ہیں جو متواضع ہیں جو تقویٰ والے ہیں جو ظلم سے بیزار ہیں مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں مرضی مولا رضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبریاں سنا دیں وہ مبارکباد کے قابل ہیں۔ جو ذکر اللہ سنتے ہی دل نرم کر کے خوف اللہ سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں۔ کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں واللہ اگر تم نے صبر و سہار کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیے جاؤ گے۔ ﴿ وَالْمُقِيمِي ﴾ کی قرات اضافت کے ساتھ تو جمہور کی ہے لیکن ابن سمیفع نے ﴿ وَالْمُقِيمِينَ ﴾ پڑھا ہے اور ﴿ الصَّلٰوةَ ﴾ کا زبر پڑھا ہے۔ امام حسنؒ نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن ﴿ الصَّلٰوةَ ﴾ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ تخفیف کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زیر لازم ہے اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو مطلب یہ ہے کہ فریضہ ربانی کے پابند ہیں اور حق اللہ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں اپنے گھرانے کے لوگوں کو فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں سب کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں۔ سورہ براۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بحمد اللہ ہم کر آئے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر دیے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا نام اللہ پڑھ کر نحر کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارا ماتحت کر رکھا ہے کہ تم شکر گزاری کرو۔

قربانی کی فضیلت کا بیان: یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کیے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا ﴿ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ﴾ الخ نہ تو اللہ کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو الخ پس ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لیے مقرر کر دیا جائے وہ بدن میں داخل ہے گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبداللہ ؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ امام اسحٰق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ مسند احمد میں اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروی نفع ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ و ترمذی)۔ حضرت سفیان ثوریؒ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کسی خرچ کا فضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہر گز نہیں (دار قطنی)۔ پس اللہ فرماتا ہے تمہارے لیے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار ہو سکتے ہو پھر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے عید اضحیٰ کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ ﷺ کے سامنے بھیڑ لایا گیا جسے آپ ﷺ نے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا اے اللہ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے (احمد ابو داؤد ترمذی)۔ فرماتے ہیں عید والے دن آپ ﷺ کے پاس دو بھیڑے لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ ﷺ نے ﴿ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ ﴾ پڑھ کر ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ کہہ کر ذبح کر ڈالا

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ دو بھیڑے موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چتکبرے خریدتے جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا آپ ﷺ وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ یہ میری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح

کر کے فرماتے یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے بھی کھاتے (احمد ابن ماجہ)۔

﴿صَوَآفَّ﴾ کے معنی ابن عباسؓ نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ﴾ پڑھ کر اسے نحر کرنے کے کیے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو نحر کرنے کے لیے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر دے اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابو القاسم ﷺ کی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے (ابو داؤد)۔ حضرت سالم بن عبداللہؒ نے سلیمان بن عبدالملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ حجۃ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے آپ ﷺ کے ہاتھ میں حربہ تھا جس سے آپ ﷺ زخمی کر رہے تھے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں ﴿صوافن﴾ ہی یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر۔ صواف کی معنی خالص کے بھی کیے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اوروں کو بھی کھلاؤ نیزہ مارتے ہی ٹکڑے کاٹنے شروع نہ کرو جب تک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے۔ دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اسکے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے (احمد ابو داؤد ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی خواہ وہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ دربدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا ہے اور معتر وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن تاہم سوال نہ کرے یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی کا اظہار کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانے والا اور معتر سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لیے دراز کرتا ہے اور معتر سے مراد وہ جو ہیرے پھیرے کرے کہ کچھ مل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہیں تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کے دینے کو تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کا گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع کر دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو اور روایت میں ہے کہ کھاؤ جمع کرو اور صدقہ کرو اور روایت میں ہے کھاؤ کھلاؤ اور راہ اللہ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ کھاؤ جمع ذخیرہ کرو اور راہ اللہ دو۔ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض کہتے ہیں اس پر ویسی ہی قربانی یا اس کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے بعض آدھا گوشت بعض کہتے ہیں اس کے اجزا میں سے چھوٹے سے چھوٹے جز کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے۔ کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی اللہ دو اسکے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں۔ بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں (مسئلہ)

براء بن عازب کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہیے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے گھر والوں کے لیے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں (بخاری و مسلم)۔ اسی لیے امام شافعیؒ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے۔ اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو لے قربانی نہ کریں واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لیے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں لیکن گاؤں والوں کے لیے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارھویں تاریخ سب کے لیے قربانی کی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق کے ہیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں (احمد ابن حبان)۔ کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرمانبردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری لو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھا لو جیسے سورۃ یٰسٓ میں ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْ ﴾ سے ﴿ اَفَلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ تک بیان ہوا ہے۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری ناقدری نہ کرو

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۷

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکریے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو۔ نیک لوگوں کو خوش خبری سنا دے۔

تقویٰ کی فضیلت: ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے اسی لیے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت و خون سے اللہ کو کوئی نفع ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔ جاہلیت کی بیوقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ پر قربانی کا خون چھڑکتے۔ مسلمان ہو کر صحابہؓ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ خیرات صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ عامر شعبیؒ سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت و خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو اگر چاہو خود رکھ لو اگر چاہو راہ اللہ دے دو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں کر دیا ہے کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور نامرضی کے کاموں سے رک جاؤ اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو جو لوگ نیک کار ہیں حدود الٰہی کے پابند ہیں شریعت کے عامل ہیں رسولوں کو سچاتے ہیں وہ

مستحق مبارک باد اور لائق خوش خبری ہیں (مسئلہ) امام ابو حنیفہؒ مالکؒ اور ثوریؒ کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمدؒ اسے منکر بتلاتے ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے (ترمذی) امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوۃ کے سوا اور کوئی فضیلت نہیں یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا۔ حضرت ابو شریحؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پڑوس میں رہتا تھا یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی سنت کفایہ ہے جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب پر سے ہٹ گئی اس لیے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم رجبیہ کہتے ہو اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ اللہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے اوروں کو بھی کھلاتے پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو (ترمذی ابن ماجہ)۔ حضرت عبداللہ بن ہشامؓ اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے (بخاری)۔ اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر مسنہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔ زہریؒ تو کہتے ہیں کہ جذعہ یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام آ ہی نہیں سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی کا مذہب ہے ہر جانور کا جزعہ کافی ہے لیکن یہ دونوں قول افراط تفریط والے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو ثنی ہو اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو ثنی ہوتا ہے جب پانچ سال کر کے چھٹے میں لگ جائے اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گزار کر چوتھے میں لگ گئی ہو اور بکری کا ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکا ہو اور جذعہ کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں جب تک کہ اس کی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

سن رکھو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ﴾۔

یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے ﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ الخ جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ آپ اسے کافی ہے الخ۔ دغا باز ناشکرے اللہ کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے اللہ کی نعمتوں کے منکر اللہ کے پیار سے دور ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ؀ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀

وقف منزل

جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے یہ وہ ہیں جنہیں بلاوجہ ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ویران کر دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔

جہاد کی اجازت اور اس کا پس منظر: ابن عباسؓ کہتے ہیں جب حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب مدینے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکہ سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری اس سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ جب آں حضرت ﷺ نے مکے سے ہجرت کی ابو بکرؓ کی زبان سے نکلا کہ افسوس ان کفار نے اللہ کے پیغمبر کو وطن سے نکالا یقیناً یہ تباہ ہوں گے پھر یہ آیت اتری تو صدیقؓ نے جان لیا کہ جنگ ہو کر رہے گی اللہ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اس لیے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو الخ۔ اور آیت میں ہے فرمایا ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ ﴾ ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کے حوصلے نکلنے کا وقت دے گا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق توبہ دے گا اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ ﴾ الخ یعنی کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ اب تک وہ تو نہیں کھلے جو مجاہد ہیں اور اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے سمجھ لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم نے یہ گمان کیا کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین صابرین دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے۔ اور آیت میں فرمایا ہے ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴾ ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کی امداد پر قادر ہے اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا۔ جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لیے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک تھا جب تک کہ حضور ﷺ مکے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد میں بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل بیٹھتا چنانچہ جب لیلتہ العقبہ میں انصاریوں نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا کہ اگر حضور حکم دیں تو اس وقت منیٰ میں جتنے مشرکین جمع ہیں ان پر شبخون ماریں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی سے کچھ اوپر تھے۔ جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی جب وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے حضور ﷺ کو سخت ایذائیں دیتے دیتے اب آپ ﷺ کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے آپ ﷺ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے گانٹھنے لگے اسی طرح صحابہ کرام پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے بیک بینی دو گوش وطن مال اسباب اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جس کا

موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے یہاں تک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے میں ہوا اہل مدینہ محمدی ﷺ جھنڈے تلے جوش وخروش سے جمع ہو گئے لشکری صورت مرتب ہو گئی کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے پس سب سے پہلے یہی اتری۔ اس میں بیان فرمایا گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں ان کے گھر باران سے چھین لیے گئے ہیں بے وجہ گھر سے بے گھر کر دیے گئے ہیں مکے سے خارج کیے گئے مدینے میں بے سروسامانی میں پہنچے ان کا کوئی جرم بجز اس کے نہ تھا کہ صرف اللہ کے پرستا تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے۔ یہ استثنا منقطع ہے گو مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں فرمان ہے ﴿يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ﴾ الخ تمہیں اور ہمارے رسول کو صرف اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ خندقوں والوں کے قصے میں فرمایا ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ یعنی دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب مہربان ذی احسان پر ایمان لائے تھے۔ مسلمان صحابہؓ خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے

﴿لَا هَمَّ لَوْ لَآ اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا﴾

﴿فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاَقَيْنَا﴾

﴿اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَآ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا﴾

خود رسول اللہ ﷺ بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور ﴿اَبَيْنَا﴾ کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین پر شر فساد مچ جاتا ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں ﴿بِيَعٌ﴾ ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسے ہیں صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کیے گئے ہیں بعض کہتے ہیں مراد گرجا ہیں بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ راستوں پر جو عبادت گھر اہل کتاب کے ہوں انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد ﴿فِيْهَا﴾ کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لیے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع نصرانیوں کے بیع یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں نام اللہ خوب لیا جاتا ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیک نیت عمل صالح ہے وہ مسجدیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے جیسے فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ الخ یعنی اگر اے مسلمانوں تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے، تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا وہ تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا کفار پر افسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں۔ پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا عزت والا ہونا کہ سب اس کے ماتحت ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست سب اسکی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر اسکی مدد ہٹ جائے وہ مغلوب فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾ الخ یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ الخ اللہ تعالیٰ کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہیں بے شک اللہ تعالیٰ قوت وعزت والا ہے

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؀۴۱

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں ادا کریں اور زکوۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی ہم نے نماز روزہ کی پابندی کی بھلے احکام دیے اور برائی سے روک جاری کی پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے تم پر اس کا حق یہ ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ عطیہؒ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت ﴿ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ﴾ میں ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے عمدہ نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا ہر نیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ؀۴۲ۙ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ؀۴۳ۙ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ؀۴۴ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ؀۴۵ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ؀۴۶

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں موسیٰ بھی جھٹلائے جاچکے ہیں تو میں نے کافروں کو یوں ہی سی مہلت دی پھر دھر دبایا پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لیے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں کیا انہوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

انبیاء کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں نوح سے لے کر موسیٰ تک کے کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں دلائل سامنے تھے حق کھل چکا لیکن منکروں نے مان کر نہ دیا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کرلیں لیکن جب وہ نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخرش میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾۔ پڑھی پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کر دیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں اوندھے گرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہوگئیں ان کی آبادیاں اجڑ گئیں ان کے کنویں خالی پڑے ہیں جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند و بالا اور پختہ تھے وہ آج اجڑے پڑے ہیں وہاں الو بول رہا ہے ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بے کار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے انہیں تہس نہس کر دیا جیسے فرمان ہے ﴿**اينما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشيده**﴾ یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں نہ سہی کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی۔ امام ابن ابی الدنیا کتاب التفکر والاعتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ لوہے کے نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں بعض دانش مندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اسے قوی کر لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اسے بیدار کر دے گزشتہ واقعات سے اسے عبرتناک بنا اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ ان کے شہروں میں اور ان کے سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا کچھ ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھ دار بناؤ ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے برا اندھاپن دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں۔ دل کے اندھاپے کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد ابن حیان اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں اے شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے آپے سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے! آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق نہ حاصل کیا جائے یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند۔ گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب کیا شہری ہو کیا دیہاتی۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع

عذاب کو تجھ سے جلدی طلب کر رہے ہیں اللہ ہر گز اپنا وعدہ نہیں ٹالنے کا ہاں البتہ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔ بہت سی ناانصافی کرنے والوں کی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخرش انہیں پکڑ لیا میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

دن کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک: اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلوات اللہ واسلامہ علیہ سے فرمارہے ہیں کہ یہ ملحد کفار اللہ کو اس کے رسول کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے تجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان عذابوں کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جارہا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے بھی کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگباری کر یا اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاد رکھو اللہ کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آکر ہی رہیں گے۔ اولیاء اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور شدنی چیز ہے۔ اصمعی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علا کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عمرو کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے اسی وقت عذاب کی آیت تلاوت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تو عجمی ہے؟ سن عرب میں وعد کا یعنی اچھی بات کے وعدے کا خلاف برا سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام کا ردوبدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے ﴿**فانی وان اوعدته او وعدته لمخلف ایعادی و منجز موعدی**﴾ میں کسی کو سزا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کا خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہر گز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا۔ الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں لیکن رحمت وانعام کا وعدہ کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن اللہ کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دنوں کے برابر ہے یہ باعتبار اسکے حلم اور بردباری کے ہے اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لیے عجلت کیا ہے گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا اسی لیے اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے حاضر ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فقراء مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں۔ تو یہی آیت سنائی یعنی اللہ کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ابو داؤد کی کتاب الملاحم کے آخرؒ میں لکھا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور موخر رکھے گا۔ حضرت سعدؓ سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصہ کا ہوا۔ آپ نے فرمایا پانچ سو سال کا۔ ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا (ابن جریر)۔

بلکہ امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت ﴿**یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ**﴾ الخ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔

امام محمد بن سیرینؒ ایک نو مسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے ساتویں دن قیامت ہے اور ایک دن مثل ہزار ہزار سال کے ہے پس چھ دن تو گزر گئے اور تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جو پورے دنوں ہو نہ جانے کب بچہ ہو جائے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾

اعلان کر دو کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں پس جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں ان ہی کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں۔

چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جارہا ہے کہ لوگو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذابوں سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنا کر دوں تمہارا حساب میرے ذمے نہیں عذاب اللہ کے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے مجھے کیا معلوم کہ تم میں سے کس کی قسمت میں ہدایت ہے اور کون اللہ کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے چاہت اللہ کی ہی پوری ہوتی ہے حکومت اسی کے ہاتھ ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چرا کی مجال نہیں وہ بہت حساب لینے والا ہے میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے والے کی ہے۔ جن دلوں میں یقین و ایمان ہے اور اس کی شہادت ان کے اعمال سے بھی ثابت ہے ان کے کل گناہ معاف کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدر دانی کے قابل۔ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ جو لوگ اوروں کو بھی اللہ کی راہ سے اطاعت رسول ﷺ سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں سخت عذابوں اور تیز آگ کا ایندھن ہیں اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو ان کے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٤﴾

ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے۔ یہ اس لیے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں بے شک گنہگار لوگ دور دراز کی مخالفت میں ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کر لیں کہ یہ تیرے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہے پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔

وحی الٰہی میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی: یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ کر کہ اب مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے واپس مکے آگئے۔ لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے کسی صحیح سند سے مسند مروی نہیں واللہ اعلم۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ نے مکہ میں سورہ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں آپ پڑھ رہے تھے ﴿افرئیتم اللت والعزی و منوہ الثالثه الاخری﴾ تو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالے ﴿تلك الغرانیق العلے و ان شفاعتھم ترتجی﴾ پس مشرکین خوش ہو گئے کہ آج تو حضور ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس سے پہلے آپ ﷺ نے کبھی نہیں کی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گر پڑے اس پر یہ آیت اتری۔ اسے ابن جریرؒ نے بھی روایت کیا ہے یہ مرسل ہے مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ متصلاً مروی ہے صرف امیہ بن خالد ہی اسے وصل کرتے ہیں ہیں وہ مشہور ثقہ۔ یہ صرف طریق کلبی سے ہی مروی ہے ابن ابی حاتم نے اسے دو سندوں سے لیا ہے لیکن دونوں مرسل ہیں۔ ابن جریر میں بھی مرسل ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو اونگھ آگئی اور شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر ڈالا ﴿و ان شفاعتھا لترتجے و انھا لمع الغرانیق العلے﴾ مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلا دی۔ اس پر یہ آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورہ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود و نصاری اور جو لوگ اس کے دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت حضور ﷺ پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے آپ ﷺ کو ان کی ہدایت کا لالچ تھا جب سورہ نجم کی تلاوت آپ ﷺ نے شروع کی اور ﴿وَلَهُ الْأُنثَىٰ﴾ تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈال دیے ﴿و انھن لھن الغرانیق العلے و ان شفاعتھن لھی التی ترتجی﴾ یہ شیطان کی مقفٰی عبادت تھی ہر مشرک کے دل میں یہ کلمات بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ آئے ہیں اور جب رسول اللہ نے سورہ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین سجدے میں گر پڑے ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لیے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اسی کو اپنے ماتھے سے لگا لیا۔ اب ہر ایک کو تعجب معلوم ہونے لگا کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں یقین نہیں پھر ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں پھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل کھل رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز میں آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے وہ تو سب کو اسی پر یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود حضور ﷺ نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی پہنچا۔ عثمان بن مظعونؓ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اسی پر سر ٹکا لیا اور مسلمان اب پورے امن اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکے پہنچے ان کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیے تھے۔ یہ روایت بھی مرسل ہے بیہقی کی کتاب دلائل النبوہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام محمد بن اسحٰق بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں لیکن یہ سندیں مرسلات اور منقطعات ہیں واللہ اعلم۔ امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی عصمت کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہو گئی پھر بہت سے جواب دیے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں

وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور ﷺ کے منہ سے نکلے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز واللہ اعلم۔ اور بھی اس قسم کے بہت سے جواب متکلمین نے دیے ہیں قاضی عیاض نے بھی شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہ اسی طرح ہے بسبب اس کے ثبوت کے۔ اور فرمان اللہ کہ جب کہ وہ آرزو کرتا ہے الخ اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ اس میں پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایسا اتفاقات آئے۔ بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس کی آرزو میں جب وہ بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول ڈال دیتا ہے پس شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر کے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں ﴿تمنّٰی﴾ کا معنی ﴿قال﴾ کے ہیں ﴿اُمْنِیَّته﴾ کے معنی ﴿قرآءته﴾ کے ہیں ﴿اِلاَّ اَمانِیَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں۔ بغوی اور اکثر مفسرین کہتے ہیں ﴿تمنّٰی﴾ کے معنی ﴿تلا﴾ کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے ﴿**تمنی کتاب اللہ اول لیلة واخرها لاقی حمام المقادر**﴾ یہاں بھی لفظ تمنی پڑھنے کے معنی میں ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے۔ نسخ کے حقیقی معنی لغۃ ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے کے اور مٹا دینے کے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شیطان کو القا کو باطل کر دیتا ہے جبرئیلؑ بحکم اللہ زیادتی شیطان کو مٹادیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے کوئی مخفی بات بھی کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں وہ حکیم ہے اس کا کوئی حکمت سے خالی نہیں یہ اس لیے کہ جن کے دلوں میں شک شرک کفر نفاق ہے ان کے لیے فتنہ بن جائے چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے پس مریض دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت صیانت اور نگہداشت ہے کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی حکیم وحمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ پس ان کے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم بھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾

کافر اس وحی اللہ میں ہمیشہ شک شبہ ہی کرتے رہیں گے اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو خیر سے خالی ہے۔ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی وہی ان میں فیصلے فرمائے گا ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھرپور جنتوں میں ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو نہ مانا تھا ان کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب ہی ہوں گے۔

گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے یہ محض بے شعور ہوں گے اس وقت جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ مجرم ہوں یا انہیں بے خیر دن کا عذاب پہنچے جو دن ان کے لیے منحوس ثابت ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لیے عذاب اللہ کا دن تھا اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہو گی جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آیت میں ہے اس دن رحمٰن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا فیصلے خود اللہ کرے گا جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنتوں کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا جو حق کو جھٹلاتے تھے نبیوں کا خلاف کرتے تھے اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّھُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾ لَیُدْخِلَنَّھُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَہٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِکَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْہِ لَیَنْصُرَنَّہُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بہترین روزیاں عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی راضی ہو جائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے بات یہی ہے اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ہجرت اور جہاد کا ثواب: یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل و عیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر اللہ کی رضامندی کے لیے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول کی اور اس کے دین کی مدد کے لیے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا اپنے بستر پر اسے موت آ جائے اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب اللہ کی طرف سے ہے جیسے ارشاد ہے ﴿ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله و رسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله﴾ یعنی جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو چکا ان پر اللہ کا فضل ہوگا انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں کے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لیے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت و رزق اور جنت ملے گی۔ اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا

ہے وہ بڑے حلم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ راہ اللہ میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿**ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا**﴾ خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر بذمہ اللہ ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی حدیثوں سے بھی۔ حضرت شرجیل بن سمطؒ فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعہ کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر گئی اتفاق سے حضرت سلمان فارسیؓ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص اللہ کی راہ کی تیاری میں مر جائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے اگر تم چاہو تو آیت ﴿ **والذین ھاجروا** ﴾ پڑھ لو۔ حضرت ابو قبیل اور ربیعہ بن سیف معافریؒ کہتے ہیں ہم رودس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبیدؓ بھی تھے دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر جھک پڑے۔ حضرت فضالہؓ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی۔ سنو کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہیے جنت میں جگہ اور روزی عمدہ۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہؓ کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی۔ اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا دکھایا اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں پہنچاتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکاتے ہیں وہ باطل ہی ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

لیل و نہار کی گردش: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمان ہے ﴿**قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ**﴾ الخ الٰہی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے جسے چاہے دردر سے دردر کرائے ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے دن کو رات میں رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے۔ پس کبھی کے دن بڑے راتیں چھوٹی کبھی کی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے بندوں کی تمام باتیں اللہ سنتا ہے ان کی تمام حرکات سکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کوئی حاکم نہیں بلکہ کوئی چوں چرا بھی اس کے سامنے نہیں کر سکتا۔ وہی سچا معبود ہے عبادتوں کے لائق اس کے سوا کوئی اور نہیں زبردست غلبے والا بڑی شان والا وہی ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے ہر شخص اس کے سامنے فقیر ہر ایک اس کے آگے عاجز اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں وہ بلندیوں والا

ہے ہر چیز اس کے ماتحت اس کے زیر حکم اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی رب نہ اس سے کوئی بڑا نہ اس پر کوئی غالب وہ تقدس والا وہ عزت وجلالت والا ظالموں کی کہی ہوئی تمام نکمی باتوں سے پاک سب خوبیوں والا تمام نقصانات سے دور

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

کیا تو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا اور باخبر ہے آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور یقیناً "اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں اور اس کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی۔ وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی پروانگی بغیر گر نہ پڑے بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت و نرمی کرنے والا اور مہربان ہے اسی نے تمہیں جلایا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر وہی تمہیں زندہ کر دے گا بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے۔

دوبارہ زندہ ہونے کی مثال: اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں ابر کو لاتی ہیں جو پانی برساتا ہے اور وہی زمین آباد لہلہاتی ہوئی سرسبز ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے۔ یہاں پر "ف" تعقیب کے لیے ہے ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے۔ نطفے کا علقہ ہونا پھر علقے کا مضغہ ہونا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی "ف" آئی ہے اور ہر دو صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاً سرخ و سرسبز ہو جاتی ہیں فاللہ اعلم۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب اللہ کے علم میں ہے ایک ایک دانہ اس کی دانست میں ہے پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اگ آتا ہے جیسے حضرت لقمان کے قول میں ہے کہ اے بچے اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ بھی کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے زمین و آسمان کی پوشیدگیاں اللہ ظاہر کر دے گا اور آیت میں ہے ہر پتے کے جھڑنے کا ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تروخشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے اور جگہ ہے کوئی ذرہ آسمان وزمین میں اللہ سے پوشیدہ نہیں کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔ امیہ بن ابو صلت یا زید بن عمرو ابن نفیل کے قصیدے میں ہے

﴿وَقُوْلَا لَهٗ مَنْ يُّنْبِتُ الْحَبَّ فِى الثَّرٰى فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيًا﴾

﴿وَيُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِىْ رُءُوْسِهٖ فَفِىْ ذَاكَ اٰيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا﴾

اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھومنے لگتا ہے اور اس کے سرے پر بال نکل آتی ہے عقلمند کے لیے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ تمام کائنات کا مالک وہی ہے وہ ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے سب انسان اس کے غلام ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ کل

حیوانات جمادات کھیتیاں باغات اس نے تمہارے فائدے کے لیے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں آسمان وزمین کی چیزیں تمہارے لیے سرگرداں ہیں اسی کا احسان و فضل و کرم ہے کہ اس کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں تمہارے مال و متاع اس میں یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں پانی کو چیرتی ہوئی موجوں کو کاٹتی ہوئی بحکم اللہ ہواؤں کے ساتھ کشتیاں تمہارے نفع کے لیے چل رہی ہیں یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی رہتی ہیں وہ آپ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ۔

انسانوں کے گناہوں کے باوجود اللہ ان پر رافت و شفقت بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ الخ لوگوں کے گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان پر صاحب مغفرت ہے۔ ہاں بے شک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں فنا کرے گا وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا جیسے فرمایا ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ الخ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر دوبارہ زندہ کر دے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور آیت میں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ الخ اللہ ہی تمہیں جلاتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا۔ اور جگہ فرمایا وہ کہیں گے کہ اے اللہ تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ جلایا۔ پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اللہ کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اوروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی روزی دینے والا صرف وہی مالک و مختار فقط وہی تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کر دیا پھر تمہاری موت کے بعد پھر سے پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن انسان بڑا ہی ناشکرا ہے اور بے قدرا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾

ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں پس انہیں اس امر میں تجھ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلا تا رہ یقیناً تو ٹھیک ہدایت پر ہی ہے پھر بھی اگر یہ لوگ تجھ سے الجھنے لگیں تو تو کہہ دینا کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے بے شک تمہارے سب کے اختلاف کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا۔

اصل میں عربی زبان میں ﴿منسك﴾ کا لفظی ترجمہ اس جگہ کا ہے جہاں کے جانے آنے کی انسان عادت ڈال لے احکام حج کی بجا آوری کو اسی لیے ﴿مَنَاسِكَ﴾ کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ منقول ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لیے ہم نے شریعت مقرر کی ہے تو اس امر میں یہ لوگ نہ لڑیں سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان کے افعال کا مقرر کرنا ہے جیسے سورۂ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک لیے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجالانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ سب قدر اللہ اور ارادہ اللہ سے کر رہے ہیں تو ان کے جھگڑنے سے تو بددل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ جا اپنے رب کی طرف بلا تا رہ اور اپنی ہدایت واستقامت کے کامل یقین پر رہ۔ یہی راستہ حق سے ملانے والا اور مقصود کو کامیابی سے گودیوں میں لا ڈالنے والا ہے جیسے فرمایا ہے ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ الخ خبردار! کہیں یہ لوگ تجھے اللہ کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی ان سے روک نہ دیں اپنے رب کے راستے کی دعوت عام دیتا رہ اس پر بھی اگر کوئی ٹھہر جائے تو اس سے پلہ جھاڑ

لے کہہ دے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دہرایا ہے ایک جگہ ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارے عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم تم میں فیصلہ اللہ آپ کردے گا اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر جما رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کردے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے الخ۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷۰

کیا تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے۔

سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا: رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیریں لکھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے۔ پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلم بند کر لیا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کے پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کی متعلق قیامت تک کا ہے پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم اللہ میں تھے اس نے لکھ لیے۔ پس اسی کو اپنے نبی ﷺ سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں ہونے والا ہے بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے اللہ کو ہے وہ جو کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا ہر فرمانبردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر تھی اور کچھ یہ امر اللہ پر مشکل نہ تھا سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۷۱ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۲ۧ

اللہ کے سوا انہیں پوج رہے ہیں جس کی کوئی رب ہونے کی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ جب

ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تو کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتا ہے۔ وہ تو قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناخوشی کی خبر دوں وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

کلام اللہ سے بے اعتنائی قابل گرفت ہے: بغیر دلیل کے بلاسند کے اللہ کے سوا دوسرے کی پوجاپاٹ عبادت بندگی کرنے والوں کا جہل وکفر بیان فرماتا ہے کہ سوائے شیطانی تقلید اور باپ دادوں کی دیکھا دیکھی کے نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿**ومن یدع مع اللہ الہا**﴾ جو بھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے اللہ خود باز پرس کر لے گا ناممکن کہ ایسے ظالم چھٹکارا پا جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ اللہ کے کسی عذاب سے انہیں بچالے۔ ان پر اللہ کے پاک کلام کی آیتیں صحیح دلیلیں واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اللہ کی توحید رسولوں کے اتباع کو صاف طور پر بیان کیا کہ انہیں مرچیں لگیں شکلیں بدل گئیں تیوریوں پر بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں۔ اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں ایک لفظ بھی حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں اسی وقت گلا گھونٹ دیں۔ ان سچے خیر خواہوں کی اللہ کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہو تو ہاتھ بھی ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔ فرمان ہوتا ہے کہ نبی ﷺ! ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان اللہ کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری طرف اس دکھ کا وزن کرلو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر وانکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔ اب تم بھی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے کس قدر ہولناک ہے کس قدر ایذا دہندہ ہے اور کتنی مشکل والی جگہ ہے۔ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَـيْـــًٔـا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن تو لو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے۔

باطل معبودوں کی بے بسی: اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جن کی عبادت اللہ کے سوا کرتے ہیں رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل مطابق واقعہ بیان ہو رہی ہے۔ ذرا توجہ سے سنو! کہ ان کے تمام کے تمام بت ٹھاکر وغیرہ جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آجائیں گے اور ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان اللہ ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ یا ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی

خود بنا دیں۔ بخاری و مسلم میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دیں۔ اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو! کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھینے چلی جا رہی ہے یہ بے بس ہیں یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیز ہی واپس لے لیں۔ بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور اور بودا ضعیف ناتواں بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی یہی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد اللہ کے سوا اور معبود۔ اللہ کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رچی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا اللہ کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے جسے مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہ ہو جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ اللہ اپنی قدرت و قوت میں یکتا ہے۔ تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں بلا اس کے کہ کسی ایک سے بھی مدد لے مشورہ لے شریک کرے۔ پھر سب کو ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے۔ سب کچھ اس کے سامنے پست ہے کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں وہ واحد و قہار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ۚ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶

فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔

منصب رسلت کا حقدار کون؟ اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول ﷺ تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے مقرر کر لیتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہتا ہے نواز تا ہے۔ بندوں کے اقوال سے وہ سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق منصب نبوت کون ہے جیسے فرمایا ﴿ **اللہ اعلم حیث یجعل رسلته** ﴾ رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے؟ رسولوں کے آگے پیچھے کا اللہ کو علم ہے کیا اس تک پہنچا کیا اس نے پہنچایا سب اس پر ظاہر باہر ہے جیسے فرمان ہے ﴿ **علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا** ﴾ یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے آگے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہا سنا جاتا ہے اس پر خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان مددگار بھی ہے جیسے فرمان ہے ﴿ **یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك** ﴾ اے رسول ﷺ جو کچھ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اترا ہے پہنچا دے اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا تیرا بچاؤ اللہ کے ذمے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ السجدۃ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ ہُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ہٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَہِیۡدًا عَلَیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ ہُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۷۸﴾ؑ

السجدۃ ۃعند الامام الشافعی ۱۲ ع ۱۰

اے ایمان والو رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا اس کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی دین تمہارے باپ ابراہیم کا اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم اور تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوتیں ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو وہی تمہارا ولی اور مالک ہے پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔

اسلام دین آسان ہے: اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلے سجدے کی آیت کے موقعہ پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ پڑھے ہی نہیں۔ پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے اپنے مالوں اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو جیسے حکم دیا ہے کہ اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے اور امتوں پر تمہیں شرافت و کرامت عزت و بزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سر برآوردہ کیا تمہیں آسان سہل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لا سکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھیے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو روبقبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کر لے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لیے آں حضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میں یک طرف اور بالکل آسانی والا دین دیکر بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا آسانی کرنا سختی نہ کرنا۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمارے دین میں کوئی تنگی و سختی نہیں۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں ملۃ کا نصب بہ نزع خفض ہے گویا اصل میں ﴿ کملۃ بیکم ﴾ تھا اور ہو سکتا ہے کہ ﴿ الزموا ﴾ کو محذوف مانا جائے اور ﴿ ملۃ ﴾ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائے گا۔ ﴿ دینا قیما ﴾ الخ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے بھی پہلے کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دے لیکن امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیمؑ کے پہلے سے ہو اس لیے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا تو "پہلے سے" کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب

میں۔ یہی قول حضرت مجاہدؒ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے کیوں کہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسمان ہونے کا ذکر ہے۔ پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لیے بتلایا جارہا ہے کہ یہ وہ دین ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لیے اور انہیں مائل کرنے کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارا ذکر میری اگلی کتابوں میں بھی ہے۔

مدتوں سے انبیاء کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آرہے ہیں۔ اگلی کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا۔ نسائی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے یعنی باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے اور دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ! ﷺ اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام تمہارے رکھے ہیں انہی ناموں سے پکارو اور پکرواؤ مسلمین مومنین اور عباد اللہ ۔ سورہ بقرہ کی آیت ﴿ **یایھاالناس اعبدوا** ﴾ الخ کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو پوری بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اس لیے بنایا ہے اور اس لیے اور تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد ﷺ کی بزرگی اور فضیلت کی اقراری ہوں گی۔ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لیے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے پیغام اللہ انہیں پہنچادیا ہے۔ وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اور خود رسول اللہ ﷺ اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے انہیں دین الٰہی پہنچادیا اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اس کی بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس بارے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورۃ بقرہ کی سترھویں رکوع کی آیت ﴿ **وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا** ﴾ الخ کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں اس لیے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہیں دیکھ لی جائے وہیں حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو فرائض اللہ تم پر ہیں انہیں شوق سے دل کی خوشی سے بجالاؤ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو۔ جو کچھ اللہ نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ پس نماز جو خالص رب کی ہے اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ۔ زکوٰۃ کے کل احکام سورہ توبہ کی آیت زکوٰۃ ﴿ **نما الصدقت للفقراء** ﴾ الخ کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیا ہے وہیں دیکھ لی جائیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھو اسی پر توکل کرو اپنے تمام کاموں میں اسی سے مدد طلب کیا کرو۔ اعتماد ہر وقت اسی پر رکھو اسی کی تائید پر نظریں رکھو وہ تمہارا مولیٰ ہے تمہارا حافظ ہے ناصر ہے تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے زیادہ قوی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن وردؒ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی عطا فرمادیا کروں گا اور جن پر میرا عذاب نازل ہو گا میں تجھے ان میں سے بچالوں گا برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر و سہارے کام لے مجھ پر نگاہیں رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ میری امداد پر راضی رہ یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین

﴿ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** ﴾ سورۃ حج کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم سے سترھویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی!

تفسیر سورۂ مومنون مکیہ

سُوۡرَةُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشۡرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوۡعَاتٍ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَاعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع

یقیناً ایمانداروں نے نجات حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں اور وعدے کے حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

کامیابی پانے والے اہل ایمان کی صفات: نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی سی آواز آپ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ یا اللہ تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے عربی کے الفاظ یہ ہیں ﴿ **اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَاتَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَاتُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَاتَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَاتُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِ عَنَّا وَاَرْضِنَا** ﴾ پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا پھر آپ ﷺ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں امام ترمذیؒ اس حدیث کو منکر بتلاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں نسائی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے آنحضور ﷺ کے عادات و اخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا پھر ان آیتوں کی یُحافظون تک تلاوت فرمائی اور فرمایا یہی اخلاق حضرت ﷺ کے تھے۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے جنت عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا کچھ بول اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو

قرآن میں نازل ہوئیں ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے الخ۔ فرشتے اس میں جب داخل ہوئے تو کہنے لگے واہ واہ یہ تو بادشاہوں کی جگہ ہے اور روایت میں ہے اس کا گارہ مشک کا تھا اور روایت میں ہے کہ اس میں وہ وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی دل میں سمائیں اور روایت میں ہے کہ جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہو سکتا اور حدیث میں ہے کہ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دوسری سرخ یاقوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی اس کا گارا مشک کا ہے اس کی گھانس زعفران ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور ﷺ نے آیت ﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ پڑھی۔

الغرض فرمان ہے کہ مومن مراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پاگئے انہوں نے نجات پالی ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوف الٰہی رکھتے ہیں خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں دل حاضر رکھتے ہیں نگاہیں نیچی ہوتی ہیں بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رسول ﷺ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں۔ سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ جانماز سے ادھر ادھر ان کی نظر نہیں جاتی تھی اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے پس یہ خضوع و خشوع اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل فارغ ہو خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے (نسائی۔) ایک انصاری صحابیؓ نے نماز کے وقت لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو انکی یہ بات گراں گزری۔ آپ نے فرمایا۔ رسول ﷺ حضرت بلالؓ سے فرماتے تھے اے بلال اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل سے شرک سے گناہ سے اور ہر ایک بے ہودہ اور بے فائدہ قول و عمل سے بچتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ وہ لغویات سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں وہ برائی اور بے سود کاموں سے الٰہی کی روک کی وجہ سے رک جاتے ہیں اور وصف ان کا یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ مال ادا کرتے ہیں اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی ہے پھر مکی آیت میں اس کا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں ہی واجب ہو چکی تھی ہاں اس کی مقدار مال کا نصاب وغیرہ یہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے۔ دیکھئے سورۂ انعام بھی مکیہ ہے اور اس میں بھی زکوٰۃ کا حکم موجود ہے ﴿ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اسکی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو ہاں یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک و کفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہو جیسے فرمان ہے ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴾ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس نے فلاح پالی اور جس نے اسے خراب کر لیا وہ نامراد ہوا یہی ایک قول آیت ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ الخ میں بھی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی بھی زکوٰۃ دے واللہ اعلم۔ پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے اور عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں زنا لواطت وغیرہ سے اپنے تئیں بچاتے ہیں ہاں ان کی بیویاں جو اللہ نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں ان کے ساتھ ملنے میں کوئی ملامت اور حرج نہیں جو شخص ان کے سوا اور طریقوں سے یا اوروں سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا اس نے غلط معنی مراد لئے اس پر فاروق اعظم نے اس غلام کا سر

منڈوا کر جلاوطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے لیکن یہ اثر منقطع ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے امام ابن جریرؒ نے اسے سورۂ مائدہ کی تفسیر کے شروع میں وارد کیا ہے لیکن اس کے وارد کرنے کی موزوں جگہ یہی تھی اسے عام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ اس کے ارادے کے خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھی واللہ اعلم۔

امام شافعیؒ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیوں کہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گزر جانے والا ہے امام حسن بن عرفہؒ نے اپنے مشہور جزء میں ایک حدیث وارد کی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عالموں کے ساتھ جمع کرے گا اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کر لیں۔ توبہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشت زنی کرنے والا اور اغلام بازی کرنے اور کرانے والا اور نشے باز شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا۔ یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجنے لگیں اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا۔ لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے واللہ اعلم۔ اور وصف ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں' وعدے پورے کرتے ہیں اس کے خلاف عادتیں منافقوں کی ہوتی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت دیا جائے خیانت کرے

پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کے اوقات پر حفاظت کرتے ہیں رسول کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری و مسلم۔) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں وقت سے رکوع سجدے وغیرہ کی حفاظت مراد ہے ان پر دوبارہ نظر ڈالو شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخر میں بھی نماز کا بیان ہوا جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے۔

حدیث میں ہے سیدھے سیدھے رہو اور تم ہر گز احاطہ نہ کر سکو گے جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے دیکھو وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے اللہ سے جب جنت مانگو جنت الفردوس مانگو وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے وہیں سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (بخاری و مسلم)

فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو دو جگہیں ہیں ایک منزل جنت میں ایک جہنم۔ میں جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے مجاہدؒ فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے کفار جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے انھوں نے عبادت ترک کر دی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مومنوں کے حوالے کر دیئے گئے اسی لئے انھیں وارث کہا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور انھیں بخش دیگا۔

اور سند سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دیگا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو بردہؒ کو قسم دی انھوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرا دیا۔ اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا ﴾ الخ اور آیت میں ہے ﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا ﴾ الخ۔ فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں' واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

تذکرہ انسان کی پیدائش کا: اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔ مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے تمام زمین پر سے لی تھی پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ و روپ مختلف ہوئے کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ ﴾ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے جیسے ارشاد ہے ﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴾ پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ایک حال سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے پیٹھ کی ہڈی بنائی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے سوا ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے، جلنے، چلنے، پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت و سکون کی قدرت عطا فرماتا ہے وہ بابرکت اللہ سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس میں روح پھونکتا ہے یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے پھر اسے ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بالکل ہی بڈھا ہو جاتا ہے الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔ صادق و مصدوق آنحضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے

کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم اللہ چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں روزی اجل عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا۔ پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے (بخاری و مسلم وغیرہ۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے مسند احمد ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے جو ایک یہودی آ گیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد عورت کے نطفے سے مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے اس نے کہا آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گذر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالی سے دریافت کرتا ہے کہ یا اللہ یہ نیک ہو گا یا بد؟ مرد ہو گا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی۔ بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالی نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے یا اللہ اب نطفہ ہے یا اللہ اب لوتھڑا ہے یا اللہ اب گوشت کا ٹکڑا ہے جب جناب باری تعالی اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے یا اللہ مرد ہو یا عورت شقی ہو یا سعید رزق کیا ہے اجل کیا ہے اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں ان سب باتوں اور اپنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے ﴿ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ﴾ نکلا اور وہی پھر اترا۔ زید بن ثابت انصاریؓ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ تک لکھوا چکے تو حضرت معاذؓ نے بے ساختہ کہا ﴿ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ﴾ اسے سنکر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیئے حضرت معاذؓ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس آیت کے خاتمہ پر بھی یہی ہے اس حدیث کی سند کا ایک راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی مدینہ میں تھے نہ کہ مکہ میں حضرت معاذؓ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینہ کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے واللہ اعلم اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہو گا خیر و شر کا بدلہ ملے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

انسان سے بھی بڑی پیدائش آسمان کی: انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے سورہ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے پھر قیامت کا اور سزا جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ﴾ الخ ساتوں

آسمان اور سب زمینوں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں۔ اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے غافل نہیں جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے پہاڑوں کی ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَي الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

ع ٢٢ — وقف لازم

ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر اسے زمین میں ٹھیرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں۔ اسی پانی کے ذریعہ سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔

چند اور بڑی بڑی نعمتیں: اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت و ضرورت بارش برساتا ہے نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے باغات ہرے بھرے رہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی۔ کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھنچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقے میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھیر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ اس لطیف و خبیر غفور و رحیم اللہ کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں اللہ پانی کو ٹھیرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے

پھر فرماتا ہے ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بے کار بنوں میں برسادیں۔ اگر چاہیں پانی کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیر تا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچادیں کہ تمہارے لئے بے کار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو یہ خاص اللہ کا فضل و کرم اور اس کا لطف و رحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو فالحمد اللہ۔ آسمانی بارش سے ربّ العلمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سر سبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے (احمد۔) حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہے پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ ﴾ الخ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ښ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

یقیناً ہم نے نوح کو اسکی قوم کیطرف رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم تقویٰ نہیں رکھتے۔ اسکی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہدیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں سنا ہی نہیں۔ یقیناً اس شخص کو جنون ہے پس تم اسے ایک وقت مقرر تک ڈھیل دو۔

نوح علیہ السلام اور متکبر سردار: نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر ونذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا آپ نے ان میں جا کر پیغام اللہ پہنچایا کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہاری عبادتوں کا حقدار کوئی نہیں تم اللہ کے سوا اسکے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا کہ یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ اللہ کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا۔ یہ تو ہم نے کیا؟ ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان اللہ کا رسول بن جائے یہ تو کوئی دیوانہ شخص ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے اچھا خاموش رہو دیکھو ہلاک ہو جائے گا۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

نوح علیہ السلام نے دعا کی اے میرے پالنے والے ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر۔ تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو تو ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے اور اپنی اہل کو بھی مگر ان میں سے جس کی بابت ہماری بات پہلے گزر چکی ہے۔ خبردار جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے۔ جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر باطمینان بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔ اور کہنا کہ اے میرے رب مجھے بابرکت اتارنا اتار اور تو ہی بہتر اتارنے والا ہے۔ یقیناً اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور ہم بے شک آزمائش کرنے والے ہیں۔

نوح کو کشتی بنانے کا حکم: جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار میں لاچار ہو گیا ہوں تو میری مدد فرما جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر اسی وقت فرمان الٰہی سرزد ہوا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط چوڑی چکلی اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو حیوانات نباتات پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں اپنے والوں کو بھی بٹھا مگر جس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لائے جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی واللہ اعلم۔ اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آنا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہو گا اس کا پورا قصہ سورۂ ہود کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس لئے ہم نہیں دہراتے جب تو اور تیرے ساتھی مومن کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ اللہ پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور

فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھیرنا ہے پس شروع چلنے کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی اللہ کو یاد کیا اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیاء کی تصدیق کی نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی علامتیں ہیں اس کی قدرت اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے یقیناً رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُۨ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاۗءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی امتیں پیدا کیں۔ پھر ان میں خود ان میں سے ہی رسول بھی بھیجے کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم کیوں نہیں ڈرتے؟ سرداران قوم نے جواب دیا جو قوم کفر کرتی تھی اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتی تھی اور ہم نے انھیں دنیوی زندگی میں خوش حال کر رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو۔ کیا یہ تمہیں اس بات سے دھمکاتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کیے جاؤ گے۔ نہیں نہیں دور اور بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ یہ تو صرف زندگانی دنیا ہی ہے ہم مرتے جیتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ ہم پھر بھی اٹھائے جائیں۔ یہ تو وہ شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لیا ہے ہم تو اس پر یقین لانے والے نہیں ہیں۔ نبی نے دعا کی کہ پروردگار ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر۔ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کئے پر پچھتانے لگیں گے۔ بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق انھیں چیخ نے پکڑ لیا اور ہم نے انھیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا پس ظالموں کے لئے دوری ہو۔

قوم نوح کے بعد عاد وثمود: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی امتیں آئیں جیسے کہ عادی کہ ان کے متصل ہی تھے یا ثمودی کہ ان پر چیخ کا عذاب آیا تھا جیسے کہ اس آیت میں ہے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول آئے اللہ کی عبادت اور اس کی

توحید کی تعلیم دی۔ لیکن انھوں نے جھٹلایا مخالفت کی۔ اتباع سے انکار کیا محض اس بناء پر کہ یہ انسان ہیں۔ قیامت کو بھی نہ مانا جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور از قیاس ہے۔ بعث ونشر و حشر و قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں ہم ایسی واہی تباہی باتوں کے ماننے والے نہیں نبی نے دعا کی اور ان پر مدد طلب کی اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب تلف کر دیئے گئے اور اسی کے وہ مستحق بھی تھے تیز و تند آندھی اور پوری طاقتور ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلانے والی خوف ناک آواز نے انھیں پارہ پارہ کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے بھوسی سی اڑ گئی صرف مکانات کے کھنڈر ان گئے گزرے ہوئے لوگوں کی نشان دہی کے لئے رہ گئے وہ کوڑے کرکٹ کی طرح ناچیز محض ہو گئے ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا پس لوگو تمہیں بھی مخالفت رسول ﷺ سے ڈرنا چاہیے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں نہ تو کوئی امت اپنی اجل سے آگے بڑھی اور نہ پیچھے رہی۔ پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انھیں افسانہ بنا دیا ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے۔

بہت ساری امتیں اور بہت سارے رسول: ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی اسے اس نے پوری کی نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر پھر ہم نے پے در پے لگاتار رسول بھیجے ہر امت میں پیغمبر آیا اس نے لوگوں کو پیغام اللہ پہنچایا کہ ایک اللہ تعالی کی عبادت کرو اس کے ماسوا کسی کی پوجا نہ کرو بعض راہ راست پر آ گئے اور بعض پر کلمہ عذاب راست آ گیا تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ﴾ الخ افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس جو رسول آیا انھوں نے اسے مذاق میں اڑایا ہم نے یکے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ﴾ نوح علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں انھیں ہم نے پرانے افسانے بنا دیئے قصے ان کے باقی رہ گئے اور وہ تہس نہس ہو گئے پارہ پارہ کر دیئے گئے بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾

پھر ہم نے موسی کو اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور ظاہر غلبے کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف پس انھوں نے تکبر کیا اور تھے

ہی وہ سر کش لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں حالانکہ خود ان کی قوم بھی ہمارے ماتحت ہے۔ پس انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے۔ ہم نے تو موسیٰ کو کتاب بھی دے رکھی تھی کہ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔

موسیٰ اور ہارون فرعون کی طرف: حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے پاس پوری دلیلوں اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا لیکن انھوں نے بھی اپنے سے اگلے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب و مخالفت کی اور اگلے کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے دریا برد کر دیا اس کی بعد حضرت موسیٰ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی پھر سے مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے جہاد کے احکام اترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون قبط کے بعد ہلاک نہیں ہوئی اور آیت میں فرمان ہے اگلی امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾

ہم نے ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ میں پناہ دی۔

حضرت عیسیٰ قدرت کاملہ کا اظہار: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنایا آدم علیہ السلام کو مرد عورت کے بغیر پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا۔ باقی کے تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ ﴿رَبْوَة﴾ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھانس پانی والی تروتازہ اور ہری بھری تھی جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور ان کی صدیقہ والدہ کو جو اللہ کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ ﴿رَبْوَة﴾ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے کسی صحابیؓ سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہو گا وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ﴿ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴾ تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہا دی ہے پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہیئے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾

اے پیغمبروں حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم

سب کا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ پھر انھوں نے خود ہی اپنے امر کے اپنے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے پس تو بھی انھیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا رہنے دے۔ کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں؟ کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں۔ وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں نہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔

انبیاء صرف حلال روزی کھاتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتا ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائیں اور نیک اعمال بجا لایا کریں پس ثابت ہوا کہ لقمہ حلال عمل صالح کا مددگار ہے پس انبیاء نے سب بھلائیاں جمع کر لیں قول فعل دلالت نصیحت سب انھوں نے سمیٹ لی اللہ تعالیٰ انھیں اپنے سب بندوں کی طرف سے نیک بدلے دے۔ یہاں کوئی رنگت مزہ بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ حلال چیزیں کھاؤ حضرت عیسیٰ اپنی والدہ کے بننے کی اجرت میں سے کھاتے تھے صحیح حدیث میں ہے کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں لوگوں نے پوچھا آپ سمیت؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور حدیث میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کا کھایا کرتے تھے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اللہ کو سب سے زیادہ پسند روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام داؤد علیہ السلام کا قیام ہے آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے تھے اور چھٹا حصہ سوجاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔ ام عبداللہ بنت شدادؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ شام کے وقت بھیجا تاکہ آپ اس سے اپنا روزہ افطار کریں دن کا آخری حصہ تھا اور دھوپ کی تیزی تھی تو آپ نے قاصد کو واپس کر دیا کہ اگر تیری بکری کا ہوتا تو خیر اور بات تھی انھوں نے کہلوایا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ دودھ اپنے مال سے خرید کیا ہے پھر آپ نے پی لیا دوسرے دن مائی صاحبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ اس گرمی میں میں نے دودھ بھیجا بہت دیر سے بھیجا تھا آپ نے میرے قاصد کو واپس کیا آپ نے فرمایا ہاں مجھے یہی فرمایا گیا ہے انبیاء علیہم السلام صرف حلال کھاتے ہیں اور صرف نیک عمل کرتے ہیں اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسولو پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے اعمال کا عالم ہوں یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایمان دارو جو چیزیں حلال ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ پھر آپ نے ایک اس شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ بالوں والا غبار آلود چہرہ والا ہوتا ہے لیکن کھانا پینا پہننا حرام کا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے امام ترمذیؒ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں

پھر فرمایا اے پیغمبرو! تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے یعنی اللہ ﴿وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ﴾ کی عبادت کی طرف دعوت دینا اسی لئے اسی کی بعد فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر وتشریح ہو چکی ہے ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے انھوں اللہ کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے اسی پر نازاں وفرحاں ہو گئے اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے پس بطور ڈانٹ کے فرمایا انھیں ان کے بہکنے بھٹکنے ہی میں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے کھانے پینے دے مست وبے خود ہونے دے ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد انہیں دے رہے ہیں وہ ان کی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں ہر گز نہیں یہ تو انہیں دھوکہ لگا ہے یہ اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ جیسے ہم یہاں خوش حال ہیں وہاں بھی بے سزا رہ جائیں گے یہ محض غلط ہے جو کچھ انہیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے لیکن یہ بے شعور ہیں اصل تک پہنچے ہی نہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ﴾ تجھے ان کے مال واولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انھیں دنیا میں عذاب کرے اور آیت میں ہے یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور جگہ ہے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے ہم

انھیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہو۔ الخ اور آیتوں میں فرمایا ہے ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴾ الخ یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بہ کثرت مال دیا ہے اور حاضر باش فرزند دیئے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے اور آیت میں ہے ﴿ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ الخ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں مجھ سے ملا نہیں سکتیں مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو۔ الخ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالی نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اللہ تعالی دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے پوری محبت رکھتا ہو پس جسے اللہ دین دے سمجھو کہ اللہ تعالی اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اسکی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں لوگوں نے پوچھا کہ ایذاوں سے کیا مراد ہے فرمایا دھوکہ بازی ظلم وغیرہ سنو جو بندہ مال حرام حاصل کر لائے اسکے خرچ میں اسے برکت نہیں ہوتی اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ اس کا جہنم کا توشہ ہوتا ہے اللہ تعالی برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہاں برائی کو بھلائی سے دفع کرتا ہے خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور انکے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔

مومن نیک اعمال کر کے بھی ڈرتے ہیں: فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں مومن نیکی اور خوف اللہ کا مجموعہ ہوتا ہے منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے یہ اللہ تعالی کی شرعی اور پیدائشی آیتوں اور نشانیوں کو باور کرتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں اللہ کی قدرت قضا اور شرع کا انھیں کامل یقین تھا اللہ تعالی کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں اللہ کے منع کردہ ہر کام کو وہ ناپسند رکھتے ہیں ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں وہ مؤحد ہوتے ہیں شرک سے بیزار رہتے ہیں اللہ کو واحد اور بے نیاز جانتے ہیں اسے بے اولاد اور بے بیوی کا مانتے ہیں بے نظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اللہ کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا چوری اور شراب خوری ہو جاتی ہے لیکن ان کے دل میں خوف اللہ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے صدیق کی لڑکی یہ وہ نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقے کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں (ترمذی۔) اس آیت کی دوسری قرآت ﴿ یَاْتُوْنَ مَا اَتَوْا ﴾ بھی ہے یعنی کرتے ہیں جو کرتے ہیں لیکن دل ان کے ڈرتے

ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ابو عاصم گئے آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو جواب دیا اس لیے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو اماں میں آج ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں ﴿یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ ہیں یا ﴿یَاْتُوْنَ مَااَتَوْا﴾ ہیں؟ آپ نے فرمایا کونسے ہونے تمہارے لئے زیادہ پسند ہیں؟ میں نے کہا آخر کے الفاظ اگر ہوں تو گویا میں نے ساری دنیا پالی بلکہ اس سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی آپ نے فرمایا پھر تم خوش ہو جاؤ اللہ میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے ساتوں مشہور قرائتوں اور جمہور کی قرآت میں وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے اور معنی کی رو سے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قرآت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ درمیانہ اور ہلکے ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔـرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْــَٔـرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ہم کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کے لئے اس کے سوا بھی بہت سے اعمال ہیں جنھیں وہ کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ فریاد وزاری کرنے لگے۔ آج مت چلاؤ یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے۔ میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جایا کرتی تھیں پھر بھی تم اپنی ایڑیوں کی بل الٹے بھاگتے تھے۔ اکڑتے اینٹھتے افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے۔

اسلام دین آسان: اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں پھر قیامت کے دن وہ انکے اعمال کا حساب لے گا جو سب کے سب کتابی صورت میں لکھے ہوئے موجود ہوں گے یہ نامہ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دے گا کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائے گا کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مومنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں اس کے سوا بھی ان کی اور بداعمالیاں بھی ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑلے سے کر رہے ہیں تاکہ ان کی برائیاں انھیں جہنم سے ورے نہ رہنے دیں چنانچہ وہ حدیث گزر چکی جس میں فرمان ہے کہ انسان نیکی کے کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے جو اس پر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور بداعمالیاں شروع کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا کہ جہنم واصل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب الٰہی آپڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں سورۂ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انھیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردناک سزا ہے اور آیت میں ہے ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیوں کو تباہ کر دیا اس وقت انھوں نے واویلا شروع کی جبکہ وہ محض بے سود تھی یہاں فرماتا ہے کہ آج تم کیوں شور مچا رہے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آسکتا تم پر عذاب الٰہی آپڑے اب چیخنا چلانا سب بے سود ہے کون ہے؟ جو میرے عذابوں کے

مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے انھیں سنتے تھے اور ٹال جاتے تھے بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے توحید کا انکار کرتے تھے شرک پر عقیدہ کرتے تھے حکم تو بلند و برتر اللہ ہی کا چلتا ہے ﴿ مُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾ حال ہے ان کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے اس معنے کی رو سے بہ کی ضمیر کا مرجع یا تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بے ہودہ بکواس بکتے تھے یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے کبھی شاعری کہتے تھے کبھی کہانت وغیرہ یا خود آنحضرت ﷺ ہیں کہ راتوں کو بے کار بیٹھے ہوئے اپنی گپ شپ میں کبھی حضور ﷺ کو شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی جادوگر کہتے کبھی جھوٹا کہتے کبھی مجنوں بتلاتے حالانکہ حرم اللہ کا گھر ہے قرآن اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں جنھیں اللہ نے اپنی مدد پہنچائی اور مکہ پر قابض کیا ان مشرکوں کو وہاں سے ذلیل و پست کر کے نکالا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے اپنے تئیں اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھی حالانکہ نہ اسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے ابن ابی حاتم نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے حاصل سب کا یہی ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ؕ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾

ربع

کیا انھوں نے اس بات میں غور و فکر ہی نہیں کیا؟ یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا؟ یا انھوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے ہاں ان میں کے اکثر حق سے چڑنے والے ہیں اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے حق تو یہ ہے کہ ہم نے انھیں انکی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ یاد رکھ کہ تیرے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے یقیناً تو تو انھیں راہ راست کی طرف بلا رہا ہے بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی اپنی سرکشی میں جم کر اور بہکنے لگیں۔

قرآن بے مثل اور بینظیر کتاب ہے: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر انکار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس

میں غور وفکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی یہ سب سے اکمل اشرف اور افضل کتاب ہے ان کے باپ دادے جاہلیت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی خدائی کتاب نہ تھی ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھاتو انھیں چاہیے تھا کہ اللہ کے رسول کی بات مانتے کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان میں کے سمجھداروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے اور اپنے اعمال سے اللہ کو رضامند کر دیا افسوس کفار نے عقلمندی سے کام نہ لیا۔ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے کیا یہ لوگ محمد ﷺ کو جانتے نہیں کیا آپ ﷺ کی صداقت امانت دیانت انھیں معلوم نہیں؟ آپ ﷺ تو انہی میں پیدا ہوئے انہی میں پلے انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹا کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے دوہرے ہو رہے تھے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے شاہ حبش نجاشیؒ سے سر دربار یہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ﴿ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ ﴾ نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب جس کی صداقت جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھاجبکہ سر دربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انھیں آپ کی صداقت امانت دیانت سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر چڑھتا ہے بک دیتے ہیں قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آ گئی باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاتا یہ تو سرا سر حق ہے اور انھیں حق سے چڑ ہے پچھلا جملہ حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خبریہ مستانفہ ہو واللہ اعلم۔ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے ایک مرتبہ فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا اگرچہ مجھے اس سے نفرت ہو؟ آپ نے فرمایا اگر چہ ہو۔ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کو راستے میں ملا آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر اس پر یہ بہت بھاری پڑا اوراس کا چہرہ تمتمااُٹھا آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر جا رہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام و نسب سے جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو وہ تم سے کہے کہ اس راستے چلو جو وسیع آسان سیدھا اور صاف ہے بتاؤ تم اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا بس تو یقین مانو قسم اللہ کی تم اس دنیوی سخت دشوار گزار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو۔مذکور ہے کہ ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جبکہ اس نے دعوت اسلام کا برا منایا کہ تیرے دو ساتھی ہوں ایک سچاامانت دار اور دوسرا جھوٹاخیانت پیشہ بتا تو کس سے محبت کرے گا اس نے کہا سچے امین سے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کے نزدیک ہو حق سے مراد بقول سدیؒ خوداللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟اسکے جواب میں یہ فرمان ہے کہ کیا رحمت اللہ کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ اپنی بخیلی کی وجہ سے دنیا کو ترسا دیتے اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنا دیا گیا ہوتا تو یہ تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پر کھاتے پس ان آیتوں میں جناب باری تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نااہل ہے یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں اس کے فرمان اس کے افعال اس کی شریعت اس کی

تقدیر اس کی تدبیر تمام مخلوق کو حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت برآری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنہار ہے پھر فرمایا اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لیے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا تیری نظریں اللہ پر ہیں وہی تجھے اس کا اجر دے گا جیسے فرمایا جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ بھی تمہیں ہی دیا میں تو اجر کا طالب صرف اللہ سے ہی ہوں اور آیت میں حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ اعلان کردو نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ تکلف کرنے والوں میں ہوں اور جگہ ہے کہدے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا صرف قرابت داری کے میل کا جوش ہے۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ شہر کے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں یہاں فرمایا وہی بہترین رزاق ہے تو لوگوں کو راہ راست کی طرف بلا رہا ہے مسند امام احمد میں ہے حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے جو دو فرشتے آئے ایک آپ کی پائنتیوں بیٹھا دوسرا سرہانے۔ پہلے نے دوسرے سے کہا اس کی اور اس کی امت کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال مثل ان مسافروں کے قافلے کے ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے نہ ان کے پاس توشہ بھتا تھا نہ پانی دلنہ اور نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت ۔حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آرہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا کرو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انھیں فی الواقع ہرے بھرے تروتازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا جہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے ایک دن اس نے کہا دیکھو میں تمہیں اس ہلاکت و افلاس سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ لہردار نہروں کی طرف لے چلوں اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا ہمیں اور کی ضرورت نہیں بس ہم تو یہیں رہ پڑے۔ ابویعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم سے روک رہا ہوں لیکن تم پروانوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں؟ سنو میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میر سامان ہوں وہاں تم اکا دکا اور گروہ گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے میں تمہیں تمہاری نشانیوں علامتوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے ایک نووارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسروں کے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو میں جناب باری تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ میری قوم کے میری امت کے لوگ ہیں پس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لوٹتے ہی رہے ہیں۔ انھیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہو گی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہو گا لیکن میں اس سے صاف کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے سامنے تجھے کچھ کام نہیں آ سکتا میں نے تو اللہ کی باتیں پہنچا دی تھیں اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئے گا جو بلبلا رہا ہو گا ندا کرے گا کہ اے محمد! اے محمد! میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے ہاں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو پہنچا چکا تھا بعض آئیں گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو ہنہنا رہا ہو گا وہ بھی مجھے آواز دیگا اور میں یہی جواب دوں گا بعض آئیں گے مشکیں لادے ہوئے پکاریں گے یا محمد! یا محمد! میں کہوں گا میں تو تیرے کسی امر کا مالک نہیں میں تو پہنچا چکا تھا۔ امام علی بن مدینی

فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ہے تو ﴿حسن﴾ لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحییٰ بن معین نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں ﴿نکب فُلَانٌ عَنِ الطَّرِیْقِ﴾ ان کے کفر کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے اور انھیں قرآن سنا سمجھا دے تو بھی یہ اپنے کفر و عناد سے سرکشی اور تکبر سے نہ ہٹیں گے جو کچھ نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا اس کا علم اللہ کو ہے اس لئے اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انھیں سناتا اور اگر انہیں سناتا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کریں گے اس وقت کہیں گے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین مند ہو جاتے۔ اس سے پہلے جو چھپا تھا وہ اب کھل گیا بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر سے منع کردہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے الخ پس یہ وہ بات ہے جو ہو گی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے اللہ جانتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ﴿لَوْ﴾ سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے وہ کبھی واقع ہونے والا نہیں

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

ع ۴/۲۷

ہم نے انہیں بھی عذاب میں پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔ یہ وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات دن کے ردوبدل کا مختار بھی وہی ہے کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں؟ بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے۔ کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم کھڑے کئے جانے والے ہیں۔ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

سزائیں پائیں مگر کفر نہ چھوڑا: فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انھوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ اللہ کی طرف جھکے بلکہ کفر و ضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف

متوجہ ہوئے نہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جیسے فرمان ہے ﴿ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ﴾ الخ ہمارے عذابوں کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں الخ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریش پر حضور ﷺ کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں (نسائی)۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آکر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے ہی قحط سے یا اللہ تو ان پر میری مدد فرما۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہؒ کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نوعمر شخص نے کہا میں آپ کو جی بہلانے کے لیے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت ہم عذاب الٰہی میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی اللہ کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت۔ یہاں تک کہ حکم الٰہی آ پہنچا اچانک وقت آ گیا اور جن عذابوں کا خواب و خیال بھی نہ تھا وہ آ پڑے تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ رہ گئے۔ اللہ کی نعمتوں کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل فہم عطا فرمائی کہ غور و فکر کر سکو اللہ کی وحدانیت کو اس کی بااختیاری کو سمجھ سکو۔ لیکن جوں جوں نعمتیں بڑھیں شکر کم ہوئے۔ جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔ پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کر کے وسیع زمین پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا۔ اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا۔ کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام سے ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے اللہ کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل ان سب کے یکساں ہیں زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے۔ کہ مر کر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ہم سے بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مر کر زندہ ہوتے دیکھا نہیں ہم تو جانتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کئے جائیں گے؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائیگی۔ سورۂ یاسین میں بھی یہ اعتراض اور جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ اے نبی! تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ اللہ پیدا کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

پوچھ تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو۔ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کہدے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ دریافت کر کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کہدے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ پوچھ کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو۔ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کہدے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بیشک جھوٹے ہیں۔

مشرکین خالق مالک اللہ ہی کو مانتے تھے: اللہ تعالیٰ جل و علا اپنی وحدانیت خالقیت تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ وہ واحد ہے اور بے شریک ہے پس اپنے محترم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے۔ آپ انہیں کے جواب کو لے کر انہیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق اللہ اور مملوک اللہ جانتے تھے لیکن انہیں مقربان اللہ سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ اللہ بنا دیں گے۔ پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو۔ ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ ﴿ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ﴾ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق و رزاق وہی ہے۔ پھر پوچھو کہ اس بلند و بالا آسمان کا اس کی مخلوق کا خالق کون ہے جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتلایا (ابوداؤد)۔ اور حدیث میں ہے ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے۔ کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان و زمین کے درمیان ہو۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ آسمان و زمین بمقابلہ عرش الٰہی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی وسیع چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں عرش کی قدر و عظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے۔ اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن و خوبی والا پس لمبائی چوڑائی وسعت عظمت حسن و خوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ اور بالا ہے اسی لیے لوگوں نے اسے یاقوت سرخ کہا ہے۔ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کر رہے ہو۔

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیاؒ ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا۔ اللہ نے کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ پوچھا مجھے کس نے پیدا

کیا؟اس نے کہااللہ نے۔ بچہ نے پوچھااور ان آسمانوں کو؟اس نے کہااللہ نے۔ پوچھااور زمین کو؟اس نے جواب دیااللہ نے پوچھااور ان پہاڑوں کو اماں کس بنایا ہے؟ماں نے جواب دیاان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھااور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ماں نے کہااللہ ہی ہے۔ اس نے کہاسبحان اللہ 'اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟بس اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگااور پہاڑ سے گر پڑااور جان بحق تسلیم کر دی۔ اس کا ایک راوی ذرا ٹھیک نہیں واللہ اعلم۔ دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟حضور ﷺ کی قسم عموماًان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے۔ پھر یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے؟جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق ملک حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے بتلاؤ وہ کون ہے؟عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دیدے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں اللہ کی عظمت و سلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق حاکم کل ہے اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا اس کی چاہت کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی عزت اس کی قدرت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے مخلوق سب اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا باد شاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے۔ کہدے کہ پھر تم پر کیا ٹپکی پڑی ہے؟ایسا کونسا جادو تم پر ہو گیا ہے؟کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو۔ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں الخ صرف باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہے اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اس پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

ع ۵ | ۵

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر بلند ہونا چاہتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ نرالا ہے۔ وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔

آسمانوں و زمین کا نظام اللہ ہی چلا رہا ہے: اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو۔ ملک میں تصرف میں عبادت کا مستحق ہونے میں وہ یکتا ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک اللہ ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہیے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق مالک اللہ ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک۔ اور اللہ بہت سے مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست مغلوب کرنا اور خود غالب اور زور آور ہونا چاہے گا اگر غالب آ گیا تو مغلوب اللہ نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خود اللہ نہیں۔ پس یہ دونوں

دلیلیں بتلا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے۔ متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو اللہ مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کرلے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو اللہ نہیں ہو سکتے کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ اللہ فرض کئے گئے تھے۔ پس یہ تعدد باطل ہو گیا۔ اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی وہ مغلوب اور ممکن ہوا۔ کیونکہ واجب کی یہ صفت نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی معبودوں کی زیادتی تعداد باطل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہے۔ وہ ظالم سرکش حد سے گزر جانے والے مشرک جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے شریک بتلاتے ہیں ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات اللہ بلند و بالا برتر و منزہ ہے۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے پس وہ ان تمام شرکاء سے پاک ہے جسے منکر اور مشرک شریک اللہ بتلاتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

تو دعا کیا کر کہ اے پروردگار اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے۔ تو اے رب تو مجھے ان ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا۔ ہم جو کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں سب کو تجھے دکھا دینے پر یقیناً قادر ہیں۔ برائی کو اس طریقے سے دور کر جو سراسر بھلائی والا ہو۔ جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں۔ اور دعا کر کہ اے میرے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا ہمت کا کام ہے: سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا۔ مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ یا اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں جو ان کفار پر ہماری جانب سے اترنے والے ہیں۔ پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کو دور اور دفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے بھلائی کی جائے تاکہ اسکی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے۔ جیسے اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن دلی دوست بن جائیگا۔ لیکن یہ کام انہیں سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنیوالے ہوں یعنی اس حکم کی تعمیل اور اس صفت کی تحصیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں۔ یہ وصف ان ہی لوگوں کا ہے جو بڑے بانصیب ہوں دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو۔ انسان کی برائی سے بچنے کی بہترین ترکیب بتلا کر پھر شیطان کی برائی سے بچنے کی ترکیب بتلائی جاتی ہے کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچا لے اس لیے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کے ہتھیار تمہارے پاس بجز اس کے اور نہیں۔ وہ سلوک و احسان سے بس میں نہیں آنے کے استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ ﴾ پڑھا کرتے تھے اور میں پناہ مانگتا ہوں

کہ شیطان میرے کسی کام میں حائل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ پس ہر ایک کام کے شروع میں اللہ کا ذکر شیطان کی شمولیت کو روک دیتا ہے کھانا پینا جماع ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَدَمِ وَ مِنَ الْغَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِی الشَّیْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ ﴾ اے اللہ! میں تجھ سے برے بڑھاپے سے اور دب کر مر جانے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکا دے۔ مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہم سوتے وقت پڑھا کریں ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴾ ۔ حضرت ابن عمرؓ کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہشیار ہوتے انہیں تو یہ دعا سکھادیا کرتے اور جو چھوٹے نا سمجھ ہوتے یاد نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے۔ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہونے کا یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے اُن کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔

برزخ اور عذاب قبر: بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت وافسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش کے ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تاکہ ہم نیک اعمال کر لیں لیکن اس وقت یہ امید فضول یہ آرزو لاحاصل ہے چنانچہ سورۂ منافقون میں فرمایا جو ہم نے دیا ہے ہماری راہ میں دیتے رہو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اس وقت وہ کہیگہ یا اللہ ذرا سی مہلت دیدے تو میں صدقہ خیرات کو لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آچکنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مثلاً ﴿ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ ﴾ سے ﴿ مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ تک اور ﴿ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ ﴾ سے ﴿ تَعْمَلُ ﴾ تک اور ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ سے ﴿ مُوْقِنُوْنَ ﴾ تک اور ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا ﴾ سے ﴿ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ تک اور ﴿ وَتَرَی الظّٰلِمِیْنَ ﴾ سے ﴿ مِنْ سَبِیْلٍ ﴾ تک اور آیت ﴿ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا ﴾ اور اس کے بعد کی آیت ﴿ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا ﴾ الخ وغیرہ۔ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت کو دیکھ کر قیامت کے دن اللہ کے سامنے کی پیشی کے وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے لیکن ان وقتوں میں ان کی طلب پوری نہ ہوگی۔ یہ تو وہ کلمہ ہے جو بہ مجبوری ایسے آڑے وقتوں میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں اگر دنیا میں واپس لوٹائے بھی جائیں تو عمل صالح نہیں کریں گے۔ بلکہ ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے۔ یہ تو جھوٹے اور لباڑیئے ہیں۔ کتنا مبارک ہے وہ شخص جو اس زندگی میں نیک عمل کر لے۔ اور کیسے بدنصیب ہیں یہ لوگ کہ آج نہ انہیں مال واولاد کی تمنا ہے نہ دنیا اور زینت دنیا کی خواہش ہے صرف یہ چاہتے ہیں کہ دوروز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کر لیں لیکن تمنا بے کار آرزو بے سود خواہش بے جا۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تمنا پر انہیں اللہ ڈانٹ دے گا اور فرمادے گا کہ یہ بھی تمہاری بات ہے عمل اب بھی نہیں کرو گے۔ حضرت علا بن زیادؒ کیا ہی عمدہ بات فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آچکی تھی لیکن میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیدی جائے تاکہ میں نیکیاں کر لوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلت دیدی ہے تو اب مجھے چاہیئے کہ دل کھول کر نیکیاں کر لوں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں

کافر کی اس امید کو یاد رکھو اور خود زندگی کی گھڑیاں اطاعت اللہ میں بسر کرو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب کافر اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب! مجھے لوٹا دے میں توبہ کرلوں گا اور نیک اعمال کرتا رہوں گا۔ جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی تو ختم کر چکا۔ پھر اس کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہو جاتی ہے اور سانپ بچھو چمٹ جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں گنہگاروں پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہ ہوتی ہیں۔ ان کی قبروں میں انہیں کالے ناگ ڈستے رہتے ہیں جن میں سے ایک بہت بڑا اس کے سرہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پائنتوں ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ بیچ کی جگہ آکر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ ہے وہ برزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے۔ ﴿ مِنْ وَّرَآئِهِمْ ﴾ کے معنے کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ وہ نہ تو صحیح طور پر دنیا میں ہیں کہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کے پورے بدلے میں آجائیں بلکہ بیچ ہی بیچ میں ہیں۔ پس اس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ انہیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ﴾ ان کے آگے جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴾ ان کے آگے بہت سخت عذاب ہے۔ برزخ کا قبر کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا یعنی زمین میں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ﴿١٠٤﴾

پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ‘ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے۔ اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

جب حشر بپا ہوگا: جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہو گی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہو گی۔ جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے باوجود ایک دوسرے کو دیکھنے کے کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے گناہوں کے بوجھ میں دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا نہ کچھ پوچھے گا بلکہ آنکھ پھیر لے گا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا جیسے اس آیت میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی۔ اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے

اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ واللہ میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میر سامان ہوں جب تم آؤ گے ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں جواب دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ مسند امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالبؓ سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائیں گے ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہو گیا جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہو گیا اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا۔ اور جس کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں وہ ہلاک ہوئے نقصان میں آگئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا جو ہر ایک انسان کو لا کر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کرے گا پھر نیکی بدی تولی جائے گی اگر نیکی بڑھ گئی تو بہ آواز بلند اعلان کرے گا کہ فلاں ابن فلاں نجات پا گیا اب اس کے بعد ہلاکی اس کے پاس بھی نہیں آنے کی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہو گیا۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ داؤد بن حجر راوی ضعیف و متروک ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی۔ چہروں کو جلا دے گی کمر کو سلگا دے گی۔ یہ بے بس ہوں گے آگ کو ہٹا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں پہلے ہی شعلے کی لپٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کر کے ان کے قدموں میں ڈال دے گی وہ وہاں بد شکل ہوں گے دانت نکلے ہوئے ہوں گے ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہو گا۔ اوپر کا ہونٹ تو تالو تک پہنچا ہوا ہو گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آجائے گا۔

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾

کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے کہ اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔

کفار کے لئے واپسی کے دروازے بند: کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور نہ ماننے پر قیامت کے دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہو گی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے تم پر کتابیں نازل فرمائی تھیں تمہارے شک شبے زائل کر دیئے تھے تمہاری کوئی حجت باقی نہیں رکھی تھی جیسے فرمان ہے کہ تاکہ لوگوں کا عذر رسولوں کے آنے کے بعد باقی نہ رہے۔ اور فرمایا ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ اور آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی اس سے وہاں کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کرنے والے آئے نہ تھے؟ اس وقت یہ حرمان نصیب لوگ اقرار کریں گے کہ بیشک تیری حجت پوری ہو گئی تھی لیکن ہم اپنی بدقسمتی اور سخت دلی کے باعث درست نہ ہوئے اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ چلے۔ یا

اللہ اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیج دے اگر اب ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں اور مستحق سزا ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ ہمیں اپنی تقصیروں کا اقرار ہے کیا اب کسی طرح بھی چھٹکارے کی راہ مل سکتی ہے؟ الخ۔ لیکن جواب دیا جائے گا کہ اب سب راہیں بند ہیں دار عمل فنا ہو گیا اب دار جزا ہے۔ توحید کے وقت شرک کیا اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے۔ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ لیکن تم انہیں مذاق میں ہی اڑاتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھلا بیٹھے اور تم ان سے مخول ہی کرتے رہے۔ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دیدیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔

دوزخیوں کو اللہ کی طرف سے ڈانٹ: کافر جب جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملے گا کہ اب تو تم اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے خبردار اب یہ سوال مجھ سے نہ کرنا۔ آہ! یہ کلام رحمٰن ہو گا جو جہنمیوں کو ہر خیر سے مایوس کر دے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ اے رحمتوں والے اللہ ہمیں اپنے رحم کے دامن میں چھپا لے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچا لے آمین) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہنمی تو پہلے داروغہ جہنم کو بلائیں گے چالیس سال تک اسے پکارتے رہیں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے چالیس برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو۔ ان کی پکار کی نہ تو کوئی وقعت داروغہ جہنم کے پاس ہو گی نہ اللہ جل وعلا کے پاس۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ ہم اپنی بدبختی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہم اپنی گمراہی میں ڈوب گئے یا اللہ اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر اب بھی ہم یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا۔ اس کا جواب انہیں دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ رحمت سے دور ہو کر ذلیل وخوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ اب یہ محض مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلاتے اور شور مچاتے جلتے جھلستے رہیں گے۔ اس وقت ان کے چہرے بدل جائیں گے صورتیں مسخ ہو جائیں گی یہاں تک کہ بعض مومن شفاعت کی اجازت لے کر آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے جہنمی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ اب دوزخی لوگ اللہ کو پکاریں گے اور وہ جواب پائیں گے جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ وہیں سڑتے رہیں گے۔ انہیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لیے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے۔ وہ مومن اپنے رب سے بخشش ورحمت طلب کرتے تھے اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کے بغض میں ذکر رب چھوڑ بیٹھتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴾ الخ یعنے گنہگار ایمانداروں سے ہنستے تھے اور انہیں مذاق میں اڑاتے تھے۔ اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار صبر گزار بندوں کو بدلہ دے دیا ہے وہ سعادت سلامت نجات وفلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔

قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ‌ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ﴿۱۱۶﴾

اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو اے کاش تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے؟ کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔

انسان بے کار نہیں بنایا گیا: بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکوکار رہتے تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ اپنی ان نیکیوں کا بڑا اجر پاتے۔ آج ان سے سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم حساب دان لوگوں سے دریافت کر لیا جائے۔ جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقعہ میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر اللہ کو ناراض نہ کر دیتے۔ وہ ذرا سا وقت اگر صبر و سہار سے اطاعت اللہ میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا خوشی ہی خوشی تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سے دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضامندی اور جنت حاصل کر لی جہاں ہمیشگی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔ کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار بے قصد و ارادہ پیدا کیے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب و عذاب کے مستحق نہ ہوؤ؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی بجا آوری کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے نچنت ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا ﴿ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ﴾ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق کو مثل چھت کے چھایا ہوا ہے وہ بہت بھلا اور بہت عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر بھلی جوڑ کو پیدا کر دیا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لیے نازل ہو گا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بدبخت ہو گیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا جو اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ عذاب اللہ سے بچ جائے گا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لیے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام

اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی لوگو خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہو گا نہ تکیہ دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال سامنے آ جائیں گے جو چھوڑ آئے ہو وہ دوسروں کا ہو جائے گا جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج ہو گے بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اس کی باتیں سامنے آ جائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے اس سے پہلے جوابدہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اتنا کہا تھا جو رونے کے غلبے نے آواز بلند کر دی منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہو گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا تو آپ نے ﴿ **اَفَحَسِبْتُمْ** ﴾ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں۔ وہ اچھا ہو گیا۔ جب نبی ﷺ سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا عبداللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتلا دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان بایقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ ابو نعیمؒ نے روایت نقل کی ہے ابراہیم بن الحارثؒ نے فرمایا کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح و شام ﴿ **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ** ﴾ پڑھتے رہیں۔ ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمد اللہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے ﴿ **بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -** ﴾

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾

رکوع ۶

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔ تو دعا کرتا رہ کہ اے میرے رب تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی والا ہے۔

مصیبت میں کام آنے والا کون: مشرکوں کو اللہ واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط ﴿ فَاِنَّمَا ﴾ والے جملے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ہاں ہے۔ کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو۔ آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ (تعالیٰ جل شانہ) کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہو گا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو۔ اب کوئی جواب بن نہ پڑا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے

بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا۔ یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں بھی مسند امروی ہے۔ پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی۔ غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال وافعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔ الحمد اللہ سورۂ مئومنون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ نور مدنیہ

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

یہ ہے وہ سورت جسے ہم نے نازل فرمائی ہے اور مقرر کر دی ہے اور جس میں ہم نے کھلے احکام اتارے ہیں تاکہ تم یاد رکھو۔ زناکار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

حد رجم اور کوڑوں کی سزا: اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرنا ہے لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں۔ ﴿ فَرَضْنٰهَا ﴾ کے معنی مجاہدؒ و قتادہؒ نے یہ بیان کئے ہیں کہ حلال و حرام امر و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے اس میں صاف صاف کھلے کھلے روشن احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو احکام الٰہی کو یاد رکھو۔ اور پھر ان پر عمل کرو پھر زناکاری کی شرعی سزا بیان فرمائی۔ زناکار یا تو بے شادی شدہ ہوگا یعنے کنوارہ یا شادی شدہ ہوگا۔ یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو۔ پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں ہوا۔ وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی یعنے سو کوڑے۔ اور جمہور علماء رحمھم اللہ کے نزدیک اسے سال بھر کی جلا وطنی بھی دی جائے گی۔ ہاں امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ یہ جلا وطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے۔ جمہور کی دلیل تو بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ایک نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرا بیٹا اس کے ہاں ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں نے علماء سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلا وطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگساری ہے۔ آپ نے فرمایا سنو۔ میں تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں۔ لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوا دی جائیں گی اور تیرے بچے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اے انیس تو اس کی بیوی کا بیان لے یہ حضرت انیسؓ قبیلہ اسلم کے ایک

شخص تھے اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کرلے تو تو اسے سنگسار کر دینا۔ چنانچہ اس بیوی صاحبہ نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنوارے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلاوطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ رجم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ موطا مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا یاد کیا اس پر عمل بھی کیا۔ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ جب کہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو۔ یہ حدیث بخاری ومسلم میں اس سے بھی مطول ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے یاد رکھو خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے قرآن میں جو نہ تھا عمرؓ نے لکھ دیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح نازل ہوئی تھی۔ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ کی حدوں میں سے ایک حد ہے خود حضور ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا۔ عمر بن خطابؓ عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو جھٹلائیں گے اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا۔ الخ۔ امام ترمذیؒ بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح کہا ہے۔ ابویعلی موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے تھے حضرت زید بن ثابتؓ بھی تھے آپ نے فرمایا ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زناکاری کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو۔ مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لیا؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں۔ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ایسا ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا۔ یا اسی کے مثل یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔ پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا واللہ اعلم۔ خود آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ماعزؓ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں۔ بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لیے جمہور علماء اسلام کا یہی مذہب ہے۔ ابو حنیفہؒ مالکؒ شافعیؒ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں پھر رجم کرنا چاہیئے تاکہ قرآن حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سراجہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زناکاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرا دیا اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کر کے سنگسار کرایا۔

مسند احمد سنن اربعہ اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری بات لے لو میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رستہ نکال دیا کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔ پھر

فرمایا اللہ کے حکم کے ماتحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہیے۔ دل کا رحم اور چیز ہے وہ تو ضرور ہو گا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کو کمی اور سستی بری چیز ہے۔ جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو پہنچ جائے تو اسے چاہئیے کہ حد کو جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے آپس میں حدود سے درگزر کرو جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضروری ہو گئی۔ اور حدیث میں ہے کہ ایک حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کے لیے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر مار کو نرم نہ کر دو بلکہ درمیانہ طور پر کوڑے لگاؤ یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو۔ تہمت لگانے والے کی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہونے چاہیں ہاں زانی کے حد کے وقت نہ ہوں۔ یہ قول حضرت حماد بن ابو سلیمانؒ کا ہے اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ ﴿ وَلَا تَاْخُذْكُمْ ﴾ الخ پڑھا تو حضرت سعید ابن ابی عروبہؒ نے پوچھا یہ حکم میں ہے کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں۔ حضرت ابن عمر کی لونڈی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں پر اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت عبید اللہؒ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ حد ربانی کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئیے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں۔ میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے۔ پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجاآوری کرنی چاہئیے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلو تہی نہ کرنی چاہئیے۔ اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہئیے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں۔ تا کہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لیے بھی عبرت بنے رحم بری چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہیے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہو تاکہ اور لوگ اس سے رک جائیں اسے علانیہ سزا دی جائے مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے۔ ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہو گئی اور آیت پر عمل ہو گیا۔ اسی کو لے کر امام محمدؒ کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے۔ عطاءؒ کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں سعید ابن جبیرؒ کہتے ہیں چار ہوں۔ زہریؒ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں چار ہوں یا اس سے زیادہ۔ امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ربیعہؒ کہتے ہیں پانچ ہوں۔ حسن بصریؒ کے نزدیک دس۔ قتادہؒ کہتے ہیں ایک جماعت ہو تا کہ نصیحت عبرت اور سزا ہو۔ نصر بن علقمہؒ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے دعاء مغفرت و رحمت کریں۔

اَلزَّانِىْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے زناکاری نہیں کر سکتا۔ اور زناکار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور سے بدکاری نہیں کرتی۔ ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا۔

بدکار عورت مرد اور مشرک: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زناکاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو۔ ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زناکار یا مشرک مرد ہی زنا کرتا ہے۔

یہی قول مجاہدؒ عکرمہؒ سعید بن جبیرؒ عروہ بن زبیرؒ ضحاکؒ مکحولؒ مقاتل ابن حیانؒ اور بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ مومنوں پر یہ حرام ہے یعنی زناکاری کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عفیفہ اور پاک دامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ زنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ قتادہؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ مُحْصِنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں وہ بدکار نہ ہوں نہ چھپ لک کر برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں ہونے بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی لیے امام احمدؒ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے اسی طرح بھولی بھالی پاک دامن عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کرلیں کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آنحضرت ﷺ سے طلب کی تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری۔ ترمذی میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابو مرثد تھا یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکار عورت مکہ میں رہا کرتی تھی۔ جاہلیت کے زمانہ میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا۔ حضرت مرثدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لیے مکہ گیا۔ ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دیکر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گزارنا۔ میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زناکاری حرام کر دی ہے جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے کیلئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرایا کرتا ہے۔ لوگوں میں جاگ ہو گئی اور آٹھ آدمی میرے پکڑنے کو میرے پیچھے دوڑے میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہی پیچھے غار پر آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا۔ یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا۔ ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں۔ ادھر ادھر ڈھونڈ بھال کر واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر گزار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا پھر مکہ کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا۔ چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے۔ میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا میں نے انہیں کمر سے اتار کر ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا۔ اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ خاموش ہو رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا اے مرثد! زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔ امام ابوداؤدؒ اور نسائیؒ بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسے سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے اور جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں (۳) اور دیوث اور تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) ہمیشہ کا نشے کا عادی (۳) اور راہ الٰہی میں دے کر احسان جتانے والا۔ مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے ہمیشہ کا شرابی ماں باپ کا نافرمان اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ جنت میں کوئی دیوث نہیں جائے گا۔ ابن ماجہ میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو

کر ملنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پاک دامن عورتوں سے نکاح کرے، جو لونڈیاں نہ ہوں اس کی سند ضعیف ہے۔ دیوث کہتے ہیں بے غیرت شخص کو۔ نسائی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی کے ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی۔ آپ نے فرمایا طلاق دیدے۔ اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آنے کا۔ آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا۔ لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ یہی روایت مسنداً بھی مروی ہے۔ لیکن امام نسائی کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے یہ حدیث اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ امام احمدؒ تو اسے منکر کہتے ہیں امام ابن قتیبہؒ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے لَامِسٍ کے لفظ ﴿ مُلْتَمِسٍ ﴾ کا لفظ ہونا چاہیئے تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب اس میں ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اس صحابیؓ کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوثی ہے جس پر سخت وعید آئی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ خاوند کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ ﷺ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دے دو لیکن جب اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہت ہی محبت ہے تو آپ نے بسانے کی اجازت دیدی کیونکہ محبت تو موجود ہے اسے ایک خطرے کے صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کردے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ الغرض زانیہ عورتوں سے پاکدامن مسلمانوں کو نکاح منع ہے ہاں جب وہ توبہ کرلیں تو نکاح حلال ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی واہی عورت سے میرا برا تعلق تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کرلوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانی ہی زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں تم اس سے اب نکاح کرسکتے ہو جاؤ۔ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے۔ حضرت یحییٰؒ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت ﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ ﴾ سے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

تہمت لگانے والے کی سزا: جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زناکاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے ہاں اگر شہادت پیش کردیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے انہیں ان کی حد ماری جائی گی اگر شہادت نہ پیش کرسکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لیے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کردیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائیگی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی

طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالکؒ احمدؒ اور شافعیؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیبؒ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبیؒ اور ضحاکؒ کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠

جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی اپنی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ توبہ کا قبول کرنے والا باحکمت ہے۔

لعان کب اور کیسے: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لیے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچوں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اتنا کہتے ہی امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر حد زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس لطیفے کو بھی خیال میں رکھیئے کہ عورت کے لیے غضب کا لفظ کہا گیا اس لیے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے تئیں بلکہ اپنے کنبہ کو بھی بدنام کرے۔ عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی لیے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو۔ وہ حکیم ہے اپنی شرع میں اپنے حکموں میں اپنی ممانعت میں۔

اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہؓ جو انصار

کے سردار ہیں کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ نے فرمایا انصاریو! سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ درگزر فرمایئے یہ صرف انکی بڑھی چڑھی غیرت کے سبب ہے اور کچھ نہیں ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ یہ صرف کنواری سے نکاح کرتے ہیں اور ہم میں سے کوئی ان کی مطلقہ سے نکاح کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ اگر میں کسی کو بیوی کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لیگا۔ اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ حضرت ہلال بن امیہؓ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک غیر مرد ہے جسے خود انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح آکر رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا۔ آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ انصار سب جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہؓ کے قول کی وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے اب تو اس صورت میں رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں گے اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں گے۔ حضرت ہلالؓ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالی سے امید ہے کہ اللہ تعالی میرا چھٹکارا کر دیگا کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں اللہ تعالی خوب جانتا ہے لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں حد مارنے کو فرمائیں اتنے میں وحی اترنی شروع ہوئی صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ نے حضرت ہلالؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ہلال خوش ہو جاؤ اللہ تعالی نے تمہارے لیے کشادگی اور چھٹی نازل فرمادی۔ حضرت ہلالؓ کہنے لگے الحمد اللہ مجھے رب رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلالؓ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلالؓ فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ! میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلالؓ کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلالؓ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو ان سے کہا گیا کہ ہلال! اللہ تعالی سے ڈر جا دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا۔ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! قسم اللہ کی جس طرح اللہ تعالی نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا اسی طرح آخرت کے عذابوں سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔ پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا۔ اور جس طرح حضرت ہلالؓ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی جھجکی زبان کو سنبھالا قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہدیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دے دیا کہ اسے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلالؓ کی طرف منسوب نہ کی جائے نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اسکا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو تو اسے ہلالؓ کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہوا تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی ابو داؤد۔

اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں بخاری میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی اور حضور ﷺ کے سامنے جب حضرت ہلالؓ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلالؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا الخ۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرا دی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیرؓ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا۔ تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ وعظ کہا بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ نے ان میں جدائی کرا دی۔ اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا جو ایک انصاری نے کہا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کروں گا۔ چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور ﷺ سے پوچھا اور دعا کی کہ اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما۔ پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمرؓ نے حضرت عاصم بن عدیؓ سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ سے دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ اس سوال سے بہت ناراض ہوئے۔ جب عویمرؓ عاصمؓ سے ملے تو پوچھا کہو تم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصمؓ نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال کو رسول اللہ ﷺ نے عیب پکڑا اور برا مانا۔ عویمرؓ نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا۔ چنانچہ لعان کے بعد عویمرؓ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس نے عورت کو جدا کر دیا پھر تو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا الخ۔ اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہو۔ اس لیے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر سنت طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہؓ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا الخ۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اسکے بہت بڑے حصے کو سر انجام دیا ہے اس کے لیے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔

عائشہؓ کی پاکیزگی پر نطق فطرت کی شہادت: اس آیت سے لے کر دس آیتوں تک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر اللہ کو بسبب قرابت داری رسول اللہ ﷺ غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی آبرو پر حرف نہ آئے۔ ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرو گھنٹال تھا۔ اسی بے ایمان نے ایک ایک کے کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی ہی رہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس واقعہ کا پورا بیان صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ایک غزوے کے موقعہ پر میرا نام نکلا۔ میں آپ کے ساتھ چلی یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترے کے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسی میں بیٹھی رہتی۔ جب قافلہ کہیں چلتا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم گئے آنحضرت ﷺ غزوے سے فارغ ہوئے واپس لوٹے مدینے کے قریب آگئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی۔ میں قضاحاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضاء حاجت کی پھر واپس لوٹی۔ لشکر گاہ کے قریب آکر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لیے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا۔ جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اس وقت اوائل عمر کی تو تھی ہی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا یہاں جو میں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہیں آئیں گے مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانیؓ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے چاندنے میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا ہی تھا غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھے ہوئے تھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور باواز بلند ان کی زبان سے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ نکلا۔ ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی۔ انہوں نے جھٹ سے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اسکی ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھا۔ میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔ قسم اللہ کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنالیا۔ ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر میں رہی نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور ﷺ کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لیے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرت ﷺ تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ

کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سنئے اس وقت تک گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہ تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی۔ حسب عادت میں ام مسطحؓ بنت ابی رہم ابن عبدالمطلب بن عبد مناف کے ساتھ قضاء حاجت کے لیے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطحؓ میرے والد صاحبؓ کی خالہ تھیں ان کی والدہ صخرہ بن عامر کی لڑکی تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا توبہ کرو تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہو گئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی۔ بیمار تو پہلے سے ہی تھی اس خبر نے تو نڈھال کر دیا جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میرے نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے؟ اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا اور دریافت فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں یہاں آئی اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان! لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا اپنا دل بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لیے میرے آنسو نہیں تھمے۔ میں سر ڈال کر روتی رہی کس کا کھانا پینا کس کا سونا بیٹھنا کہاں کی بات چیت غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں۔ ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسو کی لڑی نہ تھمی۔ دن کو بھی یہی حال رہا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلوایا۔ وحی میں دیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہؓ نے تو صاف کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کی اہل پر کوئی برائی نہیں جانتے۔ ہمارے دل انکی محبت عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لیے حاضر ہیں۔ ہاں حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ ﷺ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ۔ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آکر کھا جاتی ہے اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔

چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لیے اسی دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں میں بھی مجھے ایذائیں پہنچانی شروع کر دی ہیں واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں۔ جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں میری دانست میں تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ

کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے الگ کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوگئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد ابن معاذؓ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلہ کی حمیت آگئی اور ان کی طرفداری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذؓ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا۔ یہ سن کر حضرت اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوگئے یہ حضرت سعد بن معاذؓ کے بھتیجے ہوتے تھے۔ کہنے لگے اے سعد بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہیں۔ اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آگیا اور قریب تھا کہ اوس و خزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور ﷺ نے منبر پر سے ہی انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی۔ حضور ﷺ بھی چپکے ہو رہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ۔ میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے میں ہی گزرا۔ میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کی بھی سٹی گم کر دی تھی وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ قسم اللہ کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول اللہ ﷺ میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور ﷺ کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔ آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر امابعد فرما کر فرمایا کہ اے عائشہ تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرمادے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر۔ بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ اللہ کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں پاتی تھی۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ ہی جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا آپ سب نے ایک بات سنی اسے اپنے دل میں بٹھالی اور گویا سچ سمجھ لی اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ واقع میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں ماننے کے ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا یہ قول ہے ﴿ **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ** ﴾ پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی میری مدد کرے۔ اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ قسم اللہ کی مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری براءت اپنے رسول ﷺ کو ضرور معلوم کرادے گا لیکن یہ تو میرے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام اللہ کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو میری برات دکھادے۔ واللہ ابھی تو نہ رسول اللہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی مبارک سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں۔ سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ

حضور ﷺ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے سب سے پہلے آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت نازل فرمادی۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بچی حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جا۔ میں نے جواب دیا کہ واللہ نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوؤں اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں اسی نے میری برات اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے۔ پس ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ ﴾ سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں۔

ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاک دامنی ثابت ہو چکنے کے بعد چونکہ اس شر کے پھیلانے میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب ان کی محتاجی اور ان کی قرابت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک نہ کروں گا۔ اس پر آیت ﴿ وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ ﴾ الخ نازل ہوئی یعنی تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں نہ چاہیئے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے مہاجروں سے سلوک نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ بخشش والا اور مہربانی والا اللہ تمہیں بخش دے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبرؓ نے فرمایا قسم اللہ کی میں تو بخشش کا خواہاں ہوں۔ چنانچہ اسی وقت سے حضرت مسطحؓ کا وظیفہ جاری کر دیا اور فرمادیا کہ واللہ اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا۔ میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں دریافت فرمایا تھا یہی بیوی صاحبہ تھیں جو حضور ﷺ کی تمام بیویوں میں میرے مقابلہ کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیزگاری اور دینداری کی وجہ سے صاف بچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور! میں تو سوائے بہتری کے عائشہؓ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ گو انہیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے بہت کچھ بہلاوے بھی دیئے بلکہ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہیں نکالا۔ ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گئی۔ یہ روایت بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے۔ ایک سند سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سفر حضر میں میرے ساتھ رہا میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا۔ اس میں ہے کہ سعد بن معاذؓ کے مقابلے میں جو صاحب کھڑے ہوئے انہی کے قبیلہ میں ام حسان تھیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اسی خطبے کے دن کے بعد رات کو میں ام مسطح کے ساتھ نکلی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ پھسلیں اور انہوں نے اپنے بیٹے مسطح کو کوسا میں نے منع کیا پھر پھسلیں پھر کوسا میں نے پھر روکا۔ پھر الجھیں پھر کوسا تو میں نے انہیں ڈانٹنا شروع کیا۔ اس میں ہے کہ اسی وقت سے مجھے بخار چڑھ آیا۔ اس میں ہے کہ میری والدہ کے گھر پہنچانے کے لیے میرے ساتھ حضور ﷺ نے ایک غلام کر دیا تھا۔ میں جب وہاں پہنچی تو میرے والد اوپر کے گھر میں تھے تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور والدہ نیچے کے مکان میں تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی میری والدہ نے دریافت فرمایا آج کیسے آنا ہوا؟ تو میں نے تمام بپتا کہہ سنائی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں یہ بات نہ کوئی انوکھی بات معلوم ہوئی نہ اتنا صدمہ اور رنج ہوا جس کی توقع مجھے تھی اس میں ہے کہ میں نے والدہ سے پوچھا کہ کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اور رسول اللہ ﷺ تک بھی یہ بات پہنچی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ اب تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا یہاں تک کہ میری آواز میرے والد صاحب کے کان میں بھی پہنچی وہ جلدی سے نیچے آئے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میری والدہ نے کہا کہ انہیں اس تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے۔ یہ سن کر اور میری حالت دیکھ کر میرے والد صاحبؓ کی آنکھوں میں بھی آنسو بر آئے اور مجھ سے کہنے لگے بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ابھی ہی اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس چلی۔ یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول اللہ ﷺ نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت فرمایا تھا جس پر اس نے جواب دیا کہ میں عائشہؓ میں کوئی برائی نہیں دیکھتی بجز اس کے کہ وہ آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں بے خبری سے سو جاتی ہیں بسا اوقات آٹا بکریاں کھا جاتی ہیں۔ بلکہ اسے بعض

لوگوں نے بہت ڈانٹا ڈپٹا بھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ سچ بات جو ہو بتا دے اس پر بہت سختی کی لیکن اس نے کہا واللہ ایک سنار خالص سونے میں جس طرح کوئی عیب کسی طرح بھی تپا تپا کر بھی بتا نہیں سکتا اسی طرح میں صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر کوئی انگلی ٹکا نہیں سکتی۔ جب اس شخص کو یہ اطلاع پہنچی جسے بدنام کیا جارہا تھا تو اس نے کہا قسم اللہ کی میں نے تو آج تک کسی عورت کا بازو کبھی کھولا ہی نہیں۔ بالآخر یہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تشریف لائے تھے اس وقت میری ماں اور میرے باپ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے نصیحت شروع کی اور مجھ سے دریافت احوال کیا تو میں نے کہا ہائے کیسی بے شرمی کی بات ہے اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے بھی اللہ کی حمد و ثنا کے بعد جواب دیا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کیا لیکن واللہ وہ زبان پر نہ چڑھا اس لیے میں نے ابو یوسف کہدیا۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے وحی کے اترنے کے بعد مجھے خوشخبری سنائی واللہ اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا میں نے اپنے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری بھی شکر گزار نہیں۔ تم سب نے ایک بات سنی لیکن نہ تم نے انکار کیا نہ تمہیں ذرا غیرت آئی۔ اس میں ہے کہ اس قصے کو زبان پر لانے والے حمنہ مسطح حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق تھے یہ سب کا بڑا تھا اور یہی زیادہ تر لگاتا بجھاتا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ میرے عذر کی یہ آیتیں اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت کو تہمت کی حد لگائی یعنی حسان بن ثابت مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے اوپر تہمت لگنے کا اور اس کا علم آپ کے والد کو اور حضور ﷺ کو ہو جانے کا واقعہ معلوم ہوا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ جب ذرا ہوش میں آئیں تو سارا بدن پھٹک رہا تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور کانپ رہی تھیں۔ آپ کی والدہ نے اسی وقت لحاف اوڑھا دیا اور رسول اللہ ﷺ آئے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا جاڑے سے بخار چڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید اس خبر کو سن کر یہ حال ہو گیا ہو گا؟ جب میرے عذر کی آیتیں اتریں تو میں نے انہیں سنکر کہا کہ یہ اللہ تعالی کے فضل سے ہے نہ کہ آپؐ کے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کہتی ہو؟ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا ہاں۔

اب آیتوں کا مطلب سنیئے جو لوگ جھوٹ بہتان گھڑی ہوئی بات لے آئے اور ہیں بھی وہ کئی ایک۔ اسے تم اے آل ابی بکرؓ اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ انجام کے لحاظ سے دین و دنیا میں وہ تمہارے لیے بھلا ہے۔ دنیا میں تمہاری صداقت ثابت ہو گی آخرت میں بلند مراتب ملیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی براءت قرآن کریم میں نازل ہو گی جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباسؓ مائی صاحب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المومنین! آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ رہیں اور حضور ﷺ محبت سے پیش آتے رہے اور حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن کریم میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطلؓ مجھے اپنی سواری پر بٹھا لائے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا یہ تو بتلاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھی تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا۔ پھر فرمایا جس جس نے پاک دامن صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہو گا اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے جو اسے ادھر ادھر پھیلاتا رہا ہے اس کے لیے سخت تر عذاب ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ ٹھیک قول یہی ہے گو کسی کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ چونکہ یہ قول بھی ہے اس لیے ہم نے اسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں چنداں بھی نفع نہیں کیونکہ حضرت حسانؓ بڑے بزرگ صحابہ رضوان اللہ

علیہم اجمعین میں سے ہیں ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں۔ یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ انہی سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم کفار کی مذمت بیان کرو جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں حضرت مسروق کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھا جو حضرت حسان بن ثابتؓ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا حکم دیا کہ ان کے لیے گدی بچھادو۔ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟ ان کے آنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالی تو فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ اندھاپے سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا۔ یہ نابینا ہو گئے تھے۔ تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو۔ پھر فرمایا تمہیں نہیں خبر؟ یہی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کافروں کے ہجو والے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسانؓ نے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاکدامن بھولی تمام اوچھے کاموں سے اور غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے نہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں مجھے حسانؓ کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ان شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسانؓ جنتی ہیں۔ وہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو خطاب کر کے اپنے شعروں میں فرماتے ہیں تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی ہے جس کا میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالی سے پاؤں گا۔ میرے باپ دادا اور میری عزت آبرو سب محمد ﷺ پر سے قربان ہے میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانیوں کے مقابلہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ تجھ جیسا شخص جو میرے نبی ﷺ کے کف پا کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور ﷺ کی ہجو کرے؟ یاد رکھو کہ تم جیسے بد حضور ﷺ جیسے نیک پر فدا ہیں جب تم نے حضور ﷺ کی ہجو کی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار دار بے عیب تلوار سے بھی تیز ہے بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ لغو کلام تو شاعروں کی وہ بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لیے بڑا عذاب ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب انہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں ان کی جاتی رہیں تلوار ان پر اٹھی وہ تو کہئے حضرت صفوانؓ رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ اپنی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہدیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔ وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں۔

صدیقہ کائنات کے بارے ایسی ہرزہ سرائی: ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالی مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی شرعی ماں کے ساتھ کم از کم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے جبکہ وہ اپنے تئیں بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا کو اس سے بہت اعلی اور بالا جانتے۔ ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نسبت کہا جا رہا ہے

؟ آپ نے فرمایاہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ہے ام ایوبؓ تم ہی بتلاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ناممکن۔ آپ نے فرمایا پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو تم سے کہیں افضل اور بہتر ہیں۔ پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا یعنی حضرت حسانؓ اور ان کے ساتھیوں کا پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا حضرت ابوایوبؓ اور ان کی بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات چیت کا جو اوپر مذکور ہوئی۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابی بن کعب کا تھا۔ الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہیئے۔ اور اچھے خیال کرنے چاہئیں بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کر دینی چاہیے اس لیے کہ جتنا کچھ واقعہ گزرا اس میں شک شبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المومنینؓ کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں۔ خود پیغمبر الٰہی ﷺ موجود ہیں اگر اللہ نہ کرے خاکم بدہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو فقرہ گھڑا وہ محض جھوٹ بہتان اور افترا ہے جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا پھر فرمایا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ واقعہ کے کیوں پیش نہیں کرتے؟ اور جبکہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں فاسق ہیں فاجر ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب کہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔

صدیقہ کائنات کی عظمت: فرمان ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بابت اپنی زبانوں کو بری حرکت دی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کرلے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرمادے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن روا روی میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح حضرت حسان حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم۔ لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں۔ کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو۔ جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآت میں ﴿ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ ﴾ ہے یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے۔ پہلی قرآت جمہور کی ہے اور یہ قرآت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا۔ کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اوپر ایسا کلمہ سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا؟ اسی لیے رب کی غیرت اپنے نبی ﷺ کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی۔ ہر نبی ﷺ کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے

حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بیوی اس میں آلودہ ہوں حَاشَا وَكَلَّا۔ پس تم گو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اسکے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے اور اللہ تو علم و حکمت والا ہے۔

عائشہؓ کے بارے بدزبانی نعوذ باللہ: پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہیئے۔ برے خیالات گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہیئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہیں گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں (بخاری۔ مسلم) تمہیں چاہیئے تھا کہ ایسے واہی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور اس کے رسول ﷺ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں۔ اللہ کی ذات پاک ہے دیکھو خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ بے ادب گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے احکام شرعیہ کو اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

جو لوگ مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

برائی کی اشاعت حرام ہے: یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے اسے اس کا پھیلانا حرام ہے۔ جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھرتے ہیں انہیں دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ عالم ہے تم بے علم ہو۔ پس تمہیں اللہ تعالیٰ

کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں۔ حدیث میں ہے اللہ کے بندوں کو ایذا نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالی کا فضل اور رحمت ہے اور یہ بھی کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔ ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔ اور اگر اللہ تعالی کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالی جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے۔

شیطانی راہیں: یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم لطف و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو پڑتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالی۔ پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا۔ شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں پر نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو۔ وہ تو برائی کا بدی کا بدکاری کا بے حیائی کا حکم دیتا ہے پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے اس کے عمل سے بچنا چاہئے۔ اس کے وسوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ اللہ کی ہر نافرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان کا بہکاوا ہے اپنی قسم کا کفارہ دیدو اور اسے کھالو۔ ایک شخص نے حضرت شعبیؒ سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے ایسا نہ کر و اس کے بدلے ایک بھیڑ ذبح کر لے۔ ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو پڑا۔ وہ بگڑ کر کہنے لگیں ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدے۔ میں نے آکر عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے۔ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں انہوں نے بھی یہی فتوی دیا۔ اور عاصم ابن عمر نے بھی یہی بتلایا پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی اپنے تئیں شرک و کفر سے برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا۔ یہ رب تعالی کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے (اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے اللہ تعالی اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا ان کے احوال کو جاننے والا ہے۔ مستحق ہدایت اور رہرو ضلالت سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو راہ اللہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہیے۔ بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کرلینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرمادے اللہ تعالیٰ قصوروں کا معاف فرمانے والا مہربان ہے۔

عظمت و سخاوت صدیق اکبرؓ: تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحب مقدرت ہیں صدقہ اور احسان کرنے والے ہیں انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں کو مسکینوں کو مہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔ اس طرح انہیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لیے فرمایا کہ انکی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہئے۔ ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہو تو ان سے درگزر کرلینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔ یہ آیت حضرت صدیقؓ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ نے حضرت مسطحؓ بن اثاثہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی کیونکہ بہتان صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں یہ بھی شامل تھے جیسے کہ پہلے کی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گزر چکا ہے۔ تو جب اصل بات اللہ نے ظاہر کر دی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بری ہو گئیں مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے مومنوں کی توبہ قبول ہو گئی تہمت رکھنے والوں میں سے بعض کو حد شرعی لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقؓ کو حضرت مسطحؓ کی طرف متوجہ فرمایا جو آپ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے۔ حضرت صدیقؓ ہی ان کی پرورش کرتے رہے تھے یہ مہاجر تھے لیکن اس بارے میں اتفاقیہ زبان کھل گئی تھی انہیں تہمت کی حد بھی لگائی گئی تھی۔ حضرت صدیقؓ کی سخاوت مشہور تھی کیا اپنے کیا غیر سب کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا۔ آیت کے خصوصاً جب یہ الفاظ حضرت الصدیقؓ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش الٰہی کے طالب نہیں ہو؟ آپکی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے اللہ کی ہماری تو عین چاہت ہے کہ اللہ ہمیں بخشے اور اسی وقت سے مسطحؓ کو جو کچھ دیا کرتے تھے جاری کر دیا۔ گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقصیریں معاف ہو جائیں ہمیں چاہئیے کہ دوسروں کی تقصیروں سے بھی درگزر کرلیا کریں۔ یہ بھی خیال میں رہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ واللہ میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا اب عہد کیا کہ واللہ میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ نہ روکوں گا۔ سچ ہے صدیق صدیق ہی تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾

جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہی ظاہر کرنے والا ہے۔

عفت مآب عورتوں پر تہمت کی سزا: جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہو گی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی جو شخص مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس الزام سے یاد کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن سے خلاف کیا آپ کے۔ اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل

صدیقہؓ کے ہیں واللہ اعلم۔ فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت اللہ کے مستحق ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ الخ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مخصوص ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں۔ سعید بن جبیر مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے ابن جریرؒ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں اس میں آپ پر تہمت لگنے حضور ﷺ پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے لیکن اس حکم کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کا ذکر نہیں پس سبب نزول گو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہو واللہ اعلم۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ کل ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا تو یہ حکم ہے لیکن اور مومنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں۔ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت سے تو مراد حضور ﷺ کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے سب راندہ درگاہ ہوئے لعنتی ٹھیرے اور غضب الٰہی کے مستحق بن گئے۔اس کے بعد مومنہ عورتوں پر بدکاری کے بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا ﴾ الخ اتری۔ پس انہیں کوڑے لگیں گے۔اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ قبول ہے لیکن انکی گواہی پھر سے ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی۔

حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ سورۂ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور ﷺ کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے۔ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔اس آیت میں ابہام ہے۔اور چار گواہ نہ لا سکنے کی آیت عام ایماندار عورتوں پر تہمت لگانیوالوں کے حق میں ہے ان کی توبہ مقبول ہے۔یہ سن کر مجمع میں سے لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی۔ابہام سے مراد یہ ہے کہ حرمت تہمت عام ہے ہر پاکدامن عورت کی شان میں اور ایسے لوگ سب ملعون ہیں حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک بہتان باز اس حکم میں تو ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور اولیٰ ہیں۔امام ابن جریرؒ بھی عموم کو ہی پسند فرماتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے۔اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو' کسی کو بے وجہ مار ڈالنا' سود کھانا' یتیم کا مال مارنا جہاد سے بھاگنا پاکدامن بھولی مومنہ پر تہمت لگانا (بخاری مسلم) اور حدیث میں ہے کہ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازیوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کر دیں۔ چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائیگی اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کافروں کے سامنے جب ان کی بداعمالیاں پیش کی جائیں گی تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے قبیلے کے لوگ موجود ہیں۔ یہ کہدیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا اچھا تم قسمیں کھاؤ یہ قسمیں کھا لیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں گونگا کر دے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے جو آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے جانتے ہو کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی جانتا ہے آپ نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا اس پر۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا بس آج جو گواہ میں سچا مانوں اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے۔ اور وہ گواہ سوائے میرے اور کوئی نہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء سے سوال ہو گا تو وہ سارے عقدے کھول دیں گے۔ اس وقت بندہ کہے گا تم غارت ہو جاؤ تمہیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا۔ (مسلم) قتادہ فرماتے ہیں اے ابن

آدم! تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے تیرے کل جسم کے اعضاء تیرے خلاف بولیں گے ان کا خیال رکھ اللہ تعالی سے پوشیدگی اور ظاہری میں ذرہ تارہ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اندھیرا اس کے سامنے چاندنا ہے چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو اللہ ہی کے ساتھ ہماری قوتیں ہیں یہاں دین سے مراد حساب ہے۔ جمہور کی قرآت میں حق کا زبر ہے۔ کیونکہ وہ دین کی صفت ہے۔ مجاہدؒ نے حقُ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لغت ہے لفظ اللہ کی۔ ابی بن کعبؓ کے مصحف میں ﴿ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللّٰهُ الْحَقُّ دِيْنَهُمْ﴾ بعض سلف سے پڑھنا مروی ہے۔ اس وقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں۔ اس کا حساب عدل والا ہے ظلم سے دور ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس بہتان باز کر رہے ہیں وہ ان سے بالکل بے لگاؤ ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

آقا طیب ہیں آقا کی زوجہ طیبہ ہیں: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لیے ہے بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی اہل نفاق نے صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر جو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اس کے لائق وہی ہیں اس لیے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا چونکہ پاک ہیں اس لیے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتانوں سے بری ہیں یہ آیت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ہر طرح طیب ہیں محض ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو۔ خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو اللہ کے دشمن باندھ رہے ہیں انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج وایذا پہنچی وہ بھی ان کے لیے باعث مغفرت گناہ بن جائیگی اور یہ چونکہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں جنت عدن میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہیں گی۔ ایک مرتبہ اسیر بن جابرؒ حضرت عبداللہؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آج تو میں نے ولید بن عقبہ سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ٹھیک ہے مومن کے دل میں ایک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آجاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے بھلے سننے والے اسے اپنے دل میں بٹھا لیتے ہیں اور اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبانوں تک آتی ہے برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے یہ جائے اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے اور حدیث میں ہے کہ حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کرو یہی تمہارے لیے سراسر بہتری ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو بھی پروانگی ملے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ یہی بات تمہارے لئے ستھرائی والی ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

گھروں میں داخلے کے آداب: شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو جب اجازت ملے جاؤ پہلے سلام کرو اگر پہلی دفعہ کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس گئے تین دفعہ اجازت مانگی جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا دیکھو عبداللہ بن قیس آنا چاہتے ہیں انہیں بلا لو۔ لوگ گئے دیکھا تو وہ چلے گئے ہیں واپس آکر حضرت عمرؓ کو خبر دی۔ دوبارہ جب حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ تین دفعہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر کسی گواہ کو پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر انصار کے ایک مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اگر حضور ﷺ کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمر سے کہدے۔ انصار نے کہا یہ مسئلہ تو عام ہے بیشک حضور ﷺ نے فرمایا ہے ہم سب نے سنا ہے ہم اپنے سب سے نو عمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں یہی گواہی دے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ گئے اور حضرت عمرؓ سے جا کر کہا کہ میں نے بھی حضور ﷺ سے یہی سنا ہے۔ حضرت عمر اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے اجازت مانگی فرمایا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ حضرت سعدؓ نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا۔ حضور ﷺ سلام کرتے اور وہ جواب دیتے لیکن اس طرح کہ حضور ﷺ سنیں نہیں۔ اسکے بعد آپ وہاں سے لوٹ چلے۔ حضرت سعدؓ آپ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں اب آپ چلیے تشریف رکھیے۔ چنانچہ حضور ﷺ گئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے کشمش لا رکھیں آپ ﷺ نے نوش فرمائیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں۔ تمہارے روزہ داروں نے روزہ کھولا۔ اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضور ﷺ نے سلام کیا اور حضرت سعدؓ نے آہستہ جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیسؓ نے عرض کیا کہ آپ حضور ﷺ کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو دیکھو حضور ﷺ دوبارہ سلام

کہیں گے ہمیں دوبارہ آپ کی دعا ملے گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جاکر حضور علیہ نے غسل کیا۔ حضرت سعدؓ نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئے ایک چادر پیش کی جو آپ نے جسم مبارک سے لپیٹ لی پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعدؓ کے لیے دعا کی کہ اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود و رحمت نازل فرما۔ پھر حضور علیہ نے وہیں کھانا تناول فرمایا جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت سعدؓ اپنے گدھے پر پالان کس لائے حضور علیہ کی سواری کے لیے اسے پیش کیا اور اپنے لڑکے قیسؓ سے کہا تم حضور علیہ کے ساتھ ساتھ جاؤ یہ ساتھ چلے مگر حضور علیہ نے ان سے فرمایا قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا حضور علیہ مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہوگی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ حضرت قیسؓ نے واپس جانا منظور کر لیا۔ یہ یاد رہے کہ اجازت مانگنے والا گھر کے دروازے کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کے کھڑا رہے کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور علیہ جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے۔ اس وقت تک دروازوں پر پردے بھی لٹکے نہیں رہا کرتے تھے۔ حضور علیہ کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے اسی لیے تو اجازت مقرر کی گئی ہے پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دینے کے کیا معنے؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری بے اجازت جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ حضرت جابرؓ ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کے فکر میں حضور علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے دروازہ کھٹکھٹانے لگے تو آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ حضرت جابرؓ نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا میں میں گویا آپ نے اس کے کہنے کو ناپسند فرمایا کیونکہ میں کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک کہ نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے۔ میں تو ہر شخص اپنے لیے کہہ سکتا ہے۔ پس اجازت طلبی کا اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

﴿ اِسْتِئْذَانٌ ﴾ ، ﴿ اِسْتِئْنَاسٌ ﴾ ایک ہی بات ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے ﴿ تَسْتَاْنِسُوْا ﴾ کاتبوں کی غلطی ہے۔ ﴿ تَسْتَاْذِنُوْا ﴾ لکھنا چاہیے۔ ابن عباسؓ کی یہی قرات تھی اور ابی بن کعبؓ کی بھی لیکن یہ بہت غریب ہے۔ ابن مسعودؓ کے اپنے مصحف میں ﴿ حَتّٰى تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا وَ تَسْتَاْذِنُوْا ﴾ ہے۔ صفوان بن امیہ جب مسلمان ہو گئے تو ایک مرتبہ کلدہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ علیہ کے پاس بھیجا آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے۔ یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لیے بغیر ہی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں آؤں؟ اور حدیث میں ہے کہ قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپ کے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے تو سلام کرے پھر دریافت کرے۔ اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپ نے اجازت دیدی اور وہ اندر گئے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا (ترمذی۔) اور حدیث میں ہے کہ کلام سے پہلے سلام ہونا چاہیئے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت ابن عمرؓ حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو ایک قریشی عورت کی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس نے کہا سلامتی سے آ جاؤ۔ آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے کبھی اس قدم پر۔ فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ۔ اس نے کہا کہ آ جاؤ۔ اب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چار عورتیں گئیں اجازت چاہی کیا ہم آ جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو اسے کہو کہ وہ اجازت لے تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دیدی پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو۔ انصار کی ایک عورت نے رسول کریم علیہ سے کہا کہ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں یا میرا اپنا لڑکا بھی اس وقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اس وقت کسی کی

بھی نگاہ مجھ پر پڑے تو میں ناخوش نہ ہوؤں اور گھر والوں میں کوئی آ ہی جاتا ہے۔ اس وقت یہ آیت اتری ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھتا ہو اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حضرت عطاءؒ نے ان سے پوچھا میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں۔ کیا ان کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر ضرور اجازت مانگا کرو۔ میں نے پھر یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کا حکم ماننے گا یا نہیں؟ میں نے کہا ہاں مانوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر بے اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ۔ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں محرمات ابدیہ پر ان کی عریانی کی حالت میں نظر پڑ جائے اس سے زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں۔ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع نہ جاؤ۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہئے ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت میں اسے دیکھے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند (حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنکھار کر آتے۔ کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تاکہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مجاہدؒ نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنکھار دینا تھوک دینا وغیرہ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے باہر سے ہی کھنکھار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفر سے رات کے وقت بے اطلاع گھر آ جانے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر ٹٹولنا ہے۔ آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تاکہ مدینہ میں خبر مشہور ہو جائے شام کو اپنے گھروں میں جانا اس لیے کہ اس اثناء میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کر لیں۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکھار دینا جس سے گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں آ رہا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تین بار کی اجازت اس لیے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ میں تو گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں ہے دوسری دفعہ میں وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ میں اگر وہ چاہیں اجازت دیں چاہیں منع کر دیں۔ جب اجازت نہ ملے پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے۔ لوگوں کو اپنے کام اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہ تھا ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے کسی کے گھر جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے۔ یونہی جا دھمکے پھر کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں تو بسا اوقات یہ گھر والے پر گراں گزرتا۔ ایسا بھی ہوا کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس کا آنا بہت برا لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام برے دستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیئے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اس میں مکان والے کو آنے والے کو دونوں کو راحت ہے۔ یہ چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ کیونکہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ مالک مکان کو حق ہے کہ اگر وہ چاہے اجازت دے چاہے روک دے۔ اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلا جانا چاہئے اس میں برا ماننے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا ہی پیارا طریقہ ہے۔ بعض مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے۔ اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھیرے رہنا بھی منع فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے

باخبر ہے۔ یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانیکی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ۔ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی پھر ہر بار کی اجازت ضروری نہیں۔ تو گویا یہ آیت پہلی آیت سے استثناء ہے اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کے گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں اور اول بات زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔ زیدؒ کہتے ہیں کہ مراد اس سے بیت الشعر ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔

نظریں جھکا کے چلو: حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو۔ حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کر لو اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ یا نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے حضور ﷺ سے اچانک نگاہ کے جانے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نگاہ فوراً ہٹا لو۔ نیچی نگاہ کرنا یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے۔ حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا علی نظر پر نظر نہ جماؤ اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے قصداً معاف نہیں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو لوگوں نے کہا حضور ﷺ کام کاج کے لیے وہ تو ضروری ہے آپ نے فرمایا اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔ انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا نگاہ نیچی رکھنا کسی کو ایذا نہ دینا سلام کا جواب دینا اچھی باتوں کا تعلیم کرنا بری باتوں سے روکنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ نظر نیچی رکھو۔ ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ صحیح بخاری میں ہے جو شخص زبان اور شرمگاہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت رکھے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ عبیدہؒ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی الٰہی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے اس لیے شرمگاہ کو بچانے کے لیے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر ہے یہ رغبت دلانے کے بارے میں اور ایسی حدیثوں میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا (اعاذنا اللہ من کل عذابہ۔) نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص خوف الٰہی سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آنے لگتا ہے۔ لوگوں کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں وہ آنکھوں کی خیانت کو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لا محالہ پالے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بولنا ہے کانوں کا زنا سننا ہے ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے پیروں کا زنا چلنا ہے دل خواہش تمنا اور آرزو کرتا ہے پھر شرمگاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی

ہے یاسب کو جھوٹا بنادیتی ہے (رواہ البخاری تعلیقا) اکثر سلف لڑکوں کی گھورا گھوری سے بھی منع کرتے تھے۔ ائمہ صوفیہ میں کے بہتوں نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے۔ اہل علم کی جماعت نے اسے مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی مگر وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوف الٰہی سے روئے گو اس میں سے آنسو صرف مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے۔ یا اپنے والد کے۔ یا اپنے خسر کے۔ یا اپنے لڑکوں کے۔ یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے۔ یا اپنے بھائیوں کے۔ یا اپنے بھتیجوں کے۔ یا اپنے بھانجوں کے۔ یا اپنے میل جول کی عورتوں کے۔ یا اپنے غلاموں کے۔ یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں۔ یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانوں! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

پردہ کے شرعی احکام: یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو حکم دیتا ہے تاکہ ان کے باغیرت مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں۔ مروی ہے کہ اسماء بنت مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان بنو حارثہ کے محلّہ میں تھا ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور اور سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہیئے سوائے اپنے خاوند کے کسی کو بنظر شہوت نہ دیکھنا چاہیئے۔ اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے۔ ابو داؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اُترنے کے بعد کا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پردہ کرلو۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کہ اسے نہ دیکھو؟ ہاں بعض علماء نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا ان کی دلیل وہ حدیث ہے

جس میں ہے کہ عید کے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیاروں کے کرتب شروع کئے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں۔ عورتوں کو بھی اپنی عصمت کا بچاؤ چاہیئے۔ بدکاری سے دور رہیں اپنا آپ کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں۔ ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو اسکی اور بات ہے۔ جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لیے ناممکن ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔ جیسے حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زیور وغیرہ۔ فرماتے ہیں کہ زینت دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسری زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹا بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہو جائیں تو پکڑ نہیں۔ اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلخال کا بھی ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ **مَا ظَهَرَ مِنْهَا** کی تفسیر ابن عباس وغیرہ نے منہ اور پہنچوں سے کی ہو جیسے ابوداؤد میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوائے اس کے اور اس کے یعنی چہرے کے اور پہنچوں کے اس کا کوئی عضود کھانا ٹھیک نہیں۔ لیکن یہ مرسل ہے خالد بن دریکؒ اسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان کا مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کرنا ثابت نہیں واللہ اعلم۔

عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے بُکل مار لیں تاکہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا ہوا رہے۔ جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا۔ عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں۔ بسا اوقات گردن اور بال چوٹی بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں۔ اور آیت میں ہے اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ خمر خمار کی جمع ہے۔ خمار کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو ڈھانپ لے چونکہ دوپٹیا سر کو ڈھانپ لیتا ہے اس لیے اسے بھی خمار کہتے ہیں۔ پس عورتوں کو چاہیئے کہ یا تو اپنی اوڑھنی سے یا کسی اور کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپائے رکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع ہجرت کی تھی کہ جب یہ آیت اتری تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے۔ بعض نے اپنے تہمد کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک لیا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان کرنی شروع کی تو آپ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہو لیکن واللہ میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے وہ بے شک قابل قدر ہے۔ سورۂ نور کی آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ﴾ جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جا کر یہ آیت انہیں سنائی اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں وہ آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے موجود تھے گویا ڈول رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہو سکتی ہے اور بغیر بناؤ چناؤ کے ان کے سامنے شرم وحیا کے ساتھ آ جا سکتی ہے۔ گو ظاہری بعض زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے سوائے خاوند کے کہ اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ چناؤ زیب زینت کرے۔ گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لیے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے بیٹوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں اس لیے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہیئے۔ پھر فرمایا تمہاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لیے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں۔ مومن عورتوں سے بھی گو یہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس

سے کون چیز روک سکتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ کسی عورت کو جائز نہیں
کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر ابن خطابؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں عام حمام میں جاتی ہیں ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ حضرت مجاہدؒ بھی ﴿اَوْ نِسَآءِ هِنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کر سکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتے داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے یعنی گلا بالیاں ہار۔ پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرکہ عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیت المقدس پہنچے تو ان کی بیویوں کے لیے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں۔ پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو محمول ہو گا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذلت پر۔ پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھلنا بھی نہیں واللہ اعلم۔ ہاں مشرکہ عورتوں میں سے جو لونڈیاں باندیاں ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کے دینے کو ایک غلام لیکر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے دیکھ کر اپنے تئیں اپنے دوپٹے میں چھپانے لگیں۔ لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو میں تو تمہارا والد ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعدہ تھا۔ یہ فزاری تھے سخت سیاہ فام۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور حضرت علیؓ کے بہت مخالف تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ دیدے تو تو آزاد۔ پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہیئے کہ اس سے پردہ کرے۔ پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے عورتوں کی خواہش جنہیں نہیں۔ اس مطلب کے ہی وہ نہیں ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے۔ یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ست ہو گئے ہیں عورتوں کے کام کے ہی نہیں لیکن وہ مخنث اور ہیجڑے جو بدزبان اور برائی پھیلانے والے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک ایسا ہی شخص حضور ﷺ کے گھر آیا تھا چونکہ اسے اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہرات نے سمجھا اسے منع نہ کیا تھا اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ اس وقت وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبداللہؓ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا تو میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ اسے سنتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا خبردار! ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو اس سے پردہ کرلو۔ چنانچہ اسے مدینہ سے نکال دیا گیا۔ بیداء میں یہ رہنے لگا وہاں سے جمعہ کے روز آجاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا۔ چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص اوصاف سے واقف نہ ہوں۔ عورتوں پر ان کی للچائی ہوئی نظریں نہ پڑتی ہوں۔ ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آجائے عورتوں کی خوبیاں ان کی نگاہوں میں جچنے لگیں خوبصورت بدصورت کا فرق معلوم کرلیں پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دیور جیٹھ؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔ پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں۔ جاہلیت میں اکثر ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں تاکہ پیر کا زیور بجے۔ اسلام نے اسے منع قرار دیا۔ پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے۔ پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ہر آنکھ زانیہ ہے۔ عورت جب عطر لگا کر پھول پہن کر مہکتی ہوئی

مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے اسکی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کرے۔ ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو! تم ادھر ادھر ہو جاؤ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیئے۔ یہ سن کر عورتیں دیواروں سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ مومنو! میرا کہا کرو ان نیک صفتوں کو لے لو جاہلیت کی بدخصلتوں سے رک جاؤ۔ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لیے ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہو اسکے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾

تم میں سے جو مرد عورت مجرد ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔ اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔ تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادگی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو تمہاری جو لونڈیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں۔ انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انہیں مجبور کر دے تو اللہ ان پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ ہم نے تمہاری طرف کھلی اور روشن آیتیں اتار دی ہیں اور ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔

اگر نکاح کی طاقت نہ ہو تو؟ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرما دیئے ہیں اولاً نکاح کا علماء رحمہم اللہ علیہم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسپر نکاح کرنا واجب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے۔ نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور پر روزے رکھے۔ یہی اسکے لیے خصی ہونا ہے (بخاری و مسلم)۔ سنن میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں زیادہ

اولاد جن سے ہونے کی امید ہو ان سے نکاح کرو تاکہ نسل بڑھے۔ میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں۔ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی﴿ ایامیٰ ﴾ جمع ہے﴿ ایم ﴾ کی۔ جوہریؒ کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو ایم کہتے ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہویا غیر شادی شدہ۔ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنا دے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں(صدیق اکبرؓ کا قول ہے کہ تم نکاح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم مانو وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ابن مسعودؓ فرماتے ہیں امیری کو نکاح میں طلب کرو۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگوں کی مدد کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے وہ لکھت لکھدینے والا غلام جس کا ارادہ ادائیگی کا ہو۔وہ غازی جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو (ترمذی وغیرہ۔)اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرا دیا جسکے پاس بجز تہمد کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی۔ باوجود اس فقیری اور مفلسی کے آپ نے اس کا نکاح کرا دیا اور مہر یہ ٹھہرایا کہ جو قرآن اسے یاد ہے اپنی بیوی کو یاد کرا دے۔ یہ اسی بناء پر کہ نظریں اللہ کے فضل و کرم پر تھیں کہ وہ مالک انہیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو۔ایک حدیث اکثر لوگ وارد کیا کرتے ہیں کہ فقیری میں بھی نکاح کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔میری نگاہ سے تو یہ حدیث گزری نہیں نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے اور نہ ہمیں ایسی لاپتہ روایت کی اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کی اس آیت اور ان حدیثوں میں یہ چیز موجود ہے فالحمد اللہ ۔پھر حکم دیا کہ جنہیں نکاح کا مقدور نہیں وہ حرام کاری سے بچیں۔حضور ﷺ فرماتے ہیں اے نوجوان عمر کے لوگو! تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں وہ نکاح کر لیں یہ نگاہ کو نیچی کرنے والا شرمگاہ کو بچانے لا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو وہ اپنے ذمے روزوں کا رکھنا ضروری کر لے یہی اس کے لیے خصی ہونا ہے۔یہ آیت مطلق ہے اورسورۂ نساء کی اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان ﴿ **وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً** ﴾پس لونڈیوں سے نکاح کرنے سے بہتر صبر کرنا ہے اس لیے کہ اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو اسے چاہئے کہ اگر اس کی بیوی موجود ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں نظریں ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کردے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دیدے گا اور آزاد ہو جائے گا۔اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کہ کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اتنا اتنا روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کامعاہدہ کرے یا نہ کرے۔علماء رحمھم اللہ علیھم کی ایک جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لیکر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے تو وہ اس کی بات قبول کر لے۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت انسؓ کے غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کر لو۔حضرت انسؓ نے انکار کیا دربار فاروقی میں یہ مقدمہ گیا آپ نے حضرت انسؓ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوا دی (بخاری)۔ عطاءؒ سے دونوں قول مروی ہیں۔امام شافعیؒ کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں_امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں۔

میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کر دے اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام ابن جریرؒ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری سچائی مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبت کرنا چاہیں مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پورا کر دو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے اس میں سے کچھ معاف کر دو چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو۔ آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ مقررہ رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمرؓ کے غلام ابو امیہ نے مکاتبہ کیا تھا۔ جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین! آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔ ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے۔ کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علیؓ کا قول ہے

لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو: پھر فرماتا ہے کہ اپنی لونڈیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ۔ جاہلیت کے بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی لونڈیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زناکاری کرائیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آکر اس بدرسم کو توڑا۔ منقول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے میں اتری ہے وہ ایسا ہی کرتا تھا تاکہ روپیہ بھی ملے اور لونڈی زادوں سے شان ریاست بھی بڑھے اس کی لونڈی کا نام معاذہ تھا۔ اور روایت میں ہے کہ اسکا نام مسیکہ تھا اور تھی یہ اسلام والی۔ تو یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی۔ جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک اسے ناجائز اولاد بھی ہوئی۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس منافق نے اسے زدوکوب کیا پس یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ بدر کا ایک قریشی قیدی عبداللہ بن ابی کے پاس تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی لونڈی سے ملے۔ لونڈی بوجہ اپنے اسلام کے حرام کاری سے بچتی تھی عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس قریشی سے ملے اس لیے اسے مجبور کرتا تھا اور مارتا پیٹتا تھا۔ پس یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ یہ سردار منافقین اپنی اس لونڈی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے بھیج دیا کرتا تھا۔ اسلام کے بعد اس لونڈی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت صدیق نے دربار محمدی میں یہ بات پہنچائی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد ﷺ ہماری لونڈیوں کو چھین لیتا ہے۔ اس پر یہ آسمانی حکم اترا۔ ایک روایت میں ہے کہ مسیکہ اور معاذہ دو لونڈیاں دو شخصوں کی تھیں جو ان سے بدکاری کراتے تھے۔ اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آکر حضور ﷺ سے شکایت کی اس پر یہ آیت اتری۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں پاکدامنی کا ارادہ کریں اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا اس لیے یوں فرمایا گیا۔ پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو اولادیں ہوں جو لونڈیاں غلام بنیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے پچھنے لگانے کی اجرت۔ بدکاری کی اجرت۔ کاہن کی اجرت سے منع فرمادیا۔اور روایت میں ہے کہ زنا کی خرچی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی اور کتے کی قیمت خبیث ہے۔پھر فرماتا ہے جو شخص ان لونڈیوں پر جبر کرے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بوجہ ان کی مجبوری کے بخش دے گا اور ان کے مالکوں کو جنہوں نے ان پر دباؤ زور زبردستی ڈالی تھی انہیں پکڑلے گا۔اس صورت میں یہی گنہگار رہیں گے۔بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرآت میں رحیم کی بعد ﴿ وَ اِثْمُهُنَّ عَلٰى مَنْ اَكْرَهَهُنَّ ﴾ ہے یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے والوں پر گناہ ہے۔مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا سے بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور کر دیئے جائیں ان پر زبردستی کی جائے ان سے درگزر فرمالیا ہے۔ان احکام کو تفصیل وار بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن و واضح آیات تمہارے سامنے بیان فرما دیں۔اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے آچکے کہ ان کی مخالفت حق کا انجام کیا اور کیسا ہوا؟ وہ ایک افسانہ بنا دیئے گئے اور آنے والوں کے لیے ایک عبرت ناک واقعہ بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں۔حضرت علیؓ فرماتے تھے قرآن میں تمہارے اختلاف کے فیصلے موجود ہیں تم سے اگلوں کی خبریں موجود ہیں بعد میں ہونے والے امور کے احوال بیان ہیں۔یہ مفصل ہے بکواس نہیں۔اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑے گا اسے اللہ تعالیٰ برباد کر دے گا۔اور جو اس کے سوا دوسری کتاب میں تلاش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو۔اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گو اسے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو نور پر نور ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں کے سمجھانے کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرمارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے

اللہ کے نور کی خوبصورت مثال: ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہادی ہے آسمان والوں کا اور زمین والوں کا۔وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نور اللہ ہدایت ہے۔ابن جریرؒ اسی کو اختیار کرتے ہیں۔حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں اسکے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال جس کے سینے میں ایمان و قرآن ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اولاً اپنے نور کا ذکر کیا پھر مومن کی نورانیت کا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال۔بلکہ حضرت ابیؓ اس کو اس طرح پڑھتے تھے ﴿ مَثَلُ نُوْرِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ﴾۔بن عباسؓ کا اس طرح پڑھنا بھی مروی ہے ﴿ كَذٰلِكَ نُوْرُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ﴾ بعض کی قرات میں ﴿ اَللّٰهُ نَوَّرَ ﴾ ہے یعنی اس نے آسمان و زمین کو نورانی بنا دیا ہے۔سدی فرماتے ہیں اسی کے نور سے آسمان و زمین روشن ہیں۔سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف نے

رسول اللہ ﷺ کو بہت ایذا پہنچائی تھی۔ آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا ﴿ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِىْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَ صَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَ قَانْ يَّحِلَّ بِىْ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ بِىْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ اس دعا میں ہے کہ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آ رہا ہوں جو اندھیریوں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے الخ۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے الخ۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں اس کے چہرے کے نور سے اس کے عرش کا نور ہے۔ ﴿نُوْرِهٖ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے اس کی مثال یہ ہے۔ اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے۔ یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شاہد لیے ہوئے ہے الخ۔ پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اس کی تشبیہ دی زیتون کے اس تیل سے جو خود صاف شفاف چمکیلا اور روشن ہے۔ پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ۔ یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور نور ہے زمین کا۔ مشکوۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنی فرماں برداری کی دی ہے اور اپنی طاعت کو نور فرمایا ہے۔ پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لغت حبشہ میں اسے طاق کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ایسا طاق جس میں کوئی اور سوراخ وغیرہ نہ ہو۔ فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ۔ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس میں چراغ ہے۔ پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔ سدیؒ کہتے ہیں چراغ مراد ہے۔ پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی جوت ہے یہ صاف قندیل میں ہے۔ یہ مثال ہے مومن کے دل کی۔ پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ۔ اس کی دوسری قرآت دُرِّیٌّ بھی ہے یہ ماخوذ ہے دَرْءٌ سے جسکے معنی دفع کے ہیں جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اس وقت وہ بہت روشن ہوتا ہے اور جو ستارے غیر معروف ہیں انہیں بھی عرب دراری کہتے ہیں۔ مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو۔ پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو۔ ﴿زَيْتُوْنَةٍ﴾ کا لفظ بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آ جائے اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے کہ صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔

پس اس کا تیل بھی بہت صاف چمکدار اور معتدل ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ درخت میدان میں ہے کوئی درخت یا پہاڑ یا غار یا کوئی اور چیز اسے چھپائے ہوئے نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے اسی وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور روشن چمکدار ہوتا ہے اور اسے نہ مشرقی کہہ سکتے ہیں نہ غربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے۔ پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر کسی فتنہ کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ پس اسے چار صفتیں قدرت دے دیتی ہے بات میں سچ حکم میں عدل بلا پر صبر نعمت پر شکر پھر وہ تمام اور انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ جو مردوں میں ہو۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرور تھا کہ مشرقی ہوتا یا مغربی لیکن یہ تو نور الٰہی

کی مثال ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا اور دھوپ پہنچتی ہے کیونکہ چوطرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا۔ اسی لیے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے نور پر نور ہے یعنی ایمان کا نور پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے اس کا آنا نور ہے اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت۔ کعبؓ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ ﷺ کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ جیسے یہ زیتون کہ بغیر روشن کئے روشن ہے تو دو نور یہاں جمع ہیں ایک زیتون کا ایک آگ کا۔ ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی اسی طرح نور قرآن نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا (مسند وغیرہ۔) اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان فرما رہا ہے۔ اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں وہ ہدایت وضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے ۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن ایک غلاف دار بندھا ہوا ایک الٹا اور اوندھا ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں مثل ترکاری کے درخت کے ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور نفاق کی مثال اس میں مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے اب جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

ان گھروں میں جن کے ادب واحترام کا اور نام اللہ تعالیٰ وہاں لیے جانے کا حکم باری تعالیٰ ہے وہاں صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر اللہ تعالیٰ سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتا اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔

آداب مسجد احترام مسجد: مومن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت وعلم ہے اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روشن تیل سے جل رہا ہو۔ اس لیے یہاں اس کی جگہ بیان فرمائی کہ ہو بھی ان مکانات یعنی مسجدوں میں جو سب سے زیادہ بہترین اور محبوب باری تعالیٰ جگہ ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان ہوتی ہے جن کی

نگہبانی کا اور جن کے پاک صاف رکھنے کا اور بے ہودہ اقوال وافعال سے جن کے بچانے کا حکم باری تعالیٰ ہے۔ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ﴿اَنْ تُرْفَعَ﴾ کے معنے اس میں بے ہودگی نہ کرنے کے ہیں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کے بنانے کا اور آبادی کا اور ادب کا اور پاکیزگی کا حکم باری تعالیٰ ہے۔ کعبؒ کہا کرتے تھے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں جو بھی باوضو میرے گھر پر میری ملاقات کے لیے آئے گا میں اس کی عزت کروں گا۔ ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لیے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم۔) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب واحترام کرنے انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو بحمد اللہ میں نے ایک مستقل کتاب میں لکھی ہیں یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے۔ (بخاری مسلم۔) فرماتے ہیں نام اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کے لیے جو شخص مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے (ابن ماجہ۔) حضور ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں (ترمذی وغیرہ۔) حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ لوگوں کے لیے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یازرد رنگ سے بچو تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں (بخاری) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو ٹیپ ٹاپ والی نقش ونگار اور رنگ وروغن والی نہ بنایا ان کے اعمال برے نہیں ہوئے (ابن ماجہ۔) اس کی سند ضعیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے مسجدوں کو بلند وبالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباسؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود ونصاریٰ نے کیا (ابوداؤد) فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر وغرور نہ کرنے لگیں (ابوداؤد وغیرہ۔) ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا ہے کوئی جو مجھے میرے سرخ رنگ اونٹ کا پتہ دے۔؟ آپ نے بددعا کی کہ اللہ کرے تجھے نہ ملے مسجدیں تو جس مطلب کے لیے بنائی گئی ہیں اسی کام کے لیے ہیں (مسلم۔) حضور ﷺ نے مسجدوں میں بیوپار، تجارت خرید وفروخت کرنے سے اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرمادیا ہے (احمد وغیرہ۔) فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کرے نہ ملے (ترمذی۔) ارشاد ہے کہ بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں۔ مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے۔ مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں۔ مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے۔ نہ تیر پھیلائے جائیں۔ نہ کچا گوشت لایا جائے۔ نہ یہاں حد ماری جائے۔ نہ یہاں باتیں اور قصے کہے جائیں۔ نہ اسے بازار بنایا جائے (ابن ماجہ۔) فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو اور دیوانوں کو اور خرید وفروخت کو اور لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حدوں کے جاری کرنے کو اور تلواروں کے ننگی کرنے کو روکو ان کے دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکادو (ابن ماجہ۔) اس کی سند ضعیف ہے۔ بعض علماء نے بلاضرورت شدید مسجدوں کو گزرگاہ بنانا مکروہ کہا ہے۔ ایک اثر میں ہے کہ جو شخص بغیر نماز پڑھے مسجد سے گزر جائے فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں ہتھیاروں اور تیروں سے جو منع فرمایا یہ اس لیے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے لگ جائے اسی لیے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ کوئی تیر یا نیزہ لے کر گزرے تو اسے چاہیئے کہ اس کا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے تاکہ کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ کچا گوشت لانا اس لیے منع ہے کہ خوف ہے اس میں سے خون نہ ٹپکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا اس لیے منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو نجس کردے۔ بازار بنانا اس لیے منع ہے کہ وہ خرید وفروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے مسجد کے کسی گوشہ میں پیشاب کر دیا تھا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی جگہ ہے پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا۔ دوسری حدیث

میں ہے کہ اپنے بچوں کو اپنی مسجدں سے روکو اس لیے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھ لیتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے۔ دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مسجد اس تماشے کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے۔ بیع شرا سے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر اللہ سے مانع ہے جھگڑے اور جھگڑوں کی چکوتیاں اس لیے منع کر دی گئیں کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ فیصلے مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لیے اس جملہ کے بعد بلند آوازی سے منع فرمایا۔ سائب بن یزید کندیؒ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب میں آپ کے پاس انہیں لایا تو آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ یا پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبوی میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو؟ بخاری۔ ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروقؓ نے فرمایا تھا جانتا بھی ہے کہ تو کہاں ہے؟ (نسائی۔) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا۔ مسجد نبوی ﷺ کے قریب ہی کنوے تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔ جمعہ کے دن اسے خوشبودار کرنے کا حکم ہوا کیونکہ اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں چنانچہ ابویعلی موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی ﷺ کو مہکا دیا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دکان پر پڑھی جائے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرکے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر ہر قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چکتا ہے پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ دار قطنی میں ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔ سنن میں ہے کہ اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملے گا۔ یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانے والا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے جو بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں آتے یہ کہتے ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴾ فرمان ہے کہ جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے شیطان کہتا ہے میرے شر سے یہ تمام دن کے لیے محفوظ ہو گیا۔ مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے تو یہ دعا پڑھے ﴿ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ﴾ اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے باہر جائے یہ کہے ﴿ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ﴾ پروردگار تو میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ تعالی کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے پھر ﴿ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ﴾ پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیج کر ﴿ اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ پڑھے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں آتے تو درود پڑھ کر ﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ﴾ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود کے بعد ﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ﴾ پڑھتے۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام مسجد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آیت میں ہے تم ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالی کو پکارو۔ اور آیت میں ہے کہ مسجدیں اللہ تعالی ہی کی ہیں۔ اس کا نام ان میں لیا جائے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ صبح شام وہاں اس اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ آصال جمع ہے اصیل کی شام کے وقت کو اصیل کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ

فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے وہاں مراد نماز ہے پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں۔ ایک قرآت میں یُسَبَّحُ ہے اور اس قرات پر آصال پر پورا وقف ہے اور رِجَالٌ سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لیے۔ تو گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کرتے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ۔ اور یُسَبِّحُ کی قرات پر رِجَالٌ فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہیے۔ ﴿رِجَالٌ﴾ کہنے میں اشارہ ہے ان کے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلی کاموں کی طرف کہ یہ اللہ تعالی کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں اس کی عبادت کی جگہیں ان سے زینت پاتی ہیں توحید اور شکر گزاری کے کرنے والے یہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ الخ یعنی مومنوں میں ایسے بھی مرد ہیں کہ جنہوں نے جو عہد اللہ تعالی سے کیے تھے وہ پورے کر دکھائے الخ۔ ہاں عورتوں کے لیے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے اسکے حجرے کی نماز سے اور اسکے حجرے کی نماز سے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے۔ مسند میں ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی بیوی صاحبہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز انگنائی کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھڑی کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے اور محلے کی مسجد سے افضل گھر کی نماز ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کر لیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیں رضی اللہ تعالی عنھا۔ ہاں البتہ عورتوں کے لیے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں۔ صحیح حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اللہ تعالی کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو (بخاری و مسلم وغیرہ۔) ابوداؤد میں ہے کہ عورتوں کے لیے ان کے گھر افضل ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی چلی جاتی تھیں اور بوجہ رات کے قدرے اندھیرے کے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جو نئی نئی باتیں نکالی ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو پالیتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں (بخاری و مسلم۔)

ایسے لوگ جنہیں خرید و فروخت یاد اللہ تعالی سے نہیں روکتی۔ جیسے ارشاد ہے ایمان والو! مال اولاد تمہیں ذکر اللہ تعالی سے غافل نہ کر دے۔ سورۂ جمعہ میں ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی انہیں آخرت پر اور وہاں کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں باقی سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں اس لیے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کی اطاعت کو اس کی محبت کو اسکے احکام کو مقدم کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا۔ یہ لوگ انہی میں سے ہیں۔ ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں بیوپار تجارت کروں اگرچہ اس میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نمازوں کے وقت ضرور سب چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ سالم بن عبداللہؒ نماز کے لیے جا رہے تھے دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دوکانوں پر کپڑے ڈھک کر نماز کے لیے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دوکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہیں میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری تعالی نے فرمائی ہے۔ اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازو اٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا انہیں عشق تھا۔ وہ وقتوں کی

ارکان کی آداب کی حفاظت کے ساتھ نمازوں کے پابند تھے۔ یہ اس لیے کہ دلوں میں خوف الٰہی تھا قیامت کا آنا برحق جانتے تھے اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت تر گھبراہٹ اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی دل اڑ جائیں گے کلیجے دہل جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بناء پر مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یتیموں اور قیدیوں کو بھی اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کھلا رہے ہیں ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں۔ ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جب کہ لوگ مارے رنج و غم کے منہ بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوئے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور انہیں تروتازگی بشاشی ہنسی خوشی اور راحت و آرام سے ملادے گا۔ اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں ان کی برائیاں معاف ہیں ان کے ایک ایک عمل کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور فضل باری تعالیٰ کے انہیں ضرور ملنا ہے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا اور آیت میں ہے نیکی دس گنی کر دی جاتی ہے اور آیت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے گا اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ سے زیادہ کر کے دے گا فرمان ہے **يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ** وہ بڑھا دیتا ہے جسکے لیے چاہے۔ یہاں فرمان ہے وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک مرتبہ دودھ لایا گیا آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے اس لیے آپ ہی کے پاس پھر سے برتن آیا۔ آپ نے یہی آیت **يَخَافُوْنَ** سے پڑھی اور پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن جب اول آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا جو باآواز بلند ندا کرے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں بیوپار تجارت ذکر اللہ تعالیٰ سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہوں گے سب سے پہلے انہیں حساب سے فارغ کر دیا جائے گا آپ فرماتے ہیں ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور زائد فضل الٰہی یہ ہو گا کہ جن لوگوں نے انکے ساتھ احسان کئے ہوں گے اور ہوں گے وہ مستحق شفاعت ان سب کی شفاعت کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾

کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے۔ اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے یا مثل ان اندھیریوں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہے پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں۔ الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے درپے ہیں۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی غالباً نہ دیکھ سکے۔ بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

کافر و مشرک کے نیک اعمال کی مثال سراب کی طرح: یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں ایک آگ کی ایک پانی کی۔ اور جیسے کہ سورۂ رعد میں ہدایت و علم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی کی بیان ہوئی ہیں دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گزر چکی ہے فالحمد للہ۔ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں اور اپنے تئیں ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض بے راہ ہیں ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج دریا سمجھ بیٹھتا ہے۔ **قِيْعَةٍ** جمع ہے قَاعٌ کی جیسے جار کی جمع ہے جیرہ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے اور جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے معنی اس کے چٹیل وسیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں۔ ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آیا کرتے ہیں۔ دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے جنگل میں جو پیاسا ہو پانی کی تلاش میں اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت و حسرت سے اپنا منہ پیٹ لیتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہاں پانی کا قطرہ چھوڑ نام و نشان بھی نہیں۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا مطابق شرع نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہے۔ غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔ حساب کتاب کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل انکا قابل ثواب نہیں نکلتا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی۔ کہا جائے گا کہ جھوٹے ہو اللہ کا کوئی بیٹا نہیں اچھا بتلاؤ اب کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلوایا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکا ہوتا ہے یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ مثال تو تھی جہل مرکب والوں کی۔

اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے جو کورے مقلد تھے اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے اگلی مثال والے ائمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہہ کی اندھیریوں جیسی ہے جسے اوپر سے تہ بہ تہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں۔ یعنی اندھیریوں پر اندھیریاں ہوں یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو۔ یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں۔ کوئی ہے جس کے پیچھے ہو لیے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثالاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ پس جیسے اس سمندر پر موجیں اٹھ رہی ہیں اسی طرح کافر کے دل پر اس کے کانوں پر اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے الخ۔ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے ﴿اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾ تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے الخ۔ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں کلام عمل جانا آنا اور انجام سب اندھیروں میں ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے جہالت میں مبتلا رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ﴾ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں ہوتا۔ یہ بمقابلہ اس کے ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم

وکریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کردے اور ہمارے دائیں بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھادے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے آمین۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

ہر چیز اُس اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے: کل کے کل انسان اور جنات اور فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں۔ اور مقام پر ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اڑنے والے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں ہیں۔ ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھادی ہے سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھادیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے حاکم متصرف مالک مختار کل معبود حقیقی آسمان وزمین کا بادشاہ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا۔ برے لوگ بدبدلے پائیں گے نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے۔ خالق مالک وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم وہی ہے اور اسی کی ذات لائق حمد وثنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کردیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برستا ہے۔ وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑوں میں سے اولے برساتا ہے پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے۔ بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی۔ اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے۔ آنکھوں والوں کے لیے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں: پتلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت باری تعالیٰ سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں زمین کو قابل بناتی ہیں پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں

ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے۔ اس جملے میں پہلا من ابتداء غایت کا ہے دوسرا تبعیض کا تیسرا بیان جنس کا۔ یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنے یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لیے ہی بطور کنایہ ہے ان کے نزدیک من ثانیہ بھی ابتداء غایت کے لیے ہے لیکن وہ پہلے سے بدل ہے واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں اللہ تعالی برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچالیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رات چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں اللہ تعالی کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالی ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں۔ بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ تعالی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

مختلف قسم کے جانداروں کی پیدائش: اللہ تعالی اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

بلاشک وشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں اللہ تعالی جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ تعالی ہی نے بیان فرمائی ہیں عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے۔ رب تعالی جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ

أَرْتَابُوٓا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُۥ ۚ بَلْ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾

کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہوئے پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے۔ یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں۔ جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کے جھگڑے چکادے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کی حق تلفی نہ کر دیں؟ بات تو یہ ہے کہ لوگ خود ہی بڑے بے انصاف ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اسکے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں۔

کامیاب کون اور ناکام کون؟ منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان واطاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اسکے خلاف ہیں عمل کچھ ہے قول کچھ ہے اس لیے کہ دراصل ایماندار نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بادشاہ کے سامنے بلوایا جاے اور وہ نہ جائے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے قرآن و حدیث کے ماننے کو کہا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے ﴿الَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ سے ﴿صُدُوْدًا﴾ تک کی آیتوں میں بیان گزر چکا ہے۔ ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے کلمے پڑھتے ہوئے گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلہ ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہے دنیوی مفاد کے مخالف ہے تو مڑ کر حق کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں پس ایسے لوگ پختہ کافر ہیں اس لیے کہ تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے یا انہیں دین اللہ تعالیٰ کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف ہے کہ کہیں اللہ رسول ان کا حق نہ مار لیں ان پر ظلم و ستم نہ کر لیں اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے جو جیسا باطن میں ہے اس کے پاس وہ ظاہر ہے۔ دراصل یہی لوگ فاجر ہیں ظالم ہیں اللہ اور رسول اللہ اس سے پاک ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن و حدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبوی ﷺ میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر پڑتی تو سرکار محمدی ﷺ میں آنے سے صاف انکار کر جاتے۔ پس یہ آیت اتری اور حضور ﷺ نے فرمایا جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ یہ حدیث غریب ہے پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن و حدیث سنتے ہی اس کی طرف کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ یہ کامیاب بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ جو بدری صحابی ہیں انصاری ہیں انصاروں کے ایک سردار ہیں انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن ابی امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی آسانی میں بھی خوشی میں بھی ناخوشی میں

بھی اس وقت بھی جبکہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین۔ ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا۔ کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔ ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ تعالی کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت میں اور اللہ تعالی کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ اسلام کا مضبوط کڑا اللہ تعالی کی وحدانیت کی گواہی نماز کی پابندی زکوۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے جو احادیث و آثار کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتے۔ جو شخص اللہ تعالی رسول ﷺ کا فرمانبردار بن جائے جو حکم ملے بجا لائے جن چیزوں سے روک دیں رک جائے جو گناہ ہو جائے اس سے خوف کھاتا رہے آئندہ کے لیے اس سے بچتا رہے ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو سمیٹنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

بڑی پختگی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے۔ کہدے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالی اس سے باخبر ہے۔ کہدے کا اللہ تعالی کا حکم مانو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جوابدہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو (سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

زبان مومن اور دل کافر: اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لیے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھربار بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے ان سے کہدو کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے زبانی ڈینگیں بہت ہیں عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے۔ جتنی زبان مومن ہے اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت کی اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ہیں اتنے بزدل کہ ان کا ساتھ بھی خاک نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہیئے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالی پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے

اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی یعنی قرآن کی اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی پر نہیں اس کے ذمے تو صرف پیغام الٰہی کا پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے۔ تم پر وہ ہے جس کے ذمے دار تم ہو یعنی قبول کرنا عمل کرنا وغیرہ۔ ہدایت صرف اطاعت رسول ﷺ میں ہے اس لیے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے جو صراط مستقیم اس اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے جس کا راج پاٹ تمام زمین آسمان ہے۔ رسول ﷺ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب سب کا ہمارے ذمے ہے جیسے فرمان ہے ﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴾ الخ۔ تو صرف ناصح وواعظ ہے انہیں نصیحت کر دیا کر کچھ تو ان کا وکیل یا داروغہ نہیں۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ شعیاء علیہ السلام کی طرف وحی اللہ تعالیٰ آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جا میں تیری زبان سے جو چاہوں گا نکلواؤں گا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بحکم اللہ تعالیٰ یہ خطبہ بیان ہوا اے آسمان سن اے زمین خاموش رہ اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہے جسے وہ پورا کرنے والا ہے وہ چاہتا ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دے ویرانے کو بسا دے صحراؤں کو سرسبز بنا دے فقیروں کو غنی کر دے چرواہوں کو سلطان بنا دے ان پڑھوں میں سے ایک ﴿ أُمِّي ﴾ کو نبی بنا کر بھیجے جو نہ بدگو ہو نہ بد اخلاق ہو نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا ہو اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے دامن کی ہوا سے وہ چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس سے وہ گزرا ہو اگر وہ سوکھے بانسوں پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ پہنچے میں اسے بشیر ونذیر بنا کر بھیجوں گا وہ زبان کا پاک ہو گا اندھی آنکھیں اسکی وجہ سے روشن ہو جائیں گی بہرے کان اس کے باعث سننے لگیں گے غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے ہر ہر بھلے کام سے میں اسے سنواروں گا ہر ہر خلق کریم سے میں اُسے سرفراز فرماؤں گا سکینت اس کا لباس ہو گی نیکی اس کا وطیرہ ہو گی تقوی اس کی ضمیر ہو گا حکمت اس کی باتیں ہوں گی صدق ووفا اس کی طبیعت ہو گی عفو ودرگزر کرنا اور عمدگی و بھلائی چاہنا اس کی خصلت ہو گی حق اس کی شریعت ہو گی عدل اس کی سیرت ہو گی ہدایت اس کی امام ہو گی اسلام اس کی ملت ہو گی احمد اس کا نام ہو گا ﷺ۔ گمراہی کے بعد اس کے ذریعہ سے میں ہدایت پھیلا دوں گا۔ جہالت کے بعد علم چمک اٹھے گا پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہو گی انجان پنا اس کی ذات سے پہچاننے سے بدل جائے گا کمی زیادتی سے بدل جائے گی فقیری کو اس کے ذریعہ میں امیری سے بدل دوں گا اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا فرقت کے بعد الفت ہو گی پھوٹ کے بعد ایکا ہو گا اختلاف کے بعد اتفاق ہو گا مختلف دل جداگانہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی بے شمار اللہ تعالیٰ کے بندے ہلاکت سے بچ جائیں گے اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کر دوں گا جو لوگوں کے نفع کے لیے ہو گی بھلائیوں کا حکم کرنے والی برائیوں سے روکنے والی ہو گی موحد مومن مخلص ہوں گے اللہ تعالیٰ کے جتنے رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں یہ سب کو مانیں گے کسی کے انکاری نہ ہوں گے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان

کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا کہ میری عبادت کرتے رہیں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اسکے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہی ہیں۔

خلافت وحکومت کا وعدہ اہل ایمان سے: اللہ تبارک وتعالی اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرمارہا ہے کہ آپ کی امت کو وہ زمین کامالک بنادے گالوگوں کاسردار کردے گاملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا اللہ تعالی کے بندے ان سے دل شاد ہوں گے۔ آج یہ لوگوں سے لرزاں وترساں ہیں کل یہ باامن واطمینان ہوں گے۔ حکومت ان کی ہوگی سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔ الحمد اللہ یہی ہوا بھی۔ مکہ خیبر بحرین جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد مصطفے ﷺ کی موجودگی میں فتح ہو گیا ہجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کے ماتحتی قبول کر لی شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔ شام روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے۔ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے اور عمان کے شاہوں نے یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہؒ تو مسلمان ہو ہی گئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا اس نے بھی سرکار محمدی میں عقید تمندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے۔ پھر جب کہ اللہ تعالی رب العزت نے اپنے محترم رسول ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلوالیا آپ کی خلافت صدیق اکبرؓ نے سنبھالی جزیرہ عرب کی حکومت مضبوط اور مستقل بنائی ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگادیئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے۔ مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ بصری دمشق حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے اور بہ الہام اللہ تعالی حضرت عمرؓ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آسمان کے تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا۔ آپ کی قوت طبیعت آپ کی نیکی سیرت آپ کے عدل کا کمال آپ کی اللہ ترسی کا مثال دنیامیں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لاحاصل ہے۔ تمام ملک شام پورا علاقہ مصر اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے خود کسری کو منہ چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی کامل ذلت واہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔ قیصر کو فنا کر دیا نام مٹادیا شام کی سلطنت سے دستبردار ہونا پڑا قسطنطنیہ میں جاکر منہ چھپایا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کیے ہوئے بے شمار خزانے ان اللہ کے بندوں نے اللہ تعالی کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ تعالی کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم ﷺ کی زبانی کئے تھے صلوات اللہ وسلامہ وعلیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق ومغرب کی انتہا تک اللہ تعالی کا دین پھیل جاتا ہے۔ لشکر الٰہی ایک طرف اقصیٰ مشرق تک اور دوسری طرف انتہائے مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔ اور مجاہدین کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچادیتی ہیں۔ اندلس قبرص قیروان وسبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے کسریٰ قتل کر دیا گیا اس کا ملک چھوڑ نام ونشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی۔ دوسری جانب مدائن عراق خراسان اہواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخر ان کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمانؓ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی۔ آپؓ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع کرنے اس کے حفظ کرنے اس کی اشاعت کرنے اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث سے نمایاں ہوئیں وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔ آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ تعالی کے رسول ﷺ کی اس پیشگوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی یہاں

تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لی۔ عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے (مسلمانوں رب تعالیٰ کے اس وعدے کو پیغمبر کی اس پیشگوئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گزشتہ عظمت وشان کو دیکھو آؤ نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام کا پرچم بحمد اللہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سچے ہیں۔ مسلمانو! حیف اور صد حیف اس پر جو قرآن وحدیث کے دائرے سے باہر نکلے حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرے کو غیر کے حوالے کرے۔ اپنے آباؤ اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نالائقیوں اور بے دینیوں سے غیر کی بھینٹ چڑھادے اور سکھ سے بیٹھا لیٹا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل ایمان عطا کر اللہ ہمیں سچا ذوق دے اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے لشکر کی توفیق دے اللہ ہمیں اپنا لشکری بنالے آمین ثم آمین) حضور ﷺ فرماتے ہیں لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفے ہوں۔ پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہؓ سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے یہ سب کے سب قریشی ہوں گے (مسلم۔) آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جس دن حضرت ماعز بن مالکؓ کو رجم کیا گیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلیفے نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہیں جنہیں خلافت وسلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفاء ہوں گے سب کے سب قریش ہوں گے حکم میں عدل کرنے والے ہوں گے ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کا ہونا یقینی ہے خواہ پے درپے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں۔ چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب ہوئے اول ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی ایسے خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں۔ ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدیؒ بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور ﷺ کے نام سے جن کی کنیت حضور ﷺ کی کنیت سے مطابق ہوگی تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم و ناانصافی سے بھر گئی ہوگی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہو جائے گا۔

ابو العالیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم دس سال تک مکہ میں رہے اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا ڈر خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ مدینے پہنچے اب جہاد کا حکم ملا جہاد شروع ہوا دشمنوں نے چوطرف سے گھیرا ہوا تھا اہل اسلام بہت خائف تھے۔ خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا صبح شام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اسی طرح خوفزدہ ہی رہیں گے؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گزرے گی؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہتھیار اتار کر بھی ہمیں کبھی آسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا کچھ دن اور صبر کر لو پھر تو اس قدر امن واطمینان ہو جائے گا کہ پوری مجلس میں بھرے دربار میں گوٹ لگائے آرام سے بیٹھے ہوئے ہوگے ایک کے پاس کیا کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامان پورا اطمینان ہوگا۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جزیرہ عرب پر غالب آگئے۔ عرب بھر میں کوئی کافر نہ رہا مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہوگئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے۔ پھر اسی امن وراحت کا دور دورہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک ۔ پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوفزدہ رہنے لگے اور پہرے دار چوکیدار داروغے وغیرہ مقرر کئے۔ اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہوگئے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی خلافت کی حقانیت کے

بارے میں اس آیت کو پیش کیا۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری ہے اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ الخ یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے اور قدم قدم اور دم دم پر خوفزدہ رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی تمہیں قوت و طاقت عنایت فرمائی اور امن وامان دیا۔ پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ الخ بہت ممکن ہے بلکہ بہت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنا دے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتواں تھے۔

پھر فرمایا کہ ان کے دین کو جو پسندیدہ اللہ تعالیٰ ہے، جمادے گا اور اسے قوت و طاقت دے گا۔ حضرت عدی بن حاتمؓ جب بطور وفد آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا ہاں نام سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ میرے اس دین کو کامل طور پر پھیلائے گا یہاں تک امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ سے ایک سانڈنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہو گی نہ خوف زدہ ہو گی نہ وہ کسی کی امان میں ہو گی۔ یقین مان کہ کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے۔ حضرت عدیؓ نے تعجب سے پوچھا کہ شاہ ایران کسریٰ بن ہرمز کے خزانے مسلمانوں کے فتوحات میں آئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے۔ سنو اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں۔ اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا۔ دوسری پیشین گوئی تو میری نگاھوں کے سامنے پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں خود میں موجود تھا اور تیسری پیشین گوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس امت کو ترقی اور بڑھوتری کی مدد اور دین کی اشاعت کی بشارت دو۔ ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لیے کرے وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔

پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ مسند میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ ﷺ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی۔ میں نے لبیک وسعدیک کہا۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے حق اللہ ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا کیا حق ہے میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے (صحیحین۔) پھر فرمایا اس کے بعد جو منکر ہو جائے وہ یقیناً فاسق ہے۔ یعنی اس کے بعد بھی جو میری فرمانبرداری چھوڑ دے اس نے میری حکم عدولی کی اور یہ گناہ سخت اور بہت بڑا ہے۔ شان باری تعالیٰ دیکھو جتنا جس زمانہ میں زور اسلام رہا اتنی ہی مدد باری تعالیٰ ہوئی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا دنیوی حالت سلطنت و شوکت بھی گرتی گئی۔ بخاری و مسلم میں ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسر حق رہے گی اور وہ غالب اور ور رہے گی۔ ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک اسی طرح رہے گی۔ اور روایت میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے۔ اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ یہی جماعت

سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾

نماز کی پابندی کرو زکوۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ خیال تو کبھی بھی نہ کرنا کہ منکر لوگ زمین میں ادھر ادھر بھاگ کر ہمیں ہرا دینے والے ہیں۔ ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم ہے۔ جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اعمال خیر کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لیے نمازیں پڑھتے رہو اور ساتھ ہی اسی کے بندوں کیساتھ احسان و سلوک کرتے رہو۔ ضعیفوں مسکینوں فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو۔ مال میں سے حق ربانی یعنی زکوۃ نکالتے رہو۔ اور ہر امر میں اللہ تعال کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو جس بات کا وہ حکم فرمائیں بجالاؤ جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ﴾ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اے نبی ﷺ یہ گمان نہ کرنا کہ آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کی نہ ماننے والے ہم پر غالب آجائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ عذابوں سے بچ جائیں گے۔ ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں۔ جو نہایت بری جگہ ہے قرارگاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار سے بھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی

ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو ہی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ تم میں کے بچے بھی جب بلوغیت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئیے۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی علم حکمت والا ہے۔ بوڑھی بڑی عورتیں جنہیں نکاح کی امید و خواہش ہی نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں۔ لیکن تاہم اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے بہت افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے سنتا جانتا۔

بلا اجازت گھروں میں داخلہ ممنوع ہے: اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اجازت حاصل کر کے آیا کریں۔اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ اجنبیوں کے لیے تھا۔ پس فرماتا ہے کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہئے۔ صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور دوپہر کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لیے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے۔ پس تین وقتوں میں نہ معلوم انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس لیے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں۔ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کی اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لیے اور نیز تمہارے لیے بڑی حرج کی چیز ہو گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے۔ حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے۔ ایک تو یہی آیت اور ایک سورہ نساء کی آیت ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ﴾ اور ایک سورۂ حجرات کی آیت ﴿ان اکرمکم﴾ الخ۔ شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا گویا ان پر ایمان ہی نہیں۔ میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے۔ پہلی آیت میں تو ان تینوں وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے۔ دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں انہیں بنام اللہ تعالیٰ کے کچھ دے دینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے۔ اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے بلکہ قابل اکرام خوف الٰہی کے ہونے کا ذکر ہے

حضرت شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرنی چاہیے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مالداری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گزرتا اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی کمرے جداگانہ بن گئے دروازے باقاعدہ لگ گئے دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہو گئے حکم الٰہی کی مصلحت پوری ہو گئی اس لیے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔ سدیؒ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے گھر میں ہوتا ہے اللہ جانے کس حالت میں ہو اس لیے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہا دھو کر بار آم گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاریؓ نے حضور ﷺ کے لیے کچھ کھانا پکایا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں جانے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آ جائے ممکن ہے کہ میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں۔ پس یہ آیت

اتری۔ اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں ان تینوں وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لینی چاہیے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لیے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گزرا اجازت مانگنی ضروری ہے۔ لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہئے جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے۔ جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع حیض بند ہو جائے عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں آیت ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ﴾ الخ سے یہ آیت مستثنیٰ ہے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور کرتے پاجامے میں رہیں۔ آپ کی قرأت بھی ﴿انْ يَّضَعْنَ مِنْ ثِيَابِهِنَّ﴾ ہے مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے۔ تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا چوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں تو انہیں اس کے اوپر اور چادر ڈالنا ضروری نہیں۔ لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے بناؤ سنگھار بیشک حلال طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے نہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا جب بالکل بڑھیا پھوس ہو گئیں تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لیے جائز ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے۔ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے۔ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے۔ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے مالک تم ہو۔ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھالو۔ تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔ پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے والوں کو سلام کر لیا کرو دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

کھانے کے آداب: اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطاءؒ وغیرہ تو فرماتے ہیں مراد اس

سے اندھے لولے لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے۔ جیسے کہ سورۂ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں۔ سورۂ برات میں ہے ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ ﴾ بوڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جبکہ وہ تہ دل سے دین الٰہی کے اور رسول اللہ کے خیر خواہ ہوں کوئی حرج نہیں بھلے لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں اللہ غفور و رحیم ہے۔ ان پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی الخ۔ حضرت سعیدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ لوگ اندھوں لولوں لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ کھا نہ سکیں اور ہم زیادہ کھالیں یا اچھا اچھا کھالیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ گھن کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو نہیں بیٹھتے تھے یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھادیں۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ دراوں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھالیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں اس پر یہ آیت اتری۔ سدیؒ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بھائی بہن وغیرہ کے گھر جاتا وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں ہی نہیں نہ ان کی اجازت ہے تو جناب باری تعالیٰ نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی۔ یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں۔ یہ تو ظاہر ہی تھا بیان اس کا اس لیے کیا گیا کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں آیا لیکن ضمناً ہے بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اور جن لوگوں کے نام آئے ہیں ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قرابت داروں کا نان نفقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اور امام احمدؒ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے۔ جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغے ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت و دستور کھاپی سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو اپنی کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں۔ لیکن تاہم یہ لوگ اپنے تئیں امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے بادل ناخواستہ اجازت دی ہو کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھالینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس کا برا نہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گزرے گا۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو اس کی بلا اجازت اس کے کھانے کو کھالینے کی تجھے رخصت ہے۔ پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ اتری یعنی ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں۔ چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری۔ اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہیت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھ نہ ہو نہ کھاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی یہ سخت رسم مٹادی۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے جمع ہو کر

ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ برکت مل بیٹھنے میں ہے۔ پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو۔ حضرت جابرؓ کا فرمان ہے کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا بابرکت بھلا سلام کہا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ ابن طاؤسؒ فرماتے ہیں تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے۔ حضرت عطاء سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ۔ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں جب مسجد میں جاؤ تو کہو ﴿اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ﴾ اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے بال بچوں کو سلام کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو۔ ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ﴾ یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو ﴿بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ السَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ﴾۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کے پاس سلام کر کے جاؤ اور غیر آباد گھروں میں جاتے ہوئے یوں سلام کرو ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ﴾ یہی حکم دیا جارہا ہے ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب اللہ تعالیٰ کے فرشتے دیتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ فرمایا اے انس! کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی۔ جو میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔ گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو۔ تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر بڑوں کی عزت و توقیر کر تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ پھر فرماتا ہے یہ دعا خیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے۔ برکت والی اور عمدہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے تو ﴿التحیات﴾ قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی التحیات یوں ہے ﴿اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلٰوتُ الطَّیِّبٰتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ﴾ اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے پھر سلام پھیر دے۔ انہی حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً صحیح مسلم میں اس کے سوا بھی مروی ہے واللہ اعلم۔ اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں سوچیں سمجھیں اور عقل مندی حاصل کریں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے۔ جو لوگ ایسے موقعہ پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔ پس جب ایسے لوگ تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دیا کر اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگا کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آداب مجلس: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبی سے اجازت مانگ کر جاؤ۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہو اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے وغیرہ وغیرہ تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور ﷺ سے اجازت نہ لے لو ہر گز ادھر ادھر نہ جاؤ مومن کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے۔ پھر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ ﷺ سے اجازت چاہیں تو آپ ﷺ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس کو سلام کر لیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کر لیا کرے آخری دفعہ کا سلام پہلی مرتبہ کے سلام سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام صاحبؒ نے اس حسن فرمایا ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا معمولی بلاوانہ کر لو جیسے آپس میں ایک کا ایک ہوتا ہے تم میں سے انہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ اور جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا کوئی دکھ کی مار نہ پڑے۔

احترام مصطفیٰ: لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ ﷺ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ ﷺ! کہہ کر پکارو۔ تا کہ آپ ﷺ کی بزرگی اور عزت و ادب کا پاس رہے۔ اسی کے مثل آیت ﴿لا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾ ہے اور اسی جیسی آیت ﴿لا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ﴾ ہے یعنی ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو آپ ﷺ کے سامنے اونچی اونچی آوازوں سے نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا الخ یہاں تک فرمایا جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ ﷺ سے خطاب کس طرح کریں۔ آپ ﷺ سے بات چیت کس طرح کریں۔ آپ کے سامنے کس طرح بولیں چالیں۔ بلکہ پہلے تو آپ ﷺ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا۔ ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو تم آپس کی اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو آپ ﷺ کی دعا تو مقبول و مستجاب ہے خبردار کبھی ہمارے نبی ﷺ کو تکلیف نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تہس نہس ہو جاؤ۔ اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جا سکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ ﷺ سے اجازت چاہتا اور آپ ﷺ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے۔ سدیؒ فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہٹ جاتے۔ صف سے نکل جاتے خلاف پر آمادہ ہو جاتے۔ جو لوگ امر رسول ﷺ کا سنت کا رسول ﷺ کا فرمان رسول ﷺ کا طریقہ رسول ﷺ کا شرع رسول ﷺ کا خلاف کریں وہ سزایاب ہوں گے۔ انسان کو اپنے اقوال افعال رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں سے

ملانے چاہئیں جو موافق ہوں اچھے ہیں جو موافق نہ ہوں مردود ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ ظاہر یا باطن میں جو بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف کرے اس کے دل میں کفر و نفاق بدعت و برائی کا بیج بو دیا جاتا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے یا تو دنیا میں ہی قتل قید حد وغیرہ سے یا آخرت میں عذاب آخروی سے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں پروانوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے اب یہ انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے۔ یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو آگ سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ ﴿٦٤﴾

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ خبردار کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔

ہر ایک کی ہر حرکت کو وہ جانتا ہے: مالک زمین و آسمان، عالم غیب و حاضر، بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے قَدْ يَعْلَمُ میں قَدْ تحقیق کے لئے ہے جیسے اس سے پہلے کی آیت قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ میں اور جیسے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ میں اور جیسے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ میں اور جیسے قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ میں اور جیسے قَدْ نَرٰی میں۔ اور جیسے موذن کہتا ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو جن اعمال و عقائد کے تم ہو اللہ پر خوب روشن ہے۔ آسمان و زمین کا ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ جو عمل تم کرو جو حالت تمہاری ہو اس اللہ تعالیٰ پر عیاں ہے۔ کوئی ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے۔ بندوں کے تمام خیر و شر کا وہ عالم ہے کپڑوں میں ڈھک جاؤ چھپ لک کر کچھ کرو ہر پوشید گی اور ہر ظاہر اس پر یکساں ہیں سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں میں ہیں تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے۔ اور سب کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں۔ زمین کی اندھیروں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ جب مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے گی اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی پیش کر دی جائے گی۔ تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا۔ عمل نامے کو ڈرتا ہوا دیکھے گا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پا کر حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جو جس نے کیا تھا وہ وہاں موجود پائے گا۔ تیرے رب کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ آخر میں فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا ہی دانا ہے ہر چیز اسکے علم میں ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰه ﴾ سورۂ نور کی تفسیر ختم ہوئی

تفسیر سورۂ فرقان

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾

بڑے مہربان بہت ہی رحمت والے اللہ کے نام سے شروع

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔

برکت ورحمت والی ذات اللہ کی: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تاکہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا یہاں لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترنا ثابت ہوتا ہے جیسے فرمان ہے وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ پس پہلی کتابوں کو لفظ ﴿اَنْزَلَ﴾ سے اور اس آخری کتاب کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا۔ کبھی کچھ آیتیں کبھی کچھ سورتیں کبھی کچھ احکام۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور ماننے کے لئے دل کھل جائے جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی ﷺ پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترا کہ اس کے ساتھ تیری دل بستگی رہے اور ہم نے ٹھیرا ٹھیرا کر نازل فرمایا یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے جو خوب تفصیل والا ہو گا یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا اس لئے کہ یہ حق و باطل میں ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اس سے بھلائی برائی میں حلال و حرام میں تمیز ہوتی ہے قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اس کے مخلص بندے ہیں یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقعہ پر فرمایا وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور جب اللہ کے بندے یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں الخ۔ یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقع پر بیان فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ ﷺ کی طرف اترنا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم و مبین اور محکم ہے جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے آپ ﷺ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں۔ ہر سرخ و سفید کو ہر دور و

نزدیک والے کو اللہ کے عذابوں سے ڈرا دیں۔ جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ ﷺ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور فرمان ہے کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ خود قرآن کہتا ہے قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا اے نبی اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ اللہ ہے جو آسمان و زمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے زیر پرورش ہے سب کا خالق مالک رزاق معبود رب وہی ہے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھیرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ شدہ ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے نہ موت و حیات کے اور دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

اتنے بے اختیار معبود کیسے ہوئے: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائے کہ دوسرے کا بھلا کر دیں یا دوسرے کا نقصان کر دیں یا دوسری کوئی بات کر سکیں وہ اپنی موت زیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا اس پر یہ کام مشکل نہیں ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہو گی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا ہوا ہوتا ہے بے اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا وہ ماں باپ سے لڑکی لڑکوں سے عدیل و بدیل سے وزیرو نظیر سے شریک و سہیم سے پاک ہے وہ احد و صمد ہے وہ لم یلد و لم یولد ہے اس کا کفو کوئی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ۚۛ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِىَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِىْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

کافر کہنے لگے یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی ہمت افزائی کی ہے دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سر تا سر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھ رکھے ہیں بس وہی صبح شام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں جواب دے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان وزمین کی تمام پوشیدگیوں کو جانتا ہے بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا ایک امی شخص قرآن جیسی عظیم کتاب بنا سکتا ہے: مشرکین کی ایک جہالت اوپر کی آیتوں میں بیان ہوئی جو ذات اللہ کی نسبت تھی یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول ﷺ کی نسبت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کا ظلم اور جھوٹ جس کے باطل ہونے کا خود انھیں بھی علم ہے کہتے ہیں لیکن خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لیے ہیں وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس میں کسی کو کوئی شک نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ ﷺ نے انھیں لوگوں میں گزاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ ﷺ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاقی اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ہر دل میں آپ کے لئے جگہ تھی عام زبانیں آپ کو محمد امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں دنیا آپ ﷺ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی کونسا دل تھا جو محمد ﷺ کا گھر نہ ہو؟ کونسی آنکھ تھی جس میں احمد کی عزت نہ ہو؟ کونسا مجمع تھا جس میں آپ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ ﷺ کی بزرگی صداقت امانت نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر جبکہ اللہ کی بلند ترین عزت سے آپ ﷺ معزز کئے گئے آسمانی وحی کے آپ ﷺ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پیندے کی بدھنی کی طرح لڑھک گئے تھالی کے بیگن کی طرح ادھر ادھر ہو گئے۔ لگے باتیں بنانے اور عیب جوئی کرنے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ ﷺ کو شاعر کہتے کبھی ساحر کبھی مجنون اور کبھی کذاب۔ حیران تھے کہ کیا کہیں؟ اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں؟ اور کس طرح ظلمت کدہ دنیا کو نور اللہ سے نہ جگمگانے دیں اب انھیں جواب ملتا ہے کہ قران کی سچی مطابق واقع اور حق خبریں اللہ کی دی ہوئی ہیں جو عالم الغیب ہے جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں جو گذشتہ کا بیان اس میں ہے حق ہے جو آئندہ کی خبر اس میں ہے سچ ہے اللہ کے سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو۔

اس کی بعد اپنی شان غفاریت اور شان رحم وکرم بیان فرمائی تاکہ بد لوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں کچھ بھی کیا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے پر پچھتائیں نادم ہوں اور رب کی رضا چاہیں رحمت رحیم کے قربان جائیے کہ ایسے سرکش ودشمن اللہ ورسول ایسے بہتان باز اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انھیں بلاتا ہے وہ اللہ کو برا کہیں وہ رسول ﷺ کو برا کہیں وہ کلام اللہ پر باتیں بنائیں اور اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے اپنے فضل وکرم کی طرف دعوت دے اسلام اور ہدایت ان پر پیش کرے اپنی بھلی باتیں ان کو سُجھائے اور سمجھائے چنانچہ اور آیت میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی سزا کا بیان کر کے فرمایا ﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کرتے؟ اور کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی بخشنہار اور بہت ہی مہربان ہے۔ مومنوں کو ستانے اور انھیں فتنے میں ڈالنے والوں کا ذکر کر کے سورہ بروج میں فرمایا کہ ایسے لوگ بھی توبہ کر لیں اپنے برے کاموں سے ہٹ جائیں تو میں بھی ان پر سے اپنے عذاب ہٹا لوں گا اور رحمتوں سے نواز دوں گا امام حسن بصریؒ نے کیسے مزے کی بات بیان فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں اللہ کے رحم وکرم کو دیکھو یہ لوگ اس کے نیک چہیتے بندوں کو ستائیں ماریں پیٹیں قتل کریں اور وہ انھیں توبہ کی طرف اور اپنے رحم وکرم کی طرف بلائے

﴿فسبحانہ﴾ اعظم شانہ۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ﴿٧﴾ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ﴿٨﴾ انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۙ وَيَجْعَلْ لَكَ قُصُورًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾ إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾ وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾

کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا۔ یہ ظالم کہنے لگے کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ خیال تو کر کہ یہ لوگ تیری نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے پھرتے ہیں جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آ سکتے۔ اللہ تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تو تجھے بہت سے ایسے باغات عنایت فرمادے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے بہت ہی بہتر ہوں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہوں اور تجھے بہت سے پختہ محل بھی دیدے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ انھیں دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا غصے سے جھنجھلانا اور چلانا سننے لگیں گے۔ اور جب کہ یہ جہنم کی کسی تنگ و تار جگہ میں مشکیں کس کر پھینکدیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے۔ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔

نبوت پر جاہلانہ اعتراضات: اس حماقت کو ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب اللہ سے آگاہ کرتا۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ﴾ الخ اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں حضور ﷺ کے زمانے کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی دے دیا جاتا کہ یہ خود بآرام اپنی زندگی بسر کرتا اور دوسروں کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ اپنے کھانے پینے سے تو بے فکر ہو جاتا بے شک یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے لیکن سر دست ان چیزوں کے نہ دینے میں بھی حکمت ہے یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر کسی نے جادو کیا ہے دیکھو تو سہی کیسی بے بنیاد باتیں بناتے ہیں؟ کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے ادھر ادھر کروٹیں لے رہے ہیں کبھی جادوگر کہدیا تو کبھی جادو کیا ہوا بتادیا کبھی شاعر کہدیا کبھی جن کا سکھایا ہوا کہہ دیا کبھی کذاب کہا کبھی مجنون حالانکہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان میں تضاد ہے کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کا اعتماد نہیں گھڑتے ہیں پھر چھوڑتے ہیں پھر گھڑتے ہیں پھر بدلتے ہیں کسی ٹھیک بات پر جمتے ہی نہیں جدھر متوجہ ہوتے ہیں راہ بھولتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں حق تو ایک ہوتا ہے اس میں تخالف اور تعارض نہیں ہو سکتا ناممکن ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں بے شک اگر رب تعالیٰ چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں اس سے بہت بہتر اپنے نبی ﷺ کو دنیا میں ہی دیدے وہ بڑی برکتوں والا ہے پتھر سے بنے ہوئے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا حضور ﷺ سے تو جناب باری تعالیٰ کی جانب سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں کی کنجیاں آپ ﷺ کو دیدی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی نہ ملی ہو ساتھ ہی آخرت کی آپ ﷺ کی تمام نعمتیں جوں کی توں برقرار ہیں لیکن آپ ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ صرف تکبر عناد ضد اور ہٹ کے طور پر کہتے ہیں یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ ٹٹول نکالیں گے ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ قیامت ہونے کی نہیں اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے جو بھڑکانے اور سلگانے والی جھلس دینے والی تیز آگ کا ہے ابھی تو جہنم ان سے سو ۱۰۰ سال کے فاصلے پر ہوگی جو اس کی نظریں ان پر اور اس کی نگاہیں ان پر پڑیں گی وہیں جہنم پیچ و تاب کھائے گی اور جوش خروش سے آوازیں نکالے گی جسے یہ بدنصیب سن لیں گے اور ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے ہوش جاتے رہیں گے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ جہنم ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے بل کھا رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا نوالہ بناؤں؟ اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۃ تبارک میں ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور ہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک رہی ہوگی کہ ابھی ابھی مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرا نام لے کر میرے ذمے وہ بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنالے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ الخ۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ربیعؒ وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دوکان آئی آپ وہاں ٹھیر گئے اور لوہا جو آگ میں تپایا جا رہا تھا اسے دیکھنے لگے۔ حضرت ربیعؒ کا تو برا حال ہو گیا عذاب اللہ کا نقشہ آنکھوں تلے پھر گیا قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تنور کو دیکھا کہ اس کے بیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی اسے سنتے ہی حضرت ربیعؒ بے ہوش ہو کر گر پڑے چارپائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا۔ صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہؓ ان کے پاس بیٹھے رہے اور چارہ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیعؒ کو ہوش نہ آیا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کہ کل اہل محشر خوف زدہ ہو جائیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے دوزخ سمٹ جائیگی اللہ تعالیٰ مالک و رحمٰن اس سے پوچھے گا یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ یا اللہ یہ تو اپنی دعاؤں میں تجھ سے جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا آج بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے گا حکم ہوگا کہ اسے چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپالے گی، تیرا کرم ہمارے شامل حال ہوگا تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لیگی۔ اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا اور حکم

دیدیگا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگ گھسیٹتے ہوئے آئیں گے انھیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوئی بڑھے گی اور اس طرح جھرجھری لے گی کہ تمام مجمع محشر خوفزدہ ہو جائے گا۔ حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھرائے گی اور شور و غل اور چیخ پکار اور جوش خروش شروع کرے گی اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیاء کانپنے لگیں گے یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے کہ یا اللہ میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ و تار مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے جیسے بھالا کسی سوراخ میں ۔ اور روایت میں حضور ﷺ سے اس آیت کی بابت سوال ہونا اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بمشکل گاڑی جاتی ہے اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسا جائیگا یہ اس وقت خوب جکڑے ہوئے ہوں گے بال بال بندھا ہوا ہوگا۔ وہاں وہ موت کو فوت کو ہلاکت کو حسرت کو پکارنے لگیں گے۔ ان سے کہا جائے گا ایک موت کو کیوں پکارو؟ کیوں نہ صدہا ہزار ہا موتوں کو پکارو؟ مسند احمد میں ہے سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائیگا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت وہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی سب حسرت وافسوس موت وغارت کو پکار رہے ہوں گے۔ اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا ثبور سے مراد موت ہلاکی ویل حسرت خسارہ بربادی وغیرہ ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا ﴿وَ اِنِّيْ لَاَ ظُنُّكَ يٰا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو مٹ کر برباد ہو کر ہی رہے گا۔ شاعر بھی لفظ ثبور کو ہلاکت و بربادی کے معنے میں لائے ہیں۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿۱۶﴾

پوچھ تو کہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے۔ جو ان کا بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے۔ وہ جو چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا ہمیشہ یہ تو تیرے رب تعالیٰ کے ذمے وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

جنت اور اہل جنت: اوپر بیان فرمایا ان بدکاروں کا جو ذلت وخواری کے ساتھ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے اور سر کے بل وہاں پھینک دیئے جائیں گے۔ بندھے بندھائے ہوں گے اور تنگ و تار جگہ ہوں گے نہ چھوٹ سکیں نہ حرکت کر سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نکل سکیں۔ پھر فرماتا ہے بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنے جنت میں جہاں من مانی نعمتیں ابدی لذتیں دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں عمدہ کھانے اچھے بچھونے بہترین سواریاں پر تکلف لباس بہت بہتر مکانات بنی سنوری پاکیزہ حوریں راحت افزا منظر ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے۔ پھر ان کے کم ہو جانے خراب ہو جانے ٹوٹ جانے ختم ہو جانیکا بھی کوئی خطرہ نہیں نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں۔ لازوال بہترین زندگی ابدی رحمت ہمیشگی کی دولت انھیں مل گئی اور ان کی ہو گئی۔ یہ رب کا احسان وانعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے۔ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کر لیا ہے۔ جو ہو کر رہنے والا ہے جس کا عدم ایفاء ناممکن ہے جس کا غلط ہونا محال ہے۔ اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو اس سے جنت طلب کرو۔ اسے اس کا وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے ہیں کہ رب العالمین مومن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے اسے پورا کر اور انھیں جنت عدن میں لے جا۔ قیامت کے دن مومن کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل کرتے رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر۔ یہاں پہلے جہنمیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا۔ سورۂ صافات میں

جنتیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جہنمیوں کا ذکر ہوا کہ کیا یہی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ جسے ہم نے ظالموں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے پھل ایسے بدنما ہیں جیسے سانپ کے پھن۔ دوزخی اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا پھر کھولتا ہوا گرم پانی پیپ وغیرہ سے ملا جلا پینے کو دیا جائے گا پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا اور بے تحاشا ان کے پیچھے لپکنا شروع کر دیا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

جس دن اللہ تعالیٰ انھیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے جنھیں یہ پوجتے رہے انھیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا یہ خود ہی راہ سے گم ہو گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے بات یہ ہے کہ تو نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے۔ یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔ تو انھوں نے تو تمہیں تمہاری تمام باتوں میں جھوٹا کہا۔ اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے نہ مدد کرنے کی۔ تم میں سے جس جس نے ظلم کیا ہے ہم اسے سخت عذاب چکھائیں گے۔

مشرک اور ان کے معبود اللہ کی عدالت میں: بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کرتے رہے قیامت کے دن انھیں ان کے سامنے اس پر علاوہ عذاب کے زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تاکہ وہ نادم ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھی سب موجود ہوں گے اور عابد بھی سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ان معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا یا یہ از خود ایسا کرنے لگے؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی سوال ہوگا۔ جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انھیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے میں نے تو انھیں وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے' یہ سب معبود جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے اور اللہ تعالیٰ کے سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو ہم کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔ ہم نے ہرگز انھیں شرک کی تعلیم نہیں دی۔ خود ہی انھوں نے اپنی خوشی سے دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں ہم ان کے اس شرک سے بری الذمہ ہیں ہم تو خود تیرے عابد ہیں پھر کیسے ممکن تھا کہ معبودیت کے منصب پر آ جاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا۔ تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو۔ چنانچہ اور آیت میں صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے۔ ﴿نتخذ﴾ کی دوسری قرأت ﴿نُتَّخَذَ﴾ بھی ہے یعنی یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں پوجنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں' تیرے در کے بھکاری ہیں۔ مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے۔ ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انھیں عمریں ملیں کھانے پینے کو ملتا رہا بدمستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی اسے بھلا دیا تیری عبادت سے اور سچی

توحید سے ہٹ گئے یہ لوگ تھے ہی بے خبر ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے تباہ و برباد ہو گئے۔ ﴿بُوْرًا﴾ سے مطلب ہلاکت والے ہی ہے جیسے ابن زبعریؓ نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنی میں باندھا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائیگا لو اب تو تمہارے یہ معبود خود تمہیں جھٹلا رہے ہیں تم تو انھیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے مقرب بنا دیں گے انکی پوجا پاٹ کرتے رہے آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں، تم سے یکسو ہو رہے ہیں اور بیزاری ظاہر کر رہے ہیں جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لاَّ یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ﴾ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی چاہت پوری نہ کر سکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر کے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہو جائیں گے اور انکی عبادتوں کے صاف منکر ہو جائیں گے پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جانوں سے عذاب اللہ ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کر سکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے تم میں سے جو بھی اللہ ئے واحد کے ساتھ شرک کرے ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ﴿۲۰﴾

ع ۲ / ۱۱ / ۱۷

ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب تعالیٰ سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

یہ سب کچھ نبوت کے منافی نہیں: کافر جو اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت بیوپار سے کیا مطلب؟ اس کا جواب ہو رہا ہے کہ اگلے سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا۔ بیوپار تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی عنایت خاص سے انھیں وہ پاکیزہ اوصاف نیک خصائل عمدہ اقوال مختار افعال ظاہر دلیلیں اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہو جاتا ہے کہ انکی نبوت کو تسلیم کر لے اور ان کی سچائی کو مان لے۔ اسی آیت جیسی اور آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ الخ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے سب شہروں میں رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ الخ ہم نے انھیں ایسے جسے نہیں بنائے تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں۔ ہم تو تم میں سے ایک کی آزمائش ایک ایک سے کر لیا کرتے ہیں تاکہ فرمانبردار اور نافرمان ظاہر ہو جائیں۔ صابر اور غیر صابر معلوم ہو جائیں۔ تیرا رب تعالیٰ دانا بینا ہے۔ خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ منصب رسالت کی اہلیت کس میں ہے؟ اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہیں اور کون نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انھیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کی لالچ میں بہت سے ان کیساتھ ہو جاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود تجھے اور تیرے ذریعہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں۔ مسند میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے۔ اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا ﴿فَصَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ-﴾

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اٹھارہواں پارا مکمل ہوا۔